

# वीर सेवा मन्दिर दिल्ली



क्रम मग्या

मात न०

खण्ड

— —



## لفظی نامہ

صفحہ	صفحہ	ادب پر سے	غلط	صحیح	صفحہ	صفحہ	ادب پر سے	غلط	صحیح
۹	۱۱	ادب پر سے	اپنے میں	خود	۱۸۷	۲	ادب پر سے	پایا ہے	پاتا ہے
۱۱	۱	"	مشکوٰۃ	توک	۲۵۰	۸	"	مشکوٰۃ	بھینے
"	۹	یہ ہے	حلمہ	جملہ	۲۴۵	۹	"	مدی	ابھی
"	۷	"	جس	حس	۲۴۶	۲	"	وہ	وہ جو
۱۳	۲۵۳	"	تغییر نہ ہونے	تغییر نہ ہونے	"	۱۰	"	جب لی	جب کوئی
۱۸	۱۳	"	تس	تس	۲۷۰	۳	نیچے سے	تہین	ہین
۲۰	۲	"	بھانا	ہونا	۲۷۱	۱۳	"	مردوں	مردوں کو
"	۳	"	سہی ہو گئے	سہی ہو گئے	"	۱	"	سانپ	سانپ کو
۲۱	۳	"	ساکش	ساکش	۲۸۷	۹	"	راور	اور اور
"	"	"	خوش ہو کر	خوشی حاصل ہوئی ہو اور	۳۱۹	۲	"	پید کی	پیدا کی
۲۳	۹	"	زندہ ہونا	زندہ ہونا	۳۲۰	۲	ادب پر سے	محو	محو
۲۲	آخری	"	اختیار	استیاز	۳۳۰	۱۰	نیچے سے	اندر	اندر
۵۳	۶	"	نے	سے	۳۳۷	۹	"	جیون	جیون کے
۶۰	۶	ادب پر سے	چیننے کا	چین بن	۳۵۶	۹	ادب پر سے	امر کے	امر کے
۱۰۳	۳	نیچے سے	بیر ہی بیر	بیر ہی بیر	۳۷۹	۹	"	مشکوٰۃ	بوسے نے
۱۱۶	۸	"	اکہٹ	اکہٹ	۳۸۱	۵	"	مشکوٰۃ	دینداری
۱۱۹	۲	ادب پر سے	کار	کار	۳۸۲	۶	نیچے سے	دھوکا کھا دینا	دھوکا دینا
۱۲۳	۹	"	شریک	شریک	۳۸۳	۷	ادب پر سے	مشکوٰۃ	سادہ
۱۳۲	۱۰	"	بیشک	بیشک					

لفظی نامہ کے مطابق اسمی اور فعلی کے پورے الفاظ اور  
اسانی سے دھوکا کھا دینا اور ان میں کھانا میں رہنا

اپنی بھیتی بیا پے نہیں جگ میں دوشی سے پر ہوا کرے  
 دھرم نشٹ ہو کر راجا بھی نیائے پر جا کا کیا کرے  
 روگ مری دُر بھکش نہ پھیلے پر جانتی سے جیا کرے  
 پرم آہنا دھرم جگت میں پھیل تروہیت کیا کرے

(۱۱)

پھیلے پریم پر سپر جگ میں موہ دور پر رہا کرے  
 ابرہہ سنگ کٹھور سب نہیں کوئی مکھ سے کہا کرے  
 بن کر سب یگ ویر ہر دے سے دیشوتی رت رہا کرے  
 دستور روپ و چار خوشی سے سب دو کہ سنگٹ سہا کرے  
 تنھا استو

اوم

شانتی۔ شانتی۔ شانتی!

۱۵ آفات ارضی و سماوی ۵۲ بارش ۵۳ دھرم پر قائم ہو کر ۵۴ قحط ۵۵  
 سب کا ہت کلیان ۵۶ باہم آپس میں ۵۷ پیارے نہ معلوم ہونے والے  
 کمزور سے سخت الفاظ ۵۸ ملی ترقی میں مشغول ۵۹ پدارتھوں کے سروپ  
 وادان کے خواص پر غور کر کے ۶۰ جیسی بہاؤ نا ہے دیسا ہی ہو۔

کتبہ حشمت علی ملکسویں نویں لکھنؤی





(۳)

رہے سداست سنگ ادھین کا دیان ادھین کا نتیجہ رہے  
اون ہی جیسی چٹہ یا مین یہ چت سدا انورکت رہے  
نہیں سناؤن کسی جو کو جھوٹ کہی نہیں کہا کردن  
پر دھن دیتا پر نہ بھادؤن سنتو شامرت پیا کردن

(۴)

آہٹار کا بھاؤ نہ رکھون نہیں کسی پر کر دھو کردن  
دیکھ دوسروں کی بڑ ہتی کو کہی نہ اچھیر شاہاؤ دسروں  
رہے بھاؤنا ایسی میری سرل شہیتہ ہو بار کردن  
بنے جہانک اس چوں مین آدروں کا او پکار کردن

(۵)

مہتری بہاؤ جگت مین میرا سب جیوون سے نیتہ رہے  
دین دد کہی جیوون پر میرے ارٹھے کرونا سروت ہے  
وہ چن کردر کو مارگ رتوں پر کشو بہ نہیں بھہ کو آوے  
سامیہ بہاؤ رکھون مین اون پر ایسی پڑتی ہو جاوے

(۶)

گنی چوں کو دیکھ ہر دے مین میرے پریم اُھ مٹاؤے  
بنے جہانک اون کی سیوا کر کے یہ من سکھہ پاوے

لے دھن چال بہن لے راگی رنگا بہا مین لے دوسرے کی دولت اور استری پر لے غنہ لے  
خیال برص لے چل کپٹ سے بڑا اور تپا لے دوستانہ لے دل سے لے چنہ رعمہ یا کاسوت لے دھن  
کا لون نکلاون امدادون شفا ملے کہ کو تون پگڑ چن لے ہند لے جی لے جان طبعیت لے گوان پور شون کو

گہر بنانے کی کوشش کریں جو آپ کا اصلی کام ہے۔ ادب قبل اسکے کہ ہم ایک دوسرے کو  
دواع ہوں پہلو حیات سے اسکی محبت و دھم دیر آگئے کی معافی برکتوں کیلئے  
ملکر دعا مانگنی چاہیے اور ہر جاندار کو خواہ وہ آج ہستی کے درجہ میں کتنا ہی  
حقیر کیوں نہ ہو اسن و خوشی کا مشرودہ سنا نا چاہیے۔ ذیل کی نظم جو بابو جگن کھنجر  
مخار مصنف بین ہشتی کی طبع روان کا نتیجہ ہے اس موقع کے لئے نہایت موزوں  
ہے اور انکی اجازت سے یہاں پر درج کیجاتی ہے۔

اوم

(۱)

جس نے راکٹ ڈویش کا مادک جیتے۔ سب جگ جان پیا  
سب جو ڈن کو موکش تارح کا نہپڑا ہو او پد لیش دیا  
بڑھ۔ دیر جن۔ سہری۔ ہر۔ بڑھتا یا اس کو سواد ہین کہو  
بھگتی ہاؤ سے پریرت ہو یہ جیت اوسی یں یں عکس ہو

(۲)

وشیون کی آشا نہیں جن کے ساشیہ ہاود ہین رکھتے ہین  
بج پر کے بہت ساد ہین جن جو نشدن تہ پر رہتے ہین  
سوار تہ تاگ کی کشین پسا پنا کھید جو کرتے ہین  
ایسے گیانی ساد ہو جگت کے دو کہہ سموٹہ کو ہرتے ہین

نوٹ: سلسلہ محبت نفرت شہوت غصہ تکبر و غیرہ سلسلہ ذریعہ حصول نجات ابدی ہے کسی  
فرض یا خواہش کے۔ سلسلہ مادیر بگوان ہے اپنے آدھین آزاد خود مختار سلسلہ متحرک ہے  
موشہ خواہش ہے سببا ہاؤ سلسلہ اپنے اور دوسروں کے سلسلہ رات دن  
سلسلہ کریمہ مشغول ہے ترک خود غرضی سلسلہ خوشی سے باطلہوں مانے ۱۲

معلوم ہوتا ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ کسی علامتی اصل کی بدولت  
 مقبول ہوں۔ ساتھ ہی میں یہ بالکل ٹھیک ہے کہ وحشی پن بھی کم از کم انتہائی پُرانا ہونا  
 معلوم ہوتا ہے۔ اور قربانی کی رسوم کو خفیہ رموز معرفت کے معنی پہنا تا ہی وحشیوں اور جانوروں  
 انسان بنائی کی کوشش کا حوالہ دیتا ہے کیونکہ انسان اور جانور دونوں قربانیوں والی ہوا تو کچھ  
 مختلف ہرگز نہ تھے۔ دیندار یا نہات کے کہانے والے انسان نہیں ہو سکتے تھے چلے  
 پاکیزہ جذبات اور رحمہ کی کئی خیالات گوشت اور خون کا اس طور پر ذکر کرنا بھی  
 دعا و ازہین ہو سکتے تھے۔ ہندو دھرم کی ابتداء ورتوں کا حال پر پیکھل پاتہ کے غنیمہ  
 میں دکھایا گیا ہے اور غالباً دیگر مذاہب کی تقشیش بھی اسی طریقہ پر کرنی پڑیگی۔ تاہم  
 ہر مذہب کو اس کے خاص واقعات کے لحاظ سے دیکھنا ہوگا کیونکہ کوئی ایسا امٹ و  
 ہر جگہ یاد آندہ ہونیو اے قاعدہ نہیں قائم کیے جاسکتے ہیں جو بلا امتیاز ہر جگہ کام میں لائے  
 جاسکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے یہ چند الفاظ اس مضمون پر کافی ہونگے۔

اب میں مذہب کا خلاصہ جسکو ہم چند گزشتہ سہفتوں سے سمجھ رہے ہیں ایک جملہ میں  
 آپ کے سامنے پیش کر دینگا۔ یہ جملہ کوئی نیا نہیں ہے گو کہ شاید آپ میں کچھ اس سوزا د  
 ہوں۔ کیونکہ یہ خلاصہ میرا نہیں ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ خود حیات کا ہے جسکو اس نے بہت  
 عرصہ گذرا ایک موقع پر فرمایا تھا:-

”دین آج کو دن آسمان اور زمین کو تمہارے اوپر گواہ لاتا ہوں کہ میں نے  
 زندگی اور موت اور برکت اور لعنت تمہارے سامنے رکھی ہیں۔ پس  
 تم زندگی کو پسند کرو تاکہ تو اور تیری اولاد وہ نون زندہ رہیں۔“ (کتاب  
 استشاء انجیل مقدس باب ۲- آیت ۱۹)۔

دوسرے الفاظ میں ”حیات خدا ہے اور وہ میں ہی ہوں۔“ یہ مذہب کا واضح ورد  
 (پہچان) ہے اور آپ یقیناً گمراہ نہیں ہونگے اگر آپ ہر طرح سے اپنی ہی حیات میں اپنا

خیالات بالکل غلط تھے قبل اپنے اس خیال کو کہ انسان حیوانوں میں گراؤ دینا ان پر بیان  
 چیزوں میں سے اہستہ اہستہ ترقی کر کے بنے ہیں اور اسی قسم کی اور غلط فہم کو جو کچھ  
 میری پاس اتنا وقت نہیں ہو کہ میں اس مضمون پر زیادہ تقریر کر سکوں اور نہ مجھ کو اس سے  
 زیادہ واقفیت ہی ہو لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ انسانوں اور جانداروں کی ابتدا کا  
 متعلق ہماری مذکورہ بالا رائے کسی عام یا خاص الہام پر مبنی نہیں ہو کہ جو ترسیم نہ ہو سکی  
 وہ ایک جلدی سے قائم کی ہوئی کام چلا درائے ہے جو اس قسم کی اور دایکون کا مثل  
 آئندہ تفتیش کے جاری رکھنے کیلئے قیاس کر لی گئی ہو۔ یہ حد ہو چکے آگے کہی کوئی چٹا  
 سائنس دان نہیں بڑھینگا۔ لیکن عمومی عقل والے بیرونی اصحاب کا ایک گروہ ہے  
 جو ایسی جلدی سے قائم کئے گئے قیاسات کی باطل نہ ہونیوالی صحت کا چلتا چلا کر دعویٰ  
 کیا کرتے ہیں۔ زمانہ سلف کے لوگوں کی حقیقہ دانش موجودہ محققین کی رائے کو جو آج بھی  
 روحِ خفیہ سائنس سے مطلقاً ناواقف ہیں جھٹلانے کو کافی ہو۔ نتیجہ یہ ہو کہ جو کوئی شخص  
 اس امر کا دعویٰ کرے گا کہ وہ گزشتہ زمانہ کو انسانی عقل کا بچپن ثابت کرے تو اس کو سب سے  
 پہلے اس سچی دانش کے بڑے ذخیرہ کا جس کو اُس نے اپنے بہت قدیم بزرگوں سے قسط  
 کہا نیونکی شکل میں ورثہ میں پایا ہو اور جس کا مطلب وہ اب تک نہیں سمجھا ہے حساب دینا ہو  
 کہ وہ کہاں سے آیا۔ اصلیت یہ ہو کہ علم کسی خاص وقت سے اور خاص حال کو زمانہ سے  
 مخصوص نہیں ہو۔ سلف کو لوگ اپنے سادہ پن اور اعلیٰ خیال کو جو ہر سے ہماری نسبت کے  
 زیادہ مستحق تھے گو کہ قدرتی طور سے خالص اصلی علم آہی اور وقت میں بھی چند نہایت  
 ہی سرگرم ادواح پر محدود رہا ہو گا۔ جو اشخاص اس معرفت کو روشن دائرہ کے باہر تھے  
 انہیں یہ لازمی ہو کہ سب اقسام کی رائے والے لوگ ہوں یعنی وحشیوں کے درجہ سے  
 لیکر اوپر دو جون تک کے۔ اور یہ لوگ اپنی ذہانت طبع اور میلان خاطر کے بموجب  
 نقل اور ایجاد دونوں قسم کے افعال کرتے رہے ہوں گے۔ پچھلے زمانہ کی بہت سی روایات ہیں

ہوئے کسی زبان میں بھی نہیں چھپی تھیں مطالعہ قریب قریب ناممکن تھا۔ اس کی کبے  
 شک جینی لوگ پورے طور سے تصور وادھین چونکہ دوسرے مذاہب میں تر تہہ کر دین کا  
 تذکرہ صرف خفیہ حوالوں کے طور پر آیا ہوا ہے اور چونکہ ان کی سوانح عمری صرف جین مت ہی میں  
 پائی جاتی ہیں ایسے ایسے کہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہر اگر دور دراز امریکہ کو براعظم کا ایک  
 متلاشی جینیوں کی خاموشی کی وجہ سے دیکھ کر مین پڑ جاؤ۔ ہم سب ہی دیسی ہی غلطیان کر سکتے ہیں  
 اور پھر مہتولوجی (دیوی دیوتاؤں کو افسانوں کے رو بہ میں اصول مذہب کو پیش کرنا) وہ  
 علم نہیں ہے کہ جسکو تقویت یا ترقی دیا ہو کہ اس کے افسانوں کے مطلب کو دہو نہ دھنا اس وقت  
 نہایت ضروری ہے تاکہ مختلف مذاہب کا اتحاد و اتفاق ہو۔ اوس شخص کیلئے جو موکش کا  
 طالب ہے سائنس کا راستہ ہی بتلایا گیا ہے اس کے لئے ان دیوی دیوتاؤں کو افسانوں سے مناسب  
 فاصلہ پر ہی رہنا مناسب ہے تاکہ وہ ان کی ٹیڑھی ٹکلیوں پیچیدہ راستوں اور نیم روشن  
 بھول بھلیوں میں نہ بہنس جائے۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ مہتولوجی کو محقق کی نگاہ سے بڑھنا اور  
 مگر بگتی کی نگاہ سے کہی نہیں۔ اور محقق کی کامیابی کیلئے حیات کے سائنس کی واقفیت  
 جس کے مختلف اصول ہتھ پر کی صورتوں پر دنیا کے شکستہ بت خانوں میں پڑے پتر ہیں  
 اتنی ہی ضروری ہے جتنی ہمدردی اس صانع معبود کے خیال سے جو جسکا ہاتھ ان صورتوں کو ظلم  
 نیتی سے ہستی میں لایا۔

۱۰۔ اور اب یہ ہے جو وہ زمانہ کے اوس خاکسار پر متوجہ ہونگا جس کے بموجب انسان نیچے کے جانوروں میں  
 سے ترقی کر کر رہا ہے اور اُسے آہستہ آہستہ نیم وحشی پن کی حالت سے عقل اور مذہب حاصل  
 کیا ہے۔ ایک متعلق مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ ہم نے خود دیکھا ہے کہ کہا تک ہلوگ اُسے زیادہ  
 عقل مند ہیں جس کے نیم وحشی پن کی سادگی کی وقت بی وقت کہتی اڑاؤ کا فیشن آج کل کے عالم کو گونہ  
 مزدج ہے۔ آپ خود ہی اس امر کا فیصلہ کیجئے کہ آپ حقیقت سے واقف نکلے یا نہ سلف کے  
 لوگ اور اگر آپ اس نتیجہ کو نکالیں کہ زمانہ سلف کو لوگوں کی لیاقت اور قابلیت کو بارہ میں آگے

ہو نیو اے تر تہنگ کو علمِ معرفت میں علی تعلیم ملنے والی ہے۔ اور وہ اسرارِ جہان کو  
 سکھایا جاتا ہے وہ اس کتاب سے تعلق رکھتا ہے جو اندر اور بیچھے کی طرف لگی ہوئی  
 ہے اور چہرے سات ہرین لگی ہوئی ہیں جسکا صاف طور سے مفہوم اسرارِ مجسم ہوتی ہے  
 کیونکہ وہ ہیید والی کتاب ریڑھ کی نلی اور اوٹنگ تعلق رکھنے والے ناڑیوں کے  
 سات چکر وں کی تشبیہ ہے۔ وہ جو ایک تخت نشین درمیان میں ہے وہ حیات کا نور  
 خیالی اقتباس کے طور پر ہے کیونکہ اسکی نہ کوئی پوشاک دکھائی ہے اور نہ اسکی جسامت  
 کا تذکرہ کیا ہے۔ ایسے دربار میں ایسے مجمع میں اور ان حالات میں آپ کو ۲۴ بند رہوا ٹوٹو  
 ۲۴ تختوں پر جنگو سو اسی اور کر بیٹھنے کیلئے اور کوئی تخت و بان پر نہیں ہیں بیٹھے ہو و خیال  
 کرنا ہو۔ اصلی تعمیر ہم پہلے دیکھے ہیں وہ جو درمیان میں تخت پر بیٹھا ہے جو جہین سے و مد گرج و برق  
 نکل رہی ہیں وہ حیات ہے جو کہ گرج و غیرہ حیات کی خود اختیار کی حرکت کی علامات ہیں۔  
 ۲۴ روحانی بزرگ ۲۴ تر تہنگ ہیں جو ہر کال میں ہوتے ہیں۔ اونکو سفید جامہ اونکو تنفس  
 پن کی علامت ہیں جس سے وہ محض حیات سے جو خیالی اقتباس کے طور پر مانی جاوے  
 امتیاز کئے جا سکیں۔ اس طور پر وہ خالص نور مجسم ہیں۔ اونکو جامو کی سفیدی اونکا سبب  
 کر نیلون اور مادی ناپاکی سے پاک ہونا ظاہر کرتی ہے۔ صاف الفاظ میں وہ اپنی ذاتی نور  
 کا جامہ پہنے ہوئے ہیں اور اسونیکے تاج جہین اس مجمع میں اور کوئی نہیں پہنے ہے  
 اونکو اعلیٰ ترین مرتبہ کی نشانی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس امر پر مجھے متفق ہونگے کہ  
 اس مجمع میں ہفتون یا پندرہ ہواڑہ نکویئے کہیں گنجائش نہیں ہے۔ جیسا پہلے کہا جا چکا ہے  
 مسٹر برائیں جین بہت سے بالکل ناواقف تھے جو کسی حالت میں انکا تصور نہیں ہے۔  
 موجودہ مصنف ہی جو پیدا ہوا ۱۹۱۳ء تک چین مت کے اصولوں سے بالکل  
 ناواقف تھا۔ اسکی جد ہیہ جو کہ چین مت کی کتابیں انگریزی اور ہندی میں اہل میں جیسے  
 لگی ہیں ایسے جو اشخاص انہیں دوزبانوں کو واقف تھے اونکو چین مت کی کتابوں کا جو میں





زندگی نہیں ہو سکتا ہے۔ اسلئے وہ نہ عیش و عشرت کو ڈھونڈتا ہے نہ دولت  
کو اور نہ نیکی کے ثمرہ ہی کو بلکہ وہ ہمیشہ اپنے کروٹوں کے ناش کرنے کے لئے  
اپنی ہی آتما کے خالص دھیان میں مصروف رہتا ہے۔ یہ چمکو کھنا چاہیے کہ  
نیکی اور بدی دونوں ہی کروٹوں کے بندہ ہیں اور آواگون کے قیام کے باعث  
ہیں۔ صوف فرق اتنا ہے کہ نیکی کا بندہ ہنسٹو اور (اوپر) خاندان میں پیدا ہوا  
عمدہ تعلقات وغیرہ ہوتا ہے اور بدی سے ناگوار حالات اور تعلقات  
پلتے ہیں۔ اسلئے سادہ ہو، نیکی و بدی دونوں کو چھوڑ کر خالص آتما کے دھیان  
میں جو آواگون اور کم بندہ کی جڑ راگ ویش کو بہت جلد اوکھاڑ ڈالتا ہے  
مصروف ہوتا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ اب مجھے اس مضمون کو ختم کرنا چاہیے میں نے جتنا  
کہا ہے وہ کچھ ترقی کے لئے اور اون ہٹو کہہ لانے والی اشیاء سے جو قصہ  
کہانیوں کے سید یا نقون کے نیم روشن راستہ میں پہیلی پڑی ہیں پہنے کے لئے  
کافی ہے۔ اب تمکو پیادہ لڑا اپنے ہاتھ میں لینا چاہیے اور تلاش کو دیگر مقامات پر  
اور اون حدود کے باہر جہاں تک میں پہونچ پایا ہوں جاری رکھنا چاہئے۔  
مسٹر آئیر کی کتاب دی پریٹیکل سہٹری اور من بہارت و دانش

جسکا والد ان لکچرون میں کئی بار دیا جا چکا ہے ہندو و پک انکارون کی  
تشریح میں کوئی بات باقی نہیں چھوڑتی ہے گو کہ میں امید کرتا ہوں کہ اسکو آئندہ  
زیادہ عمدہ ترتیب اور صفائی کے ساتھ مرتب کیا جاوے گا۔ باقی سب مذاہب اب تک  
ایک مہر پر شاہ کی طرح ہیں بجز اسکر کا ایک امریکن محقق ہے۔ ایم۔ پرائس (ہندو مت کا)۔  
صاحب نے کتاب کا مفہوم بخوبی پایک بہت عمدہ اور قابل تشریح چاہی ہے جسکو آئندہ بہت  
مادہ فائدہ اور استفادہ کی سرگرمی کیسا تھا کہ اب اس کی تکمیل

روشنی سے یہ ممکن ہے کہ ہم اپنی اصلاح کریں لیکن اگر ہم آئندہ جہنم میں نیچے درجہ کی جوتوں میں گر جائیں تو یہ ہمیشہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہوگا۔

گوشت کی عادت کے چھوٹ جانے پر ہکو پولیٹکس کے سچے اصول بھی جان پرست اور اس وقت میں قوموں اور فرقوں اور بادشاہتوں کے تعلقات بھی سمجھتے اور رحم کے اصولوں پر قائم ہو سکیں گے۔

یہ جاننے قابل بات ہے کہ زندگی کے چار قسم کے مقاصد ہوتے ہیں جو (۱) دہرم یعنی مذہب -

(۲) ارہہ یعنی دولت ہیرو دی وغیرہ -

(۳) کام یعنی عیش و عشرت - اور

(۴) موکش یعنی نجات

کہلاتے ہیں۔ ان میں سے اول کے تین تو گہرست کے مقاصد ہیں اور چوتھا سادہ کا جس نے دنیا سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ ان گہرست کے مقاصد کے متعلق شنکھ

قاعدہ یہ ہے کہ کام یعنی عیش و عشرت سب سے نیچے درجہ کا مقصد ہے اور ارہہ یعنی حصول دولت کو اُسپر اور دہرم کو ارہہ پر مقدم ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر آپ

اوس قیمتی وقت کو جو حصول دولت میں صرف ہونا چاہیے بد تیزی کے ساتھ ضائع کر دینا عیش و عشرت میں ضائع کر دینا تو بہت جلد آپ افلاس کو پہنچ جائیں گے۔ اور دہرم

کے خلاف اگر حصول دولت ہوا بھی تو وہ انجام میں باعث بربادی کا ہی ہوگا۔ اسلئے..... تم پہلے خدا کی بادشاہت اور اسکی راستبازی کی

تلاش کرو تو یہ سب چیزیں ہیں جنہیں مل جائیں گی۔ (ستی کی انجیل

باب ۶- آیت ۳۳) -

سچے شکساد ہو گا جس نے دنیا کو ترک کر دیا ہے سوائے نجات کے اور کوئی مقصد

کہا تھے انجیل میں یہ نہیں پڑھا ہے :-

”مگر تم جا کر کے اس کے معنی دریافت کرو کہ میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرنا ہوں“ (دیکھو متی کی انجیل باب ۱۰-۱۱-آیت ۱۳)۔  
اسکو پیرستی کے بارہویں باب کی ساتویں آیت میں دہرایا ہے :-

”لیکن اگر تم ایسے معنی جانتے کہ میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرنا ہوں“  
کیا آپ اسکو نہیں سمجھ سکتے کہ اگر جان کا لینا کسی خدا یا دیوی دیوتا کے نام سے  
بیرحمی کا فعل مانا گیا ہے اور رحم کا خواستگار ہوتا ہے تو کیا آپ کی زبان یا ذائقہ کے  
نام سے مباح ہوگا جیسا ٹولسٹوائے صاحب فرماتے ہیں :-

”اگر انسان کے نہ ہی جذبے سچے ہیں تو اسکا پہلا پرہیزگاری کا  
فصل گوشت کھانے سے پرہیز کرنا ہوگا۔ کیونکہ علاوہ اسکے کہ  
اس قسم کی غذا اسے غصہ وغیرہ برے جذبات اور بہرکتے ہیں  
اسکا استعمال صاف طور سے ایمانداری کے خلاف ہے کیونکہ  
وہ قتل کرنے پر جو ایمان کسی حالت میں روا نہیں رکھتا ہے مبنی ہے  
اور طبع کے باعث ہوتا ہے“

جو آدمی اپنے کو گوشت خوری کے بارے میں دہوکہ دیتا ہے وہ اور سب باتوں  
میں ہی اپنے دہوکہ کا شہکار۔ جان پر تنفس کو بیماری اور خوشگوار ہے اور جو  
شخص اسکو ایک لمحہ بہر کے زبان کے ذائقہ کی خاطر غارت کرتا ہے وہ رحم  
اور محبت کے دربار میں جو پرہیزگاروں کے دو اصلی صفات ہیں داخل نہیں ہو سکتا  
بے رحمی کے میلان خاطر کے طبیعت میں موجود رہتے ہوئے روح اور مادہ کا  
اختلاط بدترین صورتوں میں ہوتا ہے اور روح کو دوسرے جنم میں نہایت  
بری اور ناگوار حالتوں میں پہنچا دیتا ہے۔ اسوقت جبکہ ہمارے پاس عقل کا

ہماری کبھی دستگیر ہونے والی حکومت کی خواہش اور زر کی طمع ہمارے تمام مصائب اور دکھ کے باعث ہیں۔ ہم اپنے فرائض کو انجام نہیں دیتے ہیں۔ ہم اپنے وعدوں کو ایفا نہیں کرتے ہیں اور اپنے عہد ناموں کو جب وہ ہماری مفید نہیں ہوتے ہیں پانوں میں روند ڈالتے ہیں۔ تیسری ہم قانون اور انصاف کا ہی ہمیشہ راگ گایا کرتے ہیں۔ اور کبھی اپنی بدچلنی و راستبازی کا چلا چلا کر اعلان کرنے سے نہیں شرماتے ہیں۔ بچارہ بد قسمت اندھا انسان۔ یہ حضرت تو اپنی سخت سے اپنے اودا اپنے پیڑوسی کو ہی دھوکا دینے کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں بلکہ قوانین قدرت کی ہی آنکھ میں دھول ڈالنے والے ہیں بشرطیکہ انکو ایسا کر نیک کوئی طریقہ معلوم ہو۔ سب سے پہلی چیز جو انسان کو کرنی چاہیے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے سے دیانت داری کا برتاؤ کرے۔ چلبازی کے مسائل اور لوٹ کھسوٹ و طمع کے خیالات دل سے نکال کر حیات کے اصلی مقاصد کو اونکی جگہ قائم کرنا واجب ہے۔ کیونکہ جیسا کہ انجیل مقدس میں لکھا ہے (دیکھو متی کی انجیل باب ۱۲-۱۳- آیت ۲۶)۔

”اگر آدمی ساری دنیا حاصل کرے اور اپنی جان (روح) کا نقصان اٹھائے تو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔؟“

”اپنے آپ جی اور دوسروں کو بیچنے دے“۔ یہ ایک واقعی ایماندار روح کا سچا اصول زندگی ہے جس میں ہی زور آخری حصہ پر ہے۔ کیونکہ اگر دوسرے کی زندگی کی حفاظت کرنے میں تمہاری زندگی ختم ہو جاوے تو تمہارا اصلہ دوسرے جنہم میں حیات کثیر وافر ہوگا۔ لیکن اگر کہیں تم ایسے بد قسمت بنو کہ تمہیں اس دنیا میں اپنی مدت کے دنوں کو بڑھانی کی غرض سے کسی جاندار کا بلدان کر ڈالا تو تمہارے آگے سوائے دکھ اور درد کے اور کچھ نہیں ہے۔

دلوں کو بھی سائیس لکھش میں مداخلت کی اجازت نہیں دے سکتے ہیں۔  
 پس اگر کوئی صاحبِ میرے شاخ سے ریخہ خاطر ہوں تو میں صرف اونکو اس  
 اسکا اطمینان دلا سکتا ہوں کہ میری نیت کسی کے دل دکھانے کی نہیں ہے۔  
 مزید گفتگو ہمارے مضمون ہی سے جو تلاش حق ہے ممنوع ہے۔ اس خیال میں  
 کہ یہ مذہب کے سائیس کا سہ ہانت حرف آج کل کے جینوں کی ملک نہیں ہے  
 بلکہ ایک وقت پر گزشتہ زمانہ میں تمام بنی نوع انسان کو معلوم تھا اصلی شریعت پر  
 بلکہ یہ ناممکن نہیں تھا آجکل کے جینی ادا لوگوں کی اولاد ہوں جنہوں نے  
 معرفت کی مشعل کو حال کے تاریخی زمانہ میں ہی ادھوا یا ہے اور جو بد قسمتی  
 او سکوا ہی تک دنیا کے گرد نہیں پہنچا سکے ہیں۔ تب تو سلف کے زمانہ میں  
 آپ کے بزرگوں کا رموز حقیقت کا محافظ ہونا اتنا ہی قریب قیاس ہے  
 جتنا میرے بزرگوں کا یعنی آپ اور اسرار حقیقت اجنبی نہیں کہہ جاسکتے ہیں۔  
 ادا اب میں کچھ الفاظ حیات کے اصلی مقصد کے واقعی حصول کے لحاظ سے  
 کہوں گا۔ بلا شک مذہب سے کچھ فائدہ نہیں ہے اگر او سہر علی نہ کیا جاوے۔  
 محض بحثِ مناظرہ سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے حالانکہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ  
 جب اعتقاد ایک مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو وہ بغیر موکش دلائے نہیں رہتا۔ کیونکہ  
 انسان کے دل کے متعلق یہ ایک قانون ہے کہ اعتقاد کبھی نہ کبھی اپنے کو افعال  
 کی صورت میں ضرور بالظہور ظاہر کرتا ہے۔

اب اگر آپ اپنے چاروں طرف نگاہ اٹھا کر دیکھیں تو یہ بات ٹھیک کہ مذہب  
 وقتوں اور جہتوں سے ہیر پھری ہوئی ہے۔ ہر جگہ بربادی سوچ رہا ہے اور  
 انسانوں کے دل رخ سے زخمی اور تکلیف سے درد مند ہیں۔ یہاں فاقات کسی  
 دیوی دیوتا کی پہنچی ہوئی نہیں ہیں۔ خود حضرت انسان کا ہی ہاتھ لگا مستتب ہے

ہوئے جب پیر ایک مرتبہ اس کبھی کو چند قفلون میں لگا یا گیا تھا لیکن اس امر میں  
بہت شبہ ہے کہ اس وقت سے کسی نے آج تک اس کبھی کو پایا ہو یا اس سے  
کوئی نقل کہوئے گئے ہوں۔ آج وہ کبھی آپ کے ہاتھ میں دیدی گئی ہے۔  
جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں وہ کبھی لوہے یا پتیل کی نہیں ہے۔ نہ وہ کسی قیمتی دہات  
کی ہی ہے لیکن وہ معرفت کی کبھی *the way of knowledge* ہے  
جو خود روشن ہے اور اپنے گرد نواح کی چیزوں کو روشن کرتی ہے۔ ایسی  
نورانی چمک سے وہ دروازے اور قفل جو بیدی کی حیات اور نور کی درگاہ میں  
جانے سے مانع ہوتے ہیں صاف نظر آجاتے ہیں۔ یہی معرفت کی کبھی ہے کہ جسکے  
گم کردینے پر یونہی شیعہ عالموں کو ڈانٹا تھا جیسا کہ لاقا کی انجیل میں (دیکھو باب ۱۵  
آیت ۵۲) لکھا ہے:-

”اے شرع کے عالموں تم پر افسوس ہے کہ تمہیں معرفت کی کبھی کو  
کہو دیا ہے۔ تم آپ بھی داخل نہ ہوئے اور داخل ہونے والوں کو  
بھی تمہیں روکا ہے“

یہی وہ معرفت کی کبھی ہے جلاز سر نو ساخت کر کے تمہارے ہاتھ میں دیدی گئی  
ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اب تم کو اسکو بہر گم نہیں ہونے دو گے۔ اور اس کے  
دوبارہ ساخت ہونیکے متعلق عجیب بات یہ ہے کہ اسکو ابتدائیں *Doctor of Law*  
(ماہر ان قانون یا شریعت) نے کہو یا تھا اور اب اسکو بہر ایک *lawyer*  
(ماہر قانون یعنی بیرسٹر) نے از سر نو بنایا ہے!

میں امید کرتا ہوں کہ میں نے آپ کے سامنے معاہدہ اتحاد و اتفاق کی بچی  
تصویر کبھی ہے جیسا وہ واقعی ہے اور جیسا اسکو ہونا چاہیے کیونکہ مجھ کو ایسی  
بات کہنے سے جس سے کسی کا دل دکھے افسوس ہوگا۔ لیکن ہم محض سڑی بن رہے

زندہ دیوتا اور انسان اور جانور اور لوگوں کے کہل کو دین مصروف ہیں۔  
 بیان پر آپ گنیش جی کو ہندو درگاہ کے دروازہ پر عہد نشین پائینگے جہاں  
 آپ اندر کو آپ ہی اپنے گرد کھانکھوہ سے ہم بغل دیکھ سکتے ہیں جسکی وجہ سے  
 اسکے جسم پر بڑا داغ پھوٹے لکھے ہیں جو برہما جی سے پرار تھا کر نیکی وجہ سے  
 آنکھوں میں مبتلا ہوتے جاتے ہیں۔ یہودیوں کی درگاہ میں آپ باغ عدن کے  
 مع اسکے دونوں مشہور و معروف درختوں کے دیکھینگے اور آدم کے ممنوع پہلے  
 کہا نیکا ڈراما لکھا ہوا پائینگے۔ سامنے عیسائی مسیح کی درگاہ میں یردن ندی  
 کے کنارہ جس میں نہا نامک بھی منع تھا آپ یوحنا کو بپتسمہ دیتے ہوئے پائینگے  
 اور ایک جہانگیروں کو زندہ کرتے ہوئے اور کبوتر پڑی کی ہڈی کے مقام  
 پر جسمانی باہر آنا کو دیر آگ کی روپک صلیب پر چڑھاتے ہوئے دیکھینگے۔  
 اور عرب میں آپ کو مسلمان اور یہودی لوگ گائے کی قربانی کا جشن کرتے ہوئے  
 ملینگے۔ مگر ان درگاہوں میں سے بیدی والے مقام پر جائیکا کوئی راستہ نہیں ہے  
 بحر بعض پوشیدہ دروازوں کے جنگو اونکے کاریگروں نے ایسا چھپا یا ہے کہ  
 سوائے سوکشم و شمش (باریک بصارت) والے کے وہ اور کسی کو قطعی نظر  
 نہیں آتے ہیں۔ یہ درگاہوں کی زمین دوزہول بھلیان کل کی کل تارکی  
 میں ہے اور بیان جو کچھ روشنی ہے وہ صرف وہ ہی رنگین کمزور جھلک  
 بیدی کے اندر والے پرکاش کی ہے جو ان عجیب و غریب تصویروں اور  
 روپوں (personifications) کو روشن کر رہی ہے  
 اور ان میں سے چہن کر آرہی ہے۔ بیدی میں جانے کے لیے ایک کنجی  
 تہی جو سابق میں ہر معبود کو معلوم تھی لیکن وہ عیسائی سمیت کے بہت پہلے  
 کہوئی جا چکی تھی گو کہ وہ از سر نو اس وقت بنائی گئی تھی۔ قریب ۳۳ برس

کوئی دیکھ کر مرخص کیا بیرون کے مقام سے چل دی میں گزرنے وقت کسی خاص  
وجہ کی صورت کی طرف معمولی طور سے ذرا دباؤ متوجہ ہو گیا ہے۔

اب مختلف مذاہب کے آپس کے تعلق پر غور کرتے وقت یون کہنا انسب  
معلوم ہوتا ہے کہ مذہب مثل ایک صمد کے مندر کے ہے جو ایک خوشنام شہر میں  
واقع ہوا وہاں دانشمندی اپنی دوام کے جاو جلال کے ساتھ صمد نشین ہے۔

یہ سترک میں بانی (شرقی) ہے جو تہنک سے پیدا ہوتی ہے جنگی پوجنے قابل  
مودتی مند کی بیدی میں لوگوں کی بہت بڑا ہانے امدید استی کی طرف رہبری کرنا  
کے لئے براجمان ہے۔ بیان پر عقل کا پرکاش اتنا تیز ہے کہ بہت کم لوگ اس جگہ تک  
بغیر جذب ہونے کے پہنچ سکتے ہیں لیکن شہر کے مختلف مقامات سے متعدد دھوکے

ہونے راستہ میں جو ایک زمین صمد گاہوں کے سلسلہ کو جاتے ہیں ان درگاہوں کی  
دیواروں پر بہت سے دیوتاؤں اور انسانوں کی تصویریں ایسی کا دیگری کے  
ساتھ کہیں بھی گئی ہیں کہ گواہ رہے ہیں۔ اس جگہ ہر قوم کی درگاہ علیحدہ ہے۔

بیان پر مدیک مست کی۔ یہودیوں کی۔ پارسیوں کی۔ عربوں کی اور بہت سی  
دھرم و دھارم ہیں جنکو مختلف قوموں نے بنایا تھا جن میں بعض کا تو اس  
نام دشمن بھی باقی نہیں ہے۔ یہ سب درگاہیں بیدی کے نیچے کے حصہ کے

اور دیگر دھرمی ہوتی ہیں کہ جہاں حق کی مودتی پر جن بانی دیوی صمد نشین ہے  
اور ان درگاہوں کی دیواروں کے اوپر جو دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بنی ہوئی  
ہیں اور انکو ایسی عمدگی سے پڑانے مصوروں اور سنگتراشوں نے دیوار کو کہہ کہہ

بنایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے مقام پر بالکل ٹھیک ٹھیک بنایا جاتی ہے۔  
اور انکی کاریگری اس قدر عمدہ اور انکی مصوروں کا کمال اس قدر اعلیٰ حد ہے کہ اسے  
ہر کوئی انسان کی بنائی ہوئی تصویریں نہیں معلوم پڑتی ہیں بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ



جگہ سے اور سخت دشمنی آپس میں پڑ گئی۔ ساتھ ہی ساتھ ہزار خان لوگوں کی تعداد کم ہوتی گئی اور بالآخر نو بت پہلا شک ہو چکی کہ ہر کسی راز دان کی عوام کے سامنے اصلیت حال بتانے کی جرأت نہیں رہی۔ اس وقت سے عارفون نے خفیہ تعلیم کو فائدہ مند سمجھا اور اسکے لئے ہر جگہ درس گاہ اور عمارتیں قائم ہو گئیں۔ یہ مختلف ملکوں میں مختلف ناموں سے نامزد ہوئیں مگر مطلب سب کا ایک ہی تھا کہ حیات یعنی فرزند یا خدائے فرزند کو مردہ حالت سے زندہ کریں۔ اس وقت تک ترنہنگریگو انون کی صاف صاف علمی تعلیم کے ماننے والوں اور دیوی دیوتاؤں کے شاستروں کے راز دان لوگوں کا تفاوت ہی بہت بڑھ گیا تھا جس کے بڑھانے پر آخر الذکر لوگ جنگو اپنے موکلوں کے سامنے اپنی بات کی پریتیت رکھنے ضروری تھی مجبور تھے۔ پس یہ باتیں یوں ہی ہوتی رہیں بالآخر شاخ درخت سے اپنے نہیں علیحدہ سمجھنے لگی اور اب اپنے مخرج سے اپنے تعلق کو چلا چلا کر الکار کر ڈالیں مصروف ہے اور کبھی اسکو ناشک اور کبھی غیر مقرر اور کبھی خلاف دھرم کہتی ہیں جدید کلمے ہماری کہنچی ہوئی مذاہب کی بنیادیں دہین کہ جو یا تو بطور ریفارم موجودہ عقائد کے ہیں اور یا ایسے ہیں کہ جنہیں قدیم مذاہب کی بہت ہی کم مشابہت پائی جاتی ہے۔ انکی ابتداء الہام سے نہیں ہے اور انکا علم بیشتر حصہ کسی قدیم شاستر کی غلط تعبیر سے جس سے انہوں نے اپنے کو دابستہ کر لیا ہے پیدا ہوا ہے قصہ مختصر انکی وہ حالت ہے کہ جیسے یہ ابھی جلدی میں کتب مقدسہ کی لفظی تعبیر کے زمین دوز اندھیرے راستہ میں ہو کر مناظرہ میں داخل ہوئے ہوں اور اب لسانی کے ساتھ ان مصنوعی دھوکہ کی صورتوں کے بارہ میں جنگو انہوں کو راہ میں دیکھا اپنی رائے کا اظہار کر رہے ہیں۔ بلاشبہ کہیں کہیں چکوانکی تقریر میں واقعی دانشمندی کی جھلک بھی نظر آتی ہے لیکن یہ اسکا ہی موقع پر ہو کہ جہاں

بے شک سب سے بڑا پروفیسر یا مرشد دھرم کا ترہنکر ہی ہوتا ہے جو بہا متا پن  
 اور ہمہ دانی کو حاصل کرتا ہے جس سے نہ تو کوئی مدد جہد تر ہے اور نہ علم زیادہ کمال۔  
 مرشد کا کلام لوگ دور دراز تک پہنچاتے ہیں اور اوسکو شاسترون کے ذریعہ  
 محفوظ رکھتے ہیں جنکو اوسکے لکھنے والے اپنی قابلیت اور مرضی کے مطابق مختلف  
 طریقوں پر لکھتے ہیں۔ موجودہ کال میں جو کچھ ہوا ہے وہ ایسا معلوم پڑتا ہے کہ شاعر  
 ایک جامع کلام الہی کی زینت میں مشغول ہو گئی اور اوسکے ادب و انہون ذریعہ  
 افسانے تصنیف کئے۔ یہ بہت مرغوب ہوئے اور لوگوں کو ایسے پسند آئے کہ ہر فرقہ  
 اور ملک کے لوگوں نے اعلیٰ ترین کمال حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت  
 لیجانا چاہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دھرم کی اصلی تعلیم انسانی خیال اور شاعرانہ بندش کی  
 بلا فرط اولاد کے پیچھے دب گئی اور کچھ عرصہ کے بعد لوگ اوسکو بالکل بھول گئے۔  
 وقت کے گزرنے اور انسانی تقدیر کے انقلاب سے جا بجا بت خانہ اور مندر جنہیں  
 ان انسانی خیال سے پیدا ہوئے دیوی دیوتاؤں کی مورثین سہا پن کی گئیں بن گئے۔  
 یہاں پر ناواقف عوام کا بھی گزر رہا جنکو انجام کار ان انسان کے بنائے ہوئے  
 دیوتاؤں کی پرستش کی ترغیب دی گئی۔ پھر ناواقف عوام کی باری آئی۔ کیونکہ ایسی  
 کفر پرستی کی عبادت کے انسانوں کے دل میں رسوخ کر لینے سے جو بجا ریون کی آمدنی  
 کا ذریعہ ہو گئی تھی ایک تیز تفریق ادن میں جو راز سے واقف تھے (یعنی اصل مطلب کے  
 سمجھنے والوں میں) اور جہالت میں پڑے ہوئے عوام میں (خیالی روپکون کو واقعی  
 دیوتا ماننے والوں میں) جو تخیالوں کے بجا ریون کو مذق ہو جانے والے بھی تھے  
 پیدا ہو گئی۔ طبع کے انش غنہی جہر گرد اور چلیے کا رشتہ قائم ہوا اپنا اثر دکلا یا۔  
 کچھ عرصہ میں غلطی کا سیدھا نت سب لوگوں میں پھیل گیا جنکو حقیقت کا علم نہ تھا اور  
 مخالف رائے کے لئے لوگوں کے دلوں میں تخیل بڑھ چکے باعث بڑے بڑے

ہو علم) سے امتیاز کرنا چاہیے۔ آپت کہن (ترتیب کہن کہن) چیزوں کی اصلی سرورپ کو سائنس کے طریق پر بیان کرتا ہے مگر وہ دلیل کی قیل و قال سے مستبراً ہوتا ہے۔ اصلی شرعی کی جتنی علامات کا تذکرہ میں پہلے کر چکا ہوں وہ سب اسکے ایک واقعی سائنس ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ آج کل کے لوگوں کے اہام کے بارہ میں عجیب و غریب خیالات ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ سرشتی رہنے (ابتداء و آفرینش) سے پہلے ایک مرتبہ الہام ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک آسمانین حکمران ایثار کا کلام ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ وہ قدرتی طور سے انسان کی کچھ کے باہر ہونا چاہیے کیونکہ محدود عقل وائے کی گہرے میں غیر محدود علم وائے کی بابت کیسے آدے لیکن یہ سب محض قیاسی باتیں ہیں۔ دی پرینیٹ ہسٹری اور ہیولت ویک نامی کتاب میں جس سے آپ پہلے ہی واقف ہو چکے ہیں اصلی شرعی کی علامات اس طور پر درج ہیں۔

دو شرعی پرمان سنسکرت منطق کے چہرہ قسم کے پرمانوں میں سے مثلاً مشاہدہ..... ایک قسم کا ثبوت ہے۔ آپت یعنی کسی علمی طور سے سچے علم کے پروفیسر کی اس علم کی تعلیم جس سے وہ علمی طور سے واقفیت رکھتا ہے شبہ (شہادت) یا شرعی پرمان کہلاتی ہے۔ آپت کی تعلیم صرف علمی تعلیم ہوتی ہے جس سے علمی تجربہ یا عمل کرنے سے علمی یقین آپت کے درجہ کا ہوتا ہو..... لفظ رشی سے مراد اس شخص سے ہے جس نے واقعی علم کو ذاتی تجربہ سے حاصل کیا ہو اور اسکے ایسے تجربہ کا بیان پہلے اسکے چلیے شرعی یا سننے سے حاصل کرتے ہیں اور بعد کو اُس پر عمل کر نیسے ویسی ہی رشی یا پیغمبر ہو جاتے ہیں جیسے لوکا مرشد (لوک پوجیلا۔ صفحات ۱۲۵-۱۲۶)

کم ہوگی۔ اور

(۷) من کی شانتی کے بارے میں جو بغیر مذہب کے قریب قریب ناممکن ہے اور جو بہر حال آجکل کی زبردست تیز رفتار تہذیب سے گٹ گٹ کر فنا ہو رہی ہے۔ یہ نقائص ہندوستان اور بعض بعض اور ممالک میں بہت صاف طور سے دکھائی پڑتے ہیں۔ لیکن باقی ملکوں کی باری بھی آیا ہی چاہتی ہے۔ مذہب اور پریشانی کی بنیاد تو یورپین مہابھارت مغرب میں رکھی ہی چکی ہے اور بربادی کے کام کو پورا کرنے کے لیے سوڈان تہذیب کی روش اور اسکے مادی پولٹیکس اور مقاصد جو کسی کو عرصہ تک آرام سے رہنے نہیں دیتے ہیں کافی ہیں۔ مذہب کی ایک یہ بھی پیشین گوئی ہے کہ آج سے قریب ۸۵۰۰ برس کے بعد آگ اس دنیا سے محو ہو جاوے گی اور یہ امر عجیب معنی ہے کہ کوئی بہت جلد ختم ہو جا رہا ہے۔ اسکی اصلیت خواہ کچھ ہی کیون نہ ہو مگر میں بیان پر آپ کا دل پیشین گوئیوں سے بہلانے کو نہیں کہڑا ہوں۔ یہ بڑا وقت ہے اور اس سے بھی بڑا آگے آنے والا ہے گو کہ یہ ضروری ہے کہ وقتاً فوقتاً ہمارا نیچے کی طرف کا گرنا رکنار ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ آجکل ہمارے درمیان میں کوئی ترہنکر نہیں ہیں اور نہ کچھ عرصہ تک ہونگے۔ جین شاسترون کے بموجب اب آئندہ اول ترہنکر بھگوان آج سے قریب ۸۵۰۰ برس کے بعد اس گہشتی کے پھرے کے بدل جانے پر ہونگے۔

ایک ایسی دنیا میں جسکی ابتداء اور انتہا نہیں ہیں مذہب کی ابتداء کا خیال بے معنی ہے۔ جب کوئی روح ترہنکر کے درجہ کو پہنچتا ہے تب وہ جیات (روح) کے صفات کے متعلق سچے علمی اصولوں کو از سر نو لوگوں کو سمجھاتا ہے اور ان علمی اصولوں کا ہی نام انکی مجموعی حیثیت میں مذہب ہے۔ ترہنکر بھگوان کا کلام شرتی کہلاتا ہے جسکا سمرتی (حافظ یا حافظہ کی مدد سے حاصل کیا

..... جب آسمان تین برس اور چھ مہینہ بند رہا تھا اور جب

زمین پر سخت کال تھا.....» (دیکھو تو قاضی کاخیل باب ہم آیت ۳۹)

ساڑھے تین سال کے ۴۲ ماہ ہوتے ہیں جسکو ایک ایک ہزار سال مانتے ہیں سب  
... ۴۲ سال ہوتے ہیں۔ اس کا مفہوم خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ ظاہر ہے  
کہ گذشتہ دو ہزار پانچ سو برسوں میں انسانوں کی حالت امور ذیل کے بارہ میں  
بہت خراب ہو گئی ہے۔

(۱) مذہب کے بارہ میں جو قریب قریب بالکل ہی معدوم ہو گیا ہے اور جسکی  
جگہ روح سے منکر مادہ پرستی کا فلسفہ یا افسانوں کے پیرائے میں لکھ ہوئے  
شاستروں کے دیوی دیوتاؤں کی جاہلانہ عبادت قائم ہو گئی ہے۔

(۲) راستبازی کے بارہ میں جو روز بروز کم ہوتی جاتی ہے اور جسکے بجائے  
چہل و دغا انسانوں میں بڑھتے جاتے ہیں۔

(۳) ہمت اور آسودگی کے بارہ میں جو صرفہ کے بڑھنے سے نہایت تیز رفتاری  
کے ساتھ روانہ ہوتی جاتی ہیں۔

(۴) عقل کے بارہ میں جسکے سب سے زیادہ مشہور و معروف نمونہ نے حال ہی میں  
اس امر پر اپنا اطمینان کر لیا ہے کہ دنیا کے مذاہب کے بانی شروع قوم کے نیم وحشی  
انسان تھے جو علم اور تہذیب کے بارہ میں محض طفل شیر خوار تھے۔

(۵) سائنس کے بارہ میں جو بالآخر اس خیال سے اپنے دل کو تسکین دیتا ہے کہ  
قبور میں پہونچکر راحت کا دائمی انجام ملیگا اور روح کوئی چیز ہی نہیں ہے جسکی  
آئندہ کی پہوودی کے لیے کوئی شخص اپنے کو پریشان کرے۔

(۶) جسمانی طاقت کے بارہ میں جو بعض بعض مقامات پر نمایان طور سے بہت کم  
ہو گئی ہے اور جو فاقہ کشی و باؤں اور رات دن کی لڑائیوں کی وجہ سے اور بھی

رہتی ہے۔ یہاں پر ہمارے سامنے (۱) سیدھ بیگوانون یعنی ترہنکر دن کا بتایا ہوا سیتہ دہرم سے جہنوں نے خود اوس پر چلکر پرماتما پن کو پر ابھت کیا۔  
[تیبہ پرماتماؤن کی شہادت ہوئی]۔

(۲) اس سیتہ دہرم کی پوری تائید مشاہدہ و تجربہ قدرت کرہوتی ہی [تیبہ سائیںس]۔  
(۳) عقل کا ہی پورا پورا اتفاق پوری جہان بین کے بعد پرماتماؤن کے کلام سے ہے [تیبہ منطق ہوا]۔ اور

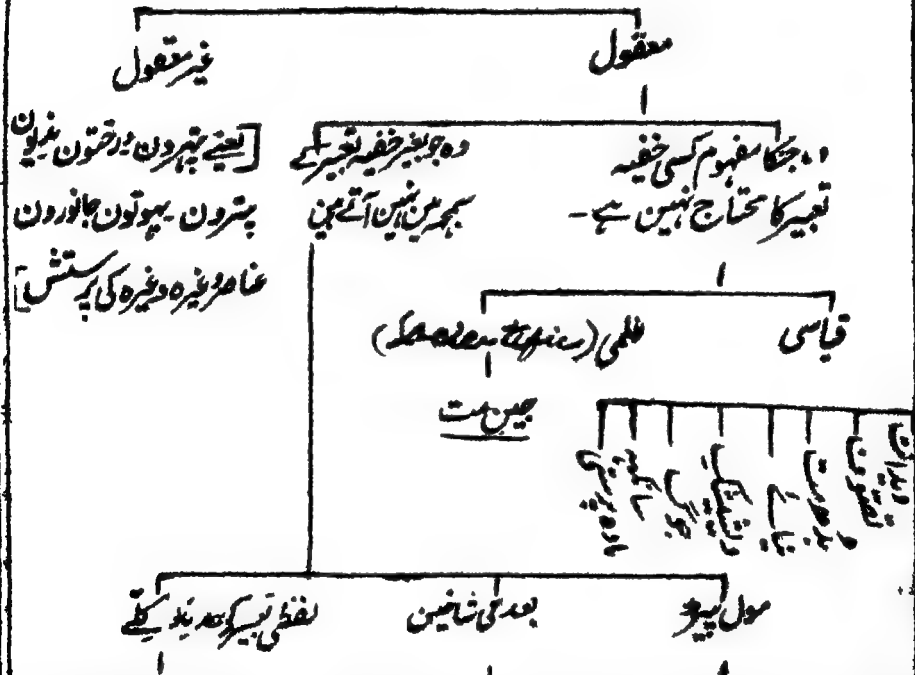
(۴) سب سے بڑی بات واقعی تائید جو سب قدیم مذاہب بلا کسی استثناء کے سیتہ کے سیدہ پانت کی کرتے ہیں جس سے نہایت ہی صاف طور سے سابقین تمام بنی نوع انسان کا دہرم کی سچائی اور اوسکی علمی منفعت کا شاہد ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ آجکل ہلوگون میں کیوں ایسے ہمہ دان مرشد جو ہمارے جہگڑون کو مثالیں نہیں ہوتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آجکل کے دن بہت برے دن ہیں اور آئندہ ان سے بھی بڑے دن آئیں گے ہیں۔ اس زمانہ کو گتیشیا کی قابلیت نہیں رکھتے ہیں۔ اور ہمہ دانی بڑی کھٹن پتیشیا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ چونکہ آجکل اصلی تپتوی نہیں ہو سکتے ہیں اسلئے آجکل ہمہ دان مرشد ہی نہیں ہو سکتے ہیں۔ یہ زمانہ جس میں سے ہم گذر رہے ہیں دراصل بڑا ناقص ہے۔ ہمارے حصہ دنیا میں سے آجکل کوئی شخص ہو کش نہیں حاصل کر سکتا ہے۔ اس سے بھی بڑا وقت آگے آئیں گے۔ اس کئی برس وقت کی تعداد ۲۰۰۰ سال کی ہے جس میں سے ۲۵۰۰ برس گزر چکے ہیں۔ اس زمانہ کے بارہ میں بہت پیشین گوئی ہے کہ اس میں کوئی شخص دنیا کے اوس حصہ میں سے جس میں ہم رہتے ہیں زمانہ حاصل نہیں کر سکیگا۔ اس پیشین گوئی کا خفیہ حوالہ انجیل مقدس کے شے ہمد نامہ میں ہی آیا ہے جہاں پر کہا گیا ہے کہ

آپس میں ملاپ کرایکا پتھا ذریعہ ثابت ہوا ہے ظاہر ہے۔ درحقیقت ترہشکریہ مذہب ہی وہ دربار ہے جہاں اور سب مذاہب ملکر ایک دوسرے سے ہاتھ ملا کر مصافحہ کر سکتے ہیں۔ یہ آپس کا ملاپ جسکو اتحاد المخالفین کے نام سے میں نے نامزد کیا ہے کسی دوسرے دربار میں ممکن نہیں ہے۔ اور یہ اسوجہ سے نہیں ہے کہ اور مذاہب میں مروان کے فراہم ہونے کے لئے جگہ نہیں ہے۔ نہ اسوجہ سے ہے کہ وہ سب کے سب ایک دوسرے سے بغض و عناد کہتے ہیں نہ اسوجہ سے کہ انکی خواہش آپس میں لڑتے جھگڑتے رہنے کی ہے بلکہ اسوجہ سے ہے کہ وہ سب ایکانت داد کے ماننے والے ہیں جو ایکانت داد کا ہمیشہ کا دشمن جانی ہے ان دونوں طریقوں کا فرق اسطور پر ہے کہ جب کہ وہ لوگ جو جین مت کے مرید نہیں ہیں اپنے مت کی سچائی اور دوسرے مذہب کی قطعی دکھائی تکذیب پر اصرار کرتے ہیں جین مت کا پیرو جو ایکانت کا تدارح ہے اپنے کو اس امر کی تلاش میں مصروف کرنا ہے کہ دیکھیں مخالف کی رائے کسی پہلو سے ہنسٹیک تو نہیں بیٹھی ہے۔ آپ کے سامنے ان لکچرون میں جین مت کی تفتیش کا خلاصہ موجود ہے۔ مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ تمام مذاہب کا جین سدھانت کے اصولوں پر خوش کن اتفاق ہے گو یا ہر قدیم مذہب اس ہرم کو سدھانت کی تعظیم کرنے میں دوسروں پر سبقت یجانا چاہتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خالی یہہ امر ہی دوسروں کے پہلو خیال کے سمجھنے میں پیش آینوالی وقتوں کا کافی صلہ ہے۔ اور ہمارے ذاتی اطمینان کے بارہ میں بھی ہمارے لئے کافی گارنٹی صحت کی (۱) سائیس (۲) منطق اور (۳) معتبر شہادت کے منتفق ہونے میں ملتی ہے اور جیسا کہ دوسرے لکچر میں کہا گیا ہے جس امر پر ان تینوں کا اتفاق ہو جاتا ہے وہاں شبہ و بحث کے لئے قطعی گنجائش نہیں

مستند تھے جو بعد کو آئے۔ وہ سجادہ تھے اور نہ اوہوں نے اپنی بنیادوں کو خود کوٹا  
 اوہوں نے صرف اپنے عقیدہ میں کئے بنائے ہوئے سچائی کے محل کی زیبائش  
 و آرائش کرنے پر قناعت کی۔ تب وہ علمی ذخیرہ کہاں مل سکتا ہے۔؟ اور فسانہ  
 سازوں کے پیشروان کون لوگ تھے۔؟

آئیے ہم مذاہب کی قاعدہ سے ترتیب دین تاکہ اوس سے گذشتہ کا حال سمجھ میں آوے  
 ذیل کی ترتیب ہمارے ادون شاخ کے مطابق ہے جو ان لکچر دن میں ہم نے نکالے ہیں۔

### مذہب



دیکھ کر ہم پادریوں کی بات دیکھ کر تعجب و حیرت ہوا کہ مذہب اسلام  
 مت نامہ مست دیو

جین مت کی وقعت کا اندازہ ہمارے تیسرے لکچر کے مضمون سے جس کو ہم نے  
 سائنس کے نام سے نامزد کیا ہے اور جو قابلہ کرنے کے لیے ایک سچی کسوٹی اور



بادون کی ناممکن حالت سے بہ نسبت ظہور سرزمین کے زیادہ موزوں شہر تھا۔  
 انسان کے ابتدا کے نیم پخت خیال کا نتیجہ قرار دین۔ اس مسئلہ کوئی اصلیت نہیں تھا۔  
 گوکہ ایک زمانہ میں وہ اصلیت تھی۔ ہیکو یہ بات جان لینی چاہیے کہ ایک وقت تھا جبکہ  
 وہ ظاہر بادون کا مقام ایک واقعی چیز تھی۔ یہ جان لینا چاہیے کہ نہ شاعری کی  
 بلند پروازی اور نہ چہل و قدم ہی اسکے پیدا کرنے والے تھے۔ انسانوں میں تو  
 کہتا ہوں کہی چوٹی کیون کو ایمان نہیں بنایا۔ اوہنوں نے کہی بے بنیاد افسانوں  
 کے لیے اپنی جانوں کو خطرہ میں نہیں ڈالا۔ انسان ہر زمانہ میں اور خاص کر کے  
 شروع کے قدیم زمانہ میں جبکہ غول و ٹہٹھے بازی نہ تھی وہو کہ باز کو پیچا پانتے  
 رہے ہیں اور وہو کہ باز سے نفرت کرتے رہے ہیں۔ ہیکو دیکھنا چاہیے کہ آیا ہم  
 وہو کہ بازی اور تہا مرانہ بلند پروازی کے سوالات کو چھوڑ کر اس دور دراز بن پستی  
 کے زمانہ کی آسانی سے سمجھ میں نہ آنے والی آوازوں کو محبت کی توجہ سے ساتھ  
 حکم سے کم اتنا نہیں سمجھ سکتے ہیں کہ اوکے اندر ایک قسم کا واقعہ ضرور تھا اور  
 یہ کہ وہ بالکل چوٹ اور خطیوں کا کلام نہ تھیں بلکہ اپنے سادے ڈھنگ میں  
 سچ اور قرین قیاس تھیں۔ (Homo and Hero - No more)  
 کارلائل کو ادون لوگون کے عقاید کی جگہ بت پرست کہنا ہے اصل تغیر تو معلوم نہ تھی کہ  
 اسکی دماغ کی وقعت اس امر سے کچھ کم نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ گوہ مذہبی افسانوں کی  
 زبان کو نہیں سمجھ سکتا ہم اسکو اس امر کا پورا یقین تھا کہ ان دیوی دیوتاؤں کی رعایت  
 کی بنیاد واقعی دانش تھی۔ مگر آپ شاید یہ پوچھیں کہ وہ واقعی دانش وہ علمی ذخیو حکم  
 اور مذہبی افسانوں کی بنیاد کا ٹیم کبھی تھی اب کہاں ہے۔؟ اس کا کیا سبب ہے  
 کہ ہمارے پاس صرف افسانہ ہی افسانہ رہ گئے ہیں اور علمی ذخیو جاتا رہا ہے۔  
 جواب یہ ہے کہ افسانہ سنا خود موجود نہ تھے بلکہ صرف اعلیٰ درجہ کے

# نوان لکچر

## نتائج و خلاصہ

ہمارے محنت اب ختم ہونے کو ہے۔ یہ آخری لکچر ہے جو مجھے آپ کے سامنے دینا ہے۔ مجھے دیکھا ہے کہ مذاہب عوام کے خیال سے کس قدر مختلف ثابت ہو رہے ہیں اور یہ بھی کہ وہ کیسے ایک ہی تعلیم ایک ہی اصول ایک ہی عقیدہ ایک ہی مسئلہ مختلف ناموں اور شکلوں اور جلوں میں فی الواقع ہے۔ مذاہب ایسے مخالف جیسے ہندو مت کہ جسے گائے کی وقعت کو مذہبی تعظیم کے درجہ تک پہنچا دیا اور اسلام جو انکی قربانی چاہتا ہے طریقے ایسے ناموافق جیسے عیسائیوں کا دہرم جو عیسائی کو خدا کا رکھنا مانتے ہیں اور یہودیوں اور اورٹوڈوں کے مذاہب جو خدا کے عورت یا لڑکے کسی کا وجود ہی نہیں مانتے ہیں ایک ہی مورث یعنی سائنس مذاہب کی اولاد آپس میں بہائی بہائی پائے گئے ہیں گو کہ وہ اب بوجہ اپنی بیرونی پوشاک و مضمون چہروں کے اور نیز اپنے اپنے پارٹ کے جنکو وہ افسانہ سازی کی اسٹیج پر زمانہ قدیم سے پلے کرتے و کھیلے رہے ہیں اپنی اس قریب کی رشتہ داری سے بے خبر ہیں۔ کیونکہ خواہ اسکے برخلاف آپ کچھ ہی کیوں نہ کہیں صحیح امر یہ ہے کہ مذاہب کے سائنس کا سیدہانت دنیا میں اوس وقت سے پہلے جبکہ لوگ اونکے اصولوں کو افسانہ سازی کے سانچہ میں ڈھالنے بیٹھے ضرور موجود ہوگا۔ افسانہ و تمثیل اصل امر سے پہلے نہیں ممکن ہو سکتے ہیں۔ البتہ اصل امر افسانہ و تمثیل سے پیشتر ہوتا ہے۔ وہ انگریزی مصنف طامس کارلائل جو اپنی ذہانت اور باریک بینی کے لیے مشہور ہے لکھتا ہے "یقیناً یہ کوشش غلط ہوگی اگر ہم اوس دور دراز گذشتہ دیوی دیوتاؤں کی گڑبڑ جہاں کو جسکی تشبیہ

یہاں راستہ ہو سکتا ہے۔ اصلی مارگ بچے اعتقاد بچے گمان اور بچے حادثہ (یعنی عمل) کے ملنے سے ہوتا ہے۔ ہر ایک پیشتر کے لکچر میں دیکھ چکے ہیں۔ بیگنی پوک ہی ضرور بہت ضرور ہوتا ہے۔ اگر اس کا ٹینک طریق پر استعمال کیا جاوے۔ بیگنی کا مطلوبہ کوئی حیاتی دعوہ ہو تا نہیں ہے بلکہ خود ہیئت کی ہی آتما ہے کہ جب تک اس میں کامیابی نہ ہو اس وقت تک ترہنکر ہوگا ان کو ہی جسے اللہ کوئی گڑبڑ نہیں ہو سکتا کہ اور شے مانکر اکی بیگنی کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف زور کے ساتھ بتاتا ہے (سورہ البقرہ) :-

”و خدا کا پیشمرہ۔ اور خدا سے زیادہ قابل کون پیشمرہ دیتا ہوا

ہو سکتا ہے۔ اور ہم اس کے خادم ہیں“

یسوع کی سوانح عمری ترہنکر ہوگا ان کے جیون کا اعلیٰ درجہ کے انکار میں غلامی اور یہودیوں کی زبان میں اور یہودیوں کی کوتاہیوں کو لیے ہوئے فتح مذہبیت کا پریشور کی فرزندگی کا اور پر تاہن کے روح انسان میں آشکارا ہو ٹیکا اعلیٰ اور علیٰ ہو۔ یقیناً

”..... میں تم سے کہتا ہوں کہ یہاں وہ ہے جو ہیکل سے ہی بڑا ہے

لیکن اگر تم اس سے معنی جانتے کہ میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں

تو بے حضور دن کو حضور دار نہ ٹھیراتے“ (دیکھو مٹی کی انجیل باب ۱)

آیات ۷، ۸ -

چنانچہ پر ماتاؤن کے فتح کے جہنم دن پر لکھا ہوا سچ کا اعلان حیات اور خوشی کا مشردہ ہے جو انہما پر بود ہر مار گھسی کو ایذا نہ پہنچا تاہی سب سے اعلیٰ دہرم ہے) کے قین نہایت ہی خوشگوار اور شیرین الفاظ میں یہ جاندا کہ زندگی کی خوشخبری دیتا ہے اور اس کے اوپر عمل کرنے والے کو پر ماتا کی بادی زندگی -

میں قندھار میں۔ میں گمان اور دشمن کے گون والوں۔ باقی تمام اشیائے عریضہ  
 وہ میری ذات سے علیحدہ ہیں۔ اور کرموں سے ادب (پیدا) ہوئی ہیں۔ اس طرح ہر  
 شے کو اپنی آتما کا تصور کرنا چاہیے۔ تصور کے تابع ہونے پر ایک ذقت ایسا آدے گا جب  
 وہ جان کرنے والا خود وہ جان کی صورت میں ہے ہو جاوے گا یعنی جب عارضی ذات و حاکمی  
 اہلیت میں جذب ہو جاوے گی۔ بیان پر طالب و مطلوب ایک ہو جاتے ہیں۔ بہتیت خود  
 اپنا ارشٹ دیو بن جاتا ہے (دیکھو آتم دھرم صفحات ۲۹-۲۰)۔ مطلب یہ ہے  
 کہ اہلیت اور آورش کی ایکتا ہو جاتی ہے یعنی شدہ آتم در یہ (جو نہ روح م  
 پر انما کی صورتی کے سانچہ پر کر دیا ہی ہو جاتا ہے۔ صاف الفاظ میں جو آتما اب  
 پر مانتا ہو جاتا ہے۔ اس ہی کو انجیل مقدس کی زبان میں حیات میں داخل ہونا کہا ہے اور  
 اس میں زندگی اور خوشی کی اتنی افراط ہوتی ہے کہ جنہوں نے اس کو ایک لمحہ میر کے لیے بھی  
 محسوس کیا ہے وہ اس سے ہمیشہ کے لیے مستغنی ہو گئے ہیں۔

یہ بیان مختصر طور سے وہ بیان کا ہے جو پر مانتا ہے مگر اصول کا ایک ہی ذریعہ ہے۔  
 باقی دو ذرا ایہ سخات یعنی پاکیزگی اور تپ کا تذکرہ ان لکچروں میں کافی طور سے  
 اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ پاکیزگی اور تپ کا اصلی مطلب  
 کلیتاً اندرونی ناپاکی کے دور کرنے سے ہے نہ کہ بیرونی فحش (جسم) کے دھونے سے  
 یا طبع طبع کے آسن لگانے سے۔ آسن لگانا فادہ کشی وغیرہ سب بلاشبہ روحانی ترقی  
 کے لیے ضروری اُمود ہیں۔ لیکن یہ سب خالص تصور کے لیے مددگار ذریعہ ہیں جو فی الواقع کوشش  
 کا اصلی سبب ہے۔ کیونکہ بغیر من بچن اور کاسے (جسم) کے قابو میں لانے کے تصور کا قیام  
 ناممکن ہے۔ لیکن جان تصور ہی نہیں ہے وہاں جسم کو ایذا اور روح کو تکلیف دینے سے  
 کیا فائدہ۔ نہ تو مارج یوگ (صرف من کے ذریعہ وہاں کرنا) اور نہ ہٹ یوگ (بعض  
 جسمانی تشنیا) ہی اس لیے سود مند ہو سکتے ہیں۔ اور نہ صرف گیان یوگ (حصوں علم آہی)

قاعدہ کے مطابق زندگی بسر کرنا اور عمدہ توہین پوریں کرنا ہر چیز کے تحت  
استعمال میں ہے کیونکہ اس کے استعمال سے من کی شانتی جاتی رہتا ہے جذبات نشہ  
ہو جاتے ہیں اور وہ نازک اور لطیف دماغ کے اور بنڈیاں جیسے روح میں سے جوڑی ہوتی  
کثیف اور گندے ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے توجہ پیرا اندر آتا کی طرف نہیں آتا  
پاتی ہے۔ انجیل مقدس میں نینسیاہ بنی نے کیا خوب کہا ہے (دیکھو بات کیا ہے)۔  
میں یہ بھی شراب کے سبب سے خطا کرتے ہیں۔ دینے نشہ سے  
ڈر گھبراتے ہیں۔ بھاری اور بستی نشہ سے خطا کرتے ہیں۔ وہ مے سے  
مغلوب نشہ سے رکھڑاٹے ہیں۔ ان کے رویہ غلط ہوتے ہیں انکی عقل  
ٹھوکر کھاتی ہے۔

”کیونکہ سب دسترخوان تھے کے بادہ سے لہے ہوئے ہیں اور گندگی  
سے بہرے ہوئے ہیں حتیٰ کہ کوئی ٹکڑا بھی صاف نہیں ہے۔“

یہ تذکرہ وہ بیان کے بیرونی ذرا علیہ کا ہوا۔ اس کے اندر دنی ذرا بیرون میں بعض خدائی  
اشکال میں جکا تصور آتا ہے آخر یہ تو (محسوس کرنے) کے لیے نہایت کار آمد ثابت ہوا اور  
ایک بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے جسم کے اندر ایک خالص نور مجسم پر مانتا کا جسکی  
ذات اعلیٰ فہم اعلیٰ شکوہ اور اعلیٰ شانتی کا خزانہ ہے تصور کرے۔ اس کا تصور آنکھوں کو  
قدر سے بند کر کے اور توجہ کو اندر کی طرف لگا کر کرے۔ اگر اس کے ساتھ یا اسکی قیام  
کے لیے الفاظ کی ضرورت پڑے تو صرف وہی الفاظ استعمال کیے جاویں جو درج  
کے اصلی صفات کو ظاہر کرتے ہیں مثلاً اوم۔ سوہم۔ ارنہ۔ سیدھ۔ پر مانتا۔

وغیرہ وغیرہ۔ ذیل کا شلوک خاص کر کے وہ بیان کے لیے موزوں ہے۔  
ایک ہم نر پاشہ ہو گیا ن درشن لکشا، شیشاے باہرا پاد اسر و کس جو لکشا  
اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک ہون میں (میں سے) پاک ہوں۔ میں پر مانتا ہوں۔

لذات کی قربانی کی۔ نہیں ذات تھے قربانی ہی نہیں کی  
جب تھے کنکریاں پیونکی تو کیا تھے اپنے نفسانی خیالات کو اپنے  
من سے دور ہینکد یا نہیں تھے ابھی تک کنکریاں نہیں  
پہنکی ہیں اور ابھی تک تھے حج نہیں کیا ہے۔

بلاشبہ سب سے عمدہ مقام جاترا کا وہ ہو سکتا ہے کہ جہاں کے تعلقات  
من کو پاکیزگی اور عالی حوصلگی کی طرف راغب کرنے میں سب سے زیادہ مؤثر  
ہوں یعنی وہ مقام جو تہنکر ہکوانوں کے تپ یاد ہرم اپدیش دفیہ کی وجہ سے  
مشہور و قابلِ تعظیم ہو گئے ہیں۔ وہاں پر راستہ زون کو اعتقاد و ہر آگیا اور  
پن کی ترقی کے لیے جانا چاہیے۔ ایسے مقامات پر جانے سے جہاں انسان کے  
بنائے ہوئے دیوی دیوتاؤں کا تسلط ہو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اب میں وہاں کے بارہ میں کچھ کہوں گا جس سے مراد من کو دنیا بھڑکے  
موڑ کر آتما میں لگانے سے ہے۔ اصلی مقصد یہ نہیں ہے کہ من کو ہمیشہ فلسفہ کی  
قبلِ حال میں مصروف رکھا جاوے بلکہ یہ ہے کہ آتما اپنی مہتی کے راز کو حلاوت کی

حرکات میں ملکشات محسوس کرے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس اسرار عالی  
مہتی کی ہر ایک حرکت ہر ایک جنبش اور ہر ایک تحریک کو ہم مشاہدہ میں لا دین  
اور اسکو پورے طور سے سمجھیں۔ لیکن من کے ساتھ یہ وقت لگی ہوئی ہے کہ

اگر اسکو موقع ملجاوے تو یہ اور سب چیزوں کو مخاطب ہو گا مگر روح کو نہیں۔

اور جب ہم ارادہ کر کے اسکو تھوڑا بہت قابو میں لاتے ہیں تب ہی اس موقع پا رہی  
فرد آپاگ جاتا ہے۔ ذرہ سی جسمانی تکلیف یا نفسانی تحریک ہوئی کہ من بچاؤ ہوا  
اور توجہ کو بھاگا۔ اس لیے جذبات اور خواہشات کی بیخ کنی اور جسمانی شہو تون کا  
خلافہ تاکہ نادیدان کے مقام کے لیے نہایت ضروری ہے۔ پس نجات کے مارگ پر چلو کر لے

اس طرح دوسرے اور دوسرے مسلمانوں میں درج ہے کہ  
 "اوس وقت سے جیسے تم اپنے گھر سے سڑک پر نکلتے ہو  
 گناہوں کی سمت سے بچو دوسری سمت میں سڑک کر کے رہو  
 اسے جواب دیا نہیں۔ تب تنے کچھ نظر نہیں کیا کیا جب تنے  
 رات کو کسی منزل پر مقام کیا تو ایک منزل خدا کے راستے  
 پر بھی بڑ ہے۔ اسے کہا نہیں۔ جنید نے فرمایا تب تنے  
 منزل میں نہیں ملے کین اور لباس بدلنے کے مقام پر جب تنے  
 جاتری کا جامہ پہنا تو کیا اپنے پرانے لباس کے ساتھ انسانی  
 خاصیتوں کو بھی الگ پہنکد یا نہیں۔ تب تنے جاتری کا  
 جامہ ہی نہیں پہنا۔ جب تم عرفات کے مقام پر کھڑے ہوئے  
 تو کیا تنے ایک لمحہ خدا کا دیان کیا نہیں۔ تب تم عرفات  
 میں نہیں کھڑے ہوئے۔ جب تم مزدلیفا کو گئے اور مفت بانی  
 تب کیا تنے اپنی خواہشات نفسانی کو ترک کیا نہیں یا  
 تب تم مزدلیفا کو نہیں گئے۔ جب تنے کعبہ کا طواف کیا تب کیا  
 تنے خدا کے قربانی جال کا پاک مقام پر تھوڑا کیا نہیں۔  
 تب تنے کعبہ کا طواف نہیں کیا۔ جب تم صفا اور مرعا کے  
 درمیان دوڑے تو کیا تنے پاکیزگی (صفا) اور نیکی (مرعا) کو  
 اپنی ذرا شہ نہایا کیا نہیں۔ تب تم دوڑے ہی نہیں  
 جب تم مینا کو پہنچے تو کیا تمہاری سب خواہشات (منافع) تنے  
 علیحدہ ہو گئیں نہیں۔ تب تنے ابھی تک مینا نہیں دیکھا ہے۔  
 جب تم قربانی پہنچے اور وہاں قربانی کی قرب کیا تنے دیکھا

انگریزی لفظ ہونی (Honey) کے استعارے میں ہوتی ہے نہایت ہی محبت

ساتھ اور ایک اصلی مطلب کو ظاہر کرنے پر یہ ایٹکلو سیکن ہال (Hall) (

قدیم جرمن اور آئس لینڈ کی زبان کے ہیں) (Hale) اور کوہنک

ہلے (Hale) سے لیا گیا ہے جس کا مطلب پورا (Hale) (

صحیح سالم یا تندرست (باد بارہت) ہے۔ پس بیان یہ سوال نہیں ہے

کہ کسی کی عیب پوشی کیجائے یا اس کے گناہ معاف کیے جاویں بلکہ غیر کامل

(Hale) کو کامل (Hale) م غیر سالم (ٹوٹے ہوئے) کو سالم اور روگی کو

تندرست کرنے کا ہے۔ وہ صرف باہر آتما کا بلدان (قدیم ہندو کی صنفی

تحریر میں پورش میدھ) ہے جو ہکو ہونی (Hale) = (Hale) بنا

سکتا ہے۔ جیسے جیسے بری عادات اور برے اطوار جیسے بدی کی یہ بد بخت صورت

بنی ہے غارت ہوتے ہیں تیسے تیسے روحانی قوت رہائی پاکر اس شخص کی زندگی میں

جواد نکو غارت کرتا ہے ظاہر ہوتی ہے اور بالآخر گناہ اور بدی کی قوتوں کے

بورے چھوٹے ناش ہو جانے پر روح جواب ان گندہ اور غلیظ کرنے والے

اسباب سے رہائی پانچکی وجہ سے پورن (Hale) اور کامل (Hale) (

ہوگئی ہے ساکشات پر ماما ہو جاتی ہے۔

اب میں نجات کے ذریعہ کی فہرست کے قیصرے ذریعہ یعنی حج کا ذکر کروں گا۔

کسی مقام کی جاتر یا حج اس غرض سے کیجاتی ہے کہ آتما میں روحانیت کا انش

(جزد) جو ہے اور اسکی پہل دینے کی فکرتی جاتری کے من کی شانتی اور درگاہ

پر جو دنیاوی بوجہ بار و گہرستی کے دائرہ کے باہر نکلنے پر اچھی طور سے حاصل ہو سکتے

ہیں موقوف ہے۔ جیسے جو ایک مسلمان درویش گزرا ہے ایک حاجی سے

گفتگو کرتے وقت حج کے فرائد کو بڑی خوبی سے ظاہر کیا ہے۔ وہ گفتگو



اور پر ماتا جن کا کہی نہ کہ جو نے والا سبک دھار کر۔ ان نمون کے لحاظ سے ہلک  
 ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا گیا ہے کہ اس شخص کو تودہ اسار نے سے یہی عین مشقت  
 وغیرہ کرنے سے انسان اس زندگی کے اخراص کے لیے سر دیا بہم دیتا ہے۔  
 (یہ تین طلائی ہون ہوئیں)۔ ایکے برتون اور نمون کے طریق پر باقاعدہ قابو میں  
 لانے سے آئندہ جہنم میں سورگ (پہشت) کے سکھ ملتے ہیں (یہ جہہ ہرین ہوئیں)  
 لیکن اگر اسکو بالکل جڑ سے نیست و نابود کر دیا جاوے (مارڈ الا جاوے) تو  
 فوراً ہلکو پر ماتا جن کے امر میں۔ پرم سکھ اور حیات ابدی کو دلاتا ہے (یہ اپنے  
 ہموزن ہونے میں قیمت ہوئی)۔

انگریزی لفظ *accuse* (قریبانی بلدان کا  
 استخراجی مفہوم جھکو اس امر کے ظاہر کرنے میں خوشی ہوتی ہے نہایت صحیح ہے  
 اور قریبانی کے اصلی مطلب کو سید ہے سید ہے طور سے ظاہر کرتا ہے۔ یہ لفظ  
 لاطینی *accusare* (سیکر فیسیم) سے لیا گیا ہے *accusare*۔  
 (کامل یا پاک) اور *accusare* (بنانا) سے ملکر بنا ہے سیکر لٹائیں  
 (قریبانی) کا اصلی مفہوم پس ایسے فعل سے ہے جو ہلکو کامل یا پاک بنا سکتا ہے۔  
 ایک معصوم جاندہ کا خون ہرگز ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ خون جذبات اور شہوتوں کی  
 ناپاکین کو نہیں دھو سکتا ہے بلکہ واقعی انسانی رحمہ کی کو جو نجات پانے کے لیے نہایت  
 ضروری صفت ہے بیرحمی اور کٹھور بن سے بدل دیتا ہے۔ اور اگر یہ کہنا ہی ممکن  
 ہو تا تو ہمارے موجودہ علم کے ہوتے ہوئے ناممکن ہے کہ کوئی آسمانی قوت خون سے  
 خوش ہو کر کسی ریاکار کے گناہوں کو صاف کر سکتی ہے یا او کی عیب پوشی کر سکتی ہے  
 تاہم یہ ظاہر ہے انکے ایسا کرنے سے کوئی گناہ سادہ ہو نہیں بن سکتا ہے۔ پاک یا  
 کامل بننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ گناہ خود اپنی کوشش سے اپنی طبیعت کو بدل دے

یہی شیخ رنگ۔ مگر شیخ رنگ کا باعث ہے۔ سوسلی کی پانچویں کتاب میں لکھا ہے۔  
(دیکھو انجیل مقدس کتاب استثناء باب ۱۲ - اکثرت ۱۳) کہ خون جان ہے۔  
خون نہ جوان ہے نہ بڑا بلکہ بڑا ہے اور جوانی دونوں میں ہوتا ہے۔

ایک معمولی گائے یقیناً اس عرصہ میں جب کہ متیم کا باپ مرا اور وہ سن بلوغ  
کو پہنچا عمر میں بڑھنے سے باز نہیں رہ سکتی تھی۔ اور کون ایسا بے وقوف تھا جو ایک  
جنگلی بے کار گائے کے جو عمر بہر صحرا میں چرتی رہی تین ہر طلائی دام لگاتا۔ چھفت  
بھی کہ جو زمین جوتے اور پانی سینچنے میں نہیں لگائی گئی ہے بہت پر معنی ہے۔  
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہلکوا اس گائے کو اون جانوروں میں نہیں دھونڈ لیا کرتے  
جو کہیتوں کے جوتے یا سینچنے میں استعمال ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ رواج نہیں ہے کہ  
گائیں ہل چلانے یا کہیتوں کے سینچنے میں استعمال کی جادین اسلئے اونکے متعلق  
ایسی علامات کافی میں تذکرہ کرنا اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ اونکی قوم سے جس کے  
نزد افعی ان کاموں میں استعمال کیے جاتے ہیں مطلب نہیں ہے۔ مجرہ کے بعد  
جسم کا مردہ ہو کر گر پڑنا غالباً اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ روح نے اپنی مدت دراز کی  
قید سے آزادی پائی جبکہ جسم تو علیحدہ رہ گیا اور روح اوپر نردوان میں جا چکی  
یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے جو گائے کی قربانی کی روایت میں بہری ہوئی ہے۔

لیکن بد قسمتی سے اس کا مطلب بالکل اوٹھا لگا یا لیا ہوا۔ دراصل قربانی کے مسئلہ  
ہی کو لوگوں نے غلط سمجھا ہے جو اپنے کو بجائے فائدہ کے بے حد نقصان پہنچاتے  
رہے ہیں۔ اس بچیائی کی روایت کے متعلق مجھے صرف اتنا اور کہنا ہے کہ اس میں  
صرف ایک ہی لفظی تصویر کی مختصر لمبائی چوڑائی کے اندر تمام مذہب و فلسفہ کا خلا  
بہرہ دیا گیا ہے اور نفسِ امارتہ کی قیمت کا بلحاظ تینوں قسم کے مقاصد کے یعنی اس  
دنیا میں خوشی حاصل کرنا۔ مرنے پر دوسرے جنم میں عمدہ اور خوشگوار حالتوں کا پانا

جب اسکو اپنے وجود اور ماہیت کا علم ہوا۔

فطرت کے ایک بہت دوز دراز فاصلہ پر پہنچانے سے حقیقت کے نہ کہنے کا اشارہ آدھون کے جنم مرن کی طرف سے جن میں ایک جون سے دوسری جون تک کئی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ مقتول کے دوست جو باہر آتا ہوا قتل کا اتمام نکالتے ہیں۔ عقلی اعتبار درائے سلیم وغیرہ جن جنگو غایب کی ماہیت کا پتہ لگ گیا ہے۔ مگر ان (یعنی باہر آتا کے اوصاف) اس امر سے منکر ہیں کہ روح کوئی شے ہے جس کو ادھون نے مارا ہو۔ باہر آتا کے قائل کرنے کے لیے شہادت ناکافی ہے۔ ایسا مطلب یہ ہے کہ عقلی ہولائیل سے ایک ایسے مخالف کو جو روح کی ہستی کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے قائل کرنا مشکل ہے۔ اہل راز کا پتہ چلنا مقولہ ہے۔ ایسی صورت میں عقلی امتحان ضروری ہوا۔ اب حیات کا حکم ہوتا ہے کہ گائے کے ذبیحہ سے نقش کو چھوؤ۔ یہ کیا جاتا ہے۔ بس فوراً ہی ایک سجزہ ہوتا ہے۔ وہ گائے جو زندگی میں صرف تین مہر طلائی کے لیے فروخت ہوتی ہے اب جبکہ وہ قربان کر ڈالی گئی ہے انمول ہو گئی ہے۔ فی الحقیقت اب وہ اپنے ہوزن کوئی سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ تین مہر طلائی جسکے لیے نفس مارا دیا جاتا ہے اور انکا مفہوم تین قسم کی ضروریات کے لیے کافی بقدرت کا حاصل کرنا ہے۔ یعنی ضروریات ہستی آرام وہ اسباب پیش و معشرت کے سامان کے لیے کافی استعداد یا مقدرت کا حاصل کرنا۔ ایک اور سلسلہ خیال کے بموجب ان تینوں کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (۱) ضروریات جسمانی کے سامان (۲) من کے محفوظ کرنے والی اشیاء (۳) معبودوں کی پرستش و ہدیہ کے لیے کافی استعداد کا ہم پہنچانا۔ گائے مطلوبہ کے اوصاف بجز نیم کی گائے کے اور کسی گائے میں نہیں پائے جاتے کیونکہ دراصل تو نفس مارا گائے نہیں ہے۔ مادہ پرست اپنے کو بس خون ہی کا قبلہ جانتا ہے۔

ادائیگی نہ کرے گی نہ اونکے بچے کوئی سفارش سنی جائیگی۔ نہ سزا  
 لیا جاوے گا۔ نہ اونکی مدد کی جاوے گی۔ (سورہ البقرہ)  
 اور جہنم میں سنساری حیوان کیسی ایک خاص جنون بچا کر نیکے بچے قائم  
 کیا گیا ہے جو اسطرح پر ہے۔

”اِس حیوان کو اسکی مصیبتوں سے کوئی نہیں چڑا سکتا ہے۔ اسکو تباہی  
 سب دکھ و درد برداشت کرنا پڑتا ہے۔ باروگ۔ عزیز و اقارب  
 بیوی اور بچے تکلیف اور بیماری کو روک نہیں سکتے ہیں۔ دہرم ہی  
 بیکسوں کا مددگار ہے“ (دیکھو دی پریکٹیکل پاتھ صفحہ ۵۳)۔  
 اسی محافظ کے نہ ہونیکے حالت کی تہی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مان سے مراد  
 عقل سے ہے جو ابتدائیں نفس کی قیمت کا بہت کم اندازہ کرتی ہے۔ بازار وہ  
 بازار دنیا ہے جہاں پر انسان اپنا ”مال“ بیچنے کو لاتے ہیں تاکہ ضروریات و اسائش  
 زندگی وغیرہ کا سامان مہیا کریں۔ یہاں پر دُخ و آوار اپنی روح (نفس) کو تین مہر  
 طلائی کے عیوض جنکی تشریح اہی ذرہ دیر بعد کی جائیگی بیچنے کے لیے لاتا ہے۔ انسانی  
 شکل والا فرشتہ گذشتہ جنون کے نیک اعمال کا ثمرہ ہے جو نیک صلاح کی صورت میں  
 ظاہر ہوتا ہے۔ مان (عقل) کے مشورہ سے مراد فہم کی خوبی سے ہے جو جلدی میں  
 کوئی کام نہیں کرنا چاہتی ہے۔ دو گئے دام کا نہ لینا دل پر قابو ہونے کی دلیل ہے۔  
 اسرائیلی (و خدا شناس) روح (انتر آتا) ہے جو اپنے عزیز باہر آتا کے ہاتھ سے  
 ماری جاتی ہے۔ دیکھو انجیل مقدس کا یسوع کا کلام کہ جو اپنی مہتی کو پاوے کا وہ اوکو  
 کہو دے گا اور جو اسکو میرے نام کی خاطر کہو دے گا وہ اوکو پاوے گا (متی کی انجیل باب ۱۰)  
 آیت ۲۹)۔ روح کی مہتی سے انکار کرنا اسکو قتل کرنا ہے۔ [کوئکہ روح صرف اسی  
 حالت میں موت کے چنگل یعنی آواگون سے بلکہ بارے مرنے جینے سے خلاصی پاسکتی ہے

لیکن روح کے لحاظ سے وہ خود حیات (حدا) ہی کا فرزند ہے۔ یہی سبب ہے کہ  
 گیانی (عارف کامل) اہل راز کی مقلد والی زبان میں بھی انسان اور کبھی فرزند خدا کہلاتا ہے  
 اب باب اور بیٹے کی ہمیشگی کا مقصد یہی جو فضیلت کی تعلیم میں پایا جاتا ہے آسانی سے  
 صاف ہو جانا ہے۔ کیونکہ یہ لحاظ اسکے کہ شدہ آتما کروں سے نجات پانے پوجات  
 کے پر ماتمپن کو ظاہر کرتا ہے وہ فرزند حیات ہے لیکن بلحاظ اس امر کے۔ بعد  
 آتما خود جو ہر روح ہی ہے جو پہلے ناپاکی کی حالت میں ہی موجود تھا اور وہ اصل ہمیشہ  
 کا ہے وہ خود حیات کا ہم عصر ہے۔ اس لیے فرزند اور باپ دو ہی ہوئے۔

اب ہم پیرگامے کی روایت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ صحرا جس میں بچہ یا محسوم  
 بچہ کے بلوغ کو پہنچنے تک آوارہ پیرا کی دعاؤں کی نیچے کے درجہ کی (ایکندہ)  
 (داند ری دو اندری۔ تین اندری وغیرہ کی) جو نون کو اظہار کرتا ہے جن میں  
 نفس کی بچہ یا (قابوین لانے والی عقل کے ہونیکی وجہ سے) خود مختاری کی اداری  
 میں سرگردان پائی جاتی ہے۔ یہاں مطلب انسانی جون کی فضیلت سے ہے جس سے  
 زندان کا حاصل ہونا ممکن ہے۔ یہاں پہونچکر پہلی مرتبہ روح کو اس آوارہ بچہ یا  
 گیان اور تپ کے ذریعہ قابوین لانے کا موقع ملتا ہے۔

صحرا کا مقابلہ باغ عدن سے کرنا چاہیے کہ جہان پر آدم ابتدا میں دکھا گیا تھا۔  
 بچہ کی تہی روح کی بیکسی کو ظاہر کرتی ہے جس کا کوئی بیرونی مرتبی یا محافظ نہیں ہوتا  
 انجیل مقدس کی زبور کی کتاب میں لکھا ہے (زبور ۴۹- آیت ۷) :-

”ان میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کو نہیں چھڑا سکتا ہے اور نہ خدا  
 کو اس کے لیے جزا دے سکتا ہے“

اور خود پیغمبر صاحب نے کہا ہے :-

”اُس دن کا خوف کہ جب ایک روح دوسری روح کے لیے

تاپاک روح خالص روح کا پیرا دل نفس امارہ کا ملک ہے۔ یہاں فرزند کی کا مسئلہ  
پہرنتی شکل میں چھپکا آیا ہے۔ محمد کے پہلے انجیل کے نئے عہد نامہ میں ارسکا ذکر آیا ہے  
اور اس سے بھی پہلے ہوسیا بنی نے کہا تھا۔

”تم زندہ خدا کے فرزند ہو“ (دیکھو ہوسیا باب ۱- آیت ۱۰)۔

اور ہوسیا کے دماغ میں خدا کی فرزند کی بارہ میں کسی قسم کی خام خیالیان نہ تھیں  
کیونکہ اس کے کلام میں یہ بھی آیا ہے کہ

”تاہم میں خداوند تیرا خدا مصر کی زمین سے ہوں۔ اور تو سوا“

میرے کسی دوسرے خدا کو نہ جانے گا۔ کیونکہ سوا میرے اور  
کوئی دہر نہیں ہے“ (ہوسیا باب ۱۳- آیت ۴)۔

ہندومت میں یہی یہ آیا ہے کہ سوتری دی نے اندر (حیات) کو سراپ دیا  
تھا کہ اُنکا شہر اور مقام چین جائیگا اور وہ زنجیروں سے باندھا جائیگا۔ اسکی ہمیم  
کائیتری دی نے کی تھی اور کہا تھا کہ اندر کو اسکا فرزند چڑائیگا۔ پس یہ ظاہر ہے  
کہ خدا کی فرزند کی کا مسئلہ یسوع سے شروع نہیں ہوا جس نے اپنے کو یوحنا کی انجیل  
کے آٹھویں باب کی چالیسویں آیت میں صاف طور سے انسان کہا ہے۔ (دیکھو باب ۳- آیت ۲۳) ہلکو بتاتا ہے:-

”اور یسوع خود تیسویں سال میں پہونچا جو کہ یوسف ابن ہیلی کا رکھا  
تھا (جیسا کہ خیال کیا جاتا تھا)“

اس آیت میں بریکیش (Lancelotti) (میرے نہیں ہیں)  
بلکہ خود آیت ہی میں پائے جاتے ہیں۔ جو کچھ گڑبڑ یا نا فہمی اس مسئلہ کے متعلق آج  
کل لوگوں کے خیال میں پائی جاتی ہے وہ سب نے داد (नयवाप) = بحال بنی  
کی عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ جسم کے محاط سے تو انسان ایک خاص شخص کا رکھا

شاسترون کی تائید کرتی ہے" [باب ۱۲]۔۔۔۔۔ "کوئی قوم ایسی

نہیں ہوئی ہے کہ جس میں ایک مرشد ازمان نہ ہوا ہو" [باب ۳۔

آیت ۳۵]۔۔۔۔۔

"میں نصیحت کرنے والی قرآن کی قسم کہتا ہوں کہ تو خدا کا

ایک پیغمبر ہے جو ماہ راست بنانیکو پیچا گیا ہے" [باب ۴۔

آیت ۳۶]۔

حال کے نکتہ چین بد قسمتی سے مذہب سے بالکل ناواقف ہیں اور فطری تعبیر

کرنے والوں کی طرح شاسترون کی خفیہ بیداری زبان کے سمجھنے میں سخت جہالت کا

اظہار کرتے ہیں۔ شیخ بچیا کی روایت کوئی تاریخی داستان نہیں ہے جو چڑائی یا بدلی

جاسکے۔ وہ ہماری کل قوم کا ورثہ ہے اور تمہاری اور میری ہی اتنی ہی ایک ہے

یعنی کہ محمد یا نبی اسرائیل کی۔ چلو اسکی مزید زیب دینیش کرنے سے روکنے کا

حق کسی کو حاصل نہیں ہے بشرطیکہ ہم میں ایسا کرنے کی قابلیت ہو۔ ورنہ ہمارا

فرض ہے کہ ہم اسکو اپنی اولاد تک بغیر رد و بدل کے پہنچا دیں۔

گائے کی حکایت کے لقیہ امور کے تعلق میں وہ شخص جسے مرتے وقت ایک بچہ او

ایک بچہ چوڑی وہ خالص روح ہر جگہ کی موت سے مراد اسکی اصلی پرمانین کا اوصاف کو زائل ہو جاتا

ہے یہ خیال برہمن کے خالص بات ہو کہ ساکھ روشن میں روح کو پوش (पूष) کہا ہے جسکے معنی مرد کی ہیں۔ مرد

کی نسبت موت کا خیال اسکو ذاتی صفات کو زائل ہو جانیکر ظاہر کرنا جو جو مادہ کا اعلان کرتا ہے۔ اسی معنی میں یسوع کی

نسبت کہا جاتا ہے کہ اسنے ایک شاگرد کو جو اپنے مردہ باپ کو دفن کر نیکیاے اجازت چاہتا تھا سرزنش کرتا ہوا کہ تھو تو میرا

اور مرد نکو اپنی مردہ کا زود (مسیح کی انجیل باب ۸ آیت ۲۲)۔ اسکا مطلب یقیناً یہ تھا کہ وہ دفن کرنا اذ کوئیے چوڑا ناچار ہو

جسائی لحاظ سے تو زندہ ہیں مگر روحانی لحاظ سے بالکل مردہ یعنی وہ سرافناؤ میں جو اپنے مردہ روح میں جانتی ہیں مردہ کو جاننا یا

اوشنے کا ہی البتہ کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ موت پر فتح پا دیں کہ الفاظ کے لفظی معنی میں مردوں کا زندہ کرنا۔

نہ ہونے پر خدا نے حکم دیا کہ خاص ملائمتوں والی ایک گائے  
ذبح کجائے۔ لیکن سوائے تئیم کی گائے کبھی اور کسی گائے میں وہ

علامتیں نہیں پائی گئیں اور لوگوں کو اسکو اتنی اشرفیاں دیکر جتنی  
اوسکی کھال میں آسکیں خریدنا پڑا۔ بعض کا قول ہے کہ اسکے برابر  
قول کر سونا دیا گیا اور بعض ایسا کہتے ہیں کہ اوس سے دس گنے دام  
دیئے گئے۔ اوس گائے کی اونہوں کے قربانی کی اور خدا کے حکم سے  
مردہ کو اُس کے ایک عضو سے چھوایا جبکہ وہ جی اٹھتا۔ اور اوسنے  
اپنے مارنے والے کا نام بتایا۔ اسکے بعد وہ پیر فوراً مردہ ہو کر گر پڑا۔

یہ حکایت گائے کی قربانی کی ہے جو سیل صاحب کی رائے میں اوس شخص بچہ یا کی  
روایت سے لی گئی ہے جسکے جلانے کا یہودیوں کی شریعت میں حکم تھا اور جسکی را کہلہ وہ  
لوگوں کی پابیزگی کے لیے رکھی جاتی تھی جو کسی مردہ نفس کو چھویتے تھے یا اوس بچہ یا کی بدوآت  
سے لی گئی ہے جو ایک لاپتہ قتل کے لیے ذبح کی گئی تھی (دیکھو سیل صاحب کی قرآن  
صفحہ ۱۰۹) مغربی مصنف کا عام خیال انجیل اور قرآن کے اختلاف کے بارہ میں یہ ہے کہ  
محمد کو یہودیوں کی تاریخ اور روایات سے بہت کم واقفیت تھی اور یہ کہ قرآن میں  
یہودیوں کے مذہب کے غیر سچے ہوئے عقاید کو بدل کر کے بہر دئے گئے ہیں۔  
بے شک یہ بات سچ ہے کہ قرآن ایک نئی یا نو ایجاد کتاب نہیں ہے اور اوسکے  
مضامین کا بیشتر حصہ پہلے کے مذاہب سے لیا گیا ہے جیسا کہ ٹیز ڈیل صاحب  
نے بخوبی ثابت کر دیا ہے۔ لیکن قرآن شریف نے اس بات کو کہی نہیں چھپایا  
بلکہ علانیہ کہا کہ

”ہر زمانہ میں ایک مقدس کتاب ہوئی ہے“ [باب ۱۳] .....  
”قرآن ایک نو ایجاد کتاب نہیں ہے بلکہ اپنے سے پیش کے



اور ایک بچیا کو جو اسکے بلوغ حاصل کرنے تک محرم میں پھرتا رہی  
 چھوڑا۔ جب وہ بچہ بالغ ہوا تو اوسکی مان نے اوس کو بتایا کہ وہ  
 بچیا اوسکی (ملک) ہے اور اوسکو ہدایت کی وہ اوس کو لاکر ثین  
طلائی مہرون کے عیوض بیچ یوے۔ جب وہ نوجوان اچھا بھلا کو  
 لیکر بازار میں گیا تو اوسکو انسانی شکل میں ایک فرشتہ ملا اور اوسے  
 اوسکی بچیا کے چہرہ مہر طلائی دام لگائے۔ لیکن اوس نوجوان نے  
 اس قیمت پر بغیر اپنی مان کی اجازت کے بیچنے سے انکار کیا۔ پھر اجازت  
 ملنے پر وہ بازار کو واپس گیا اور فرشتہ سے ملا۔ لیکن اب فرشتہ نے  
 پہلے سے دو چاند قیمت لگائی بشرطیکہ وہ اپنی مان سے اوسکا ذکر نہ کرے  
 لیکن اوس نوجوان نے اس طرح پر معاملہ کرنے سے انکار کیا اور اپنی  
 مان کو اس مزید قیمت کا حال بتایا۔ اوس عورت نے یہ خیال کر کے  
 کہ وہ شخص کوئی فرشتہ ہے اپنے لڑکے کو بہر اسکے پاس بھیجا تاکہ اوس  
 سے دریافت کیا جاوے کہ اوس بچیا کا کیا کرنا چاہیے۔ اسپر اوس  
 فرشتہ نے اوس نوجوان کو بتایا کہ کچھ عرصہ کے بعد اوسکو بنی اسرائیل  
 موہبہ مانگے دام دیکر ہر مدینے لے۔ اور اسکے بہت ہی تھوڑے عرصہ  
 کے بعد ایسا ہوا کہ ایک اسرائیلیا از نام ہایل اپنے ایک رشتہ دار کے  
 ہاتھ سے مار گیا اور اوسنے حقیقت کو چھپانے کے لیے جسم کو اوس  
 مقام سے جہان واقع ہوا تھا ایک بہت دور دراز مقام پر ٹھادیا۔  
 مقتول کے دوستوں نے کچھ اور لوگوں پر موسیٰ کے رو برو قتل کا  
 الزام لگایا۔

لیکن انکے انکار کرنے پر اور انکو جھٹلانے کے لیے شہادت کے

جو قرآن شریف میں استعمال ہوا ہے ترجمہ زرد ہے مگر چونکہ کوئی گائے زرد رنگ کی نہیں ہوتی اور بہت گہرے زرد رنگ کی تو یقیناً نہیں ہوتی اس لیے اس کے لفظی معنی سے کوئی فرق تعبیر میں نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں گائے مطلوبہ کا زرد رنگ قرآن شریف کے مفہوم سے گلے کی قوم کو صاف طور سے نکال ڈالتا ہے۔ شیخ کے معنی میں (دیکھو سیل صاحب کی قرآن صفحہ ۹ عبارت نوٹ زیر صفحہ ۸) اس کی تعبیر بیان پہلے ہی کی جا چکی ہے۔ قتل کے الزام کا مطلب کہ جب تم نے ایک آدمی کو مارا (لفظی معنی میں ایک روح کو مارا) اس طور پر ہے کہ اصلی پُورش یا حیو کا ٹکڑا ظاہری پُورش یعنی مادہ پرستون کی باہر آتا ہے گھوٹا ہوا جو حیات کو مادہ کا نتیجہ یا اثر اور اپنے کو مادی جسم ہی مانتے ہیں۔ ادنیٰ ہونے کو یا روح کو مار ڈالا ہے اور پیرا دسکی بابت بحث مباحثہ کرتے ہیں کہ آیا وہ کوئی شے ہے یا نہیں۔ آیا وہ مادہ کی بنی ہوئی تو نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ خدا (حیات) اب تم کو ایک تعجب خیز معجزہ دکھاتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ ذرہ اوس چیز کو جس کو تم مردہ سمجھے ہو ذبیحہ سے چھو تو دو۔ ایسا کیا جاتا ہے۔ اور لو دیکھو ذبیحہ کے چوتے ہی ایک زندہ نور ہرک کر اٹھتا ہے اور اپنے قاتل باہر آتا کو نامزد کرتا ہے۔ نفس مادہ کی قربانی کا ایسا عجیب و غریب اثر ہے۔ جو نہ ہی روح اوس سے چھو جاتی ہے نہ ہی وہ جی اٹھتی ہے۔ یہ طریقہ ہے جس سے مردے جی اٹھتے ہیں۔ شاید کہ تم سمجھو۔!

شاید اس سنہ پچھائی کی قربانی کی کلی روایت خالی از لطف نہ ہوگی۔ سیل صاحب کے ترجمہ میں (دیکھو سیل صاحب کا انگریزی ترجمہ قرآن شریف صفحہ ۹) وہ اس طور پر دی ہوئی ہے۔

”ایک خاص شخص نے اپنی وفات پر اپنے لڑکے کو جو اس وقت بچہ تھا

۱۔ اسی۔ ۲۔ اسی (جلد ۱ صفحہ ۳۹) میں ہی ایسا لکھا ہے کہ:-

”گائے کا لال رنگ خون کے رنگ کی طرف اشارہ کرتا ہے“

(۱۴) یہ ایک علامت ہے۔

(۱۵) شاید تم اسکو سمجھو۔

میں خیال کرتا ہوں کہ الفاظ کے لیے اس سے زیادہ زور کے ساتھ اصل مطلب کا پتہ دینا نامکن ہے۔ اون کا مطلب صاف ہے۔ جسکے پاس دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سننے کے لیے کان ہوں وہ سمجھ لے۔ وہ گائے جو نہ بڑھیا ہے نہ جوان جو زمین جو شجر یا کھیت سینچنے کے لیے استعمال نہیں ہوتی ہے۔ جو صبح سالم ہے اور بے عیب ہے جو بہت گہرے سُرخ رنگ کی ہے جو دیکھنے والے کو پہلی معلوم ہوتی ہے وہ نفسِ امّارہ ہے جسکی ہستی باہر آتا کہ جسم کے نہایت سُرخ خون اور اس سے بنے ہوئے گوشت سے وابستہ ہے۔ اس کا رنگ دیکھنے والے کو ہلکا لگتا ہے کیونکہ کوئی رنگ ایک زندہ جسم کے چمکتے ہوئے رنگ سے زیادہ خوشگوار نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ خیال ایک چینی مجذوب کی کتاب میں بہت عمدگی کے ساتھ دکھایا گیا ہے جس کے حوالہ پر میں قناعت کروں گا۔

”جنگ نی نے کہا کہ ایک دفعہ جب میں چو کو ایک کام پر بھیجا گیا تھا تو میں نے چند سواری کے بچوں کو دیکھا کہ اپنی مردہ مان کا دودھ پی رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اونہوں نے جلدی جلدی ادھر ادھر دیکھا اور اسکو چوڑ کر ہاگ گئے۔ اونہوں نے اس بات کو محسوس کیا کہ وہ اونکو نہیں دیکھتی ہے اور اونکی ماتند اب نہیں ہے۔ جس چیز کو وہ اپنی مان میں محبت کرتے تھے وہ اسکی جسمانی شکل نہ تھی بلکہ وہ چیز تھی جس نے اُس شکل کو زندگی بخشی تھی۔“

————— (دیکھو ایس۔ بی۔ ای۔ جلد ۳۹ صفحہ ۲۳) —————

رنگ کے بارہ میں میں انا کہتا اور مناسب سمجھتا ہوں کہ دراصل اوس عربی فقہ

مگر اس معجزہ باری پر نہ تو خدا اور نہ موسیٰ ہی نافوش ہوتے ہیں۔ موسیٰ محول نہیں کرتا ہے۔  
خدا کی پناہ۔ کیا یہ معاملہ مذاق کا ہے؟

(۲) یہودی لوگ اب پوچھتے ہیں کہ وہ کیا (شے) ہے یہ سوال خود ہی بہت پر معنی ہے۔  
گٹھائے کی قربانی سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ خدا تو جانوروں کا نگہبان ہے اور تم  
کہتے ہو کہ وہ قربانی کا طالب ہے۔ اگر یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔

(۳) وہ ایک گائے ہے جو نہ بڑی ہے نہ جوان ہے بلکہ دونوں کے درمیان کی عمر کی ہوتی ہے۔  
(۴) یہودی لوگ پیر پوچھتے ہیں ہکو اس کا رنگ بناؤ۔

(۵) شرح (زرد) خوب گہرا سرخ جو دیکھنے والے کو پہلا معلوم ہوتا ہے۔ موسیٰ  
جواب دیتا ہے۔

(۶) پیر ہی یہودی پوچھتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ ہمارے بٹے گائیں بسبب برابر ہیں۔  
(۷) ”وہ گائے مقدسہ جو زمین جوتے یا کہیت کے سینچنے میں نہیں نکالی گئی ہو۔“  
جو صحیح سالم دے عیب ہو۔ موسیٰ کا جواب ہے۔

(۸) انجام کار اب لوگوں کا اطمینان ہوتا ہے۔ اب تمکو ٹھیک پتہ لگا۔ موسیٰ امتحان  
میں پاس ہوتا ہے۔!

(۹) اب گٹھائے کی قربانی ہوتی ہے تاہم لوگ اس کے نہ کرنے کے قریب (برابر) ہیں۔

(۱۰) موسیٰ کے زمانہ کے ”دے“ اب ”تم“ اور ”تم“ سے بدل جاتے ہیں۔!

(۱۱) تینے ایک شخص (لفظی معنی میں نفس یا روح) کو مار ڈالا۔ اور آپس میں بحث

مباحثہ کیا کہ آیا وہ سب وہم و گمان ہی تو نہ تھا یعنی روح کوئی واقعی چیز بھی ہے کہ  
جس کو کوئی مارے۔

(۱۲) اب مردہ جسم سے ذبیحہ چھوایا جاتا ہے۔

(۱۳) مردہ زندہ ہوتا ہے۔ !!!

ضرور سہری پاوین گئے۔

۷ ”موسٰی نے جواب دیا کہ وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جو نہ زمین جوتنے کے لیے نکالی گئی ہے نہ کہین بیچنے کے لیے۔ صبح و عالم ہے۔ اوس میں کوئی نقص نہیں ہے۔

۸ وہ انہوں نے کہا اب تم ٹھیک پتہ لائے۔ تب انہوں نے اوسکو قربان کیا۔

۹ تاہم وہ ایسا نہ کرنے کے قریب تھے۔

۱۰ اور جب تینے ایک شخص (نفس و روح) کو قتل کیا۔

۱۱ اور اسکی بابت آپس میں بحث مباحثہ کیا۔

۱۲ ”آئندہ اوسکو ظاہر کیا جس کو تینے چپا یا تھا۔ کیونکہ ہم نے کہا کہ ”جسم کو قربان شدہ گائے کے حصّہ سے چھوؤ“

۱۳ ایسے خدا نے مردہ کو زندہ کیا۔

۱۴ اور اپنی علامات دکھاتا ہے۔

۱۵ تاکہ شاید تم سمجھ جاؤ۔

سرخ چھپا کی قربانی کی یہ روایت ہے۔ اور یہ واقعی ایک عجیب داستان ہے

جو غایت درجہ کی نازک خیالی و فکر کی رسائی کو ظاہر کرتی ہے اور پُر اسرار ہے۔ میں نے اسکے ضروری حصّوں کے نیچے خط کہیں دیئے ہیں اور مقابل میں حاشیہ پر ادنیٰ نمبر ڈال دیئے ہیں جن کی تشریح حسب ذیل ہے۔

(۱) نمبر ایک میں تعجب کا اظہار ہے۔ یہودیوں کا قدیم خدا کہ جس سے وہ اچھی طرح واقف ہیں ایک گائے کی قربانی چاہتا ہے مگر تاہم اس کا حکم نہیں اور تعجب کے ساتھ سنا جاتا ہے۔ ”کیا تم مذاق کرتے ہو“

نفس کو کتے سے بھی تشبیہ دی ہے جو سب سے زیادہ ناپاک جانور ہے۔ کیونکہ کتاب ہر چیز کو خواہ وہ پاک ہو یا ناپاک کہتا ہے اور ہر چیز میں موندہ ڈالتا ہے اور نفس کی بھی ایسی ہی حالت ہے۔ درویش لوگ دنیا داروں کو ان کی نفس پرستی کے باعث سگ دنیا کے لقب سے نامزد کرتے ہیں۔ اس ہی نفس امارہ کو قربانی کی خفیہ تعلیم کی اغراض کے لیے گائے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قرآن شریف میں اس قربانی کا موقع اس طور پر بیان کیا گیا ہے۔

”اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اشد حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا تم مجھے مذاق کرتے ہو۔“  
”موسیٰ نے کہا کہ خدا کی پناہ کہ میں جاہل بن جاؤں۔“

”انہوں نے کہا کہ ہماری خاطر اپنے رب سے دریافت کر کہ وہ ہمارے لیے بیان کرے کہ وہ کیا (شے) ہے۔“

”موسیٰ نے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جو نہ بوڑھی ہے نہ بچیا ہے۔ ان دونوں میں بچ کی عمر گئی ہے۔ پس کہو تم جس کا تم کو حکم دیا جاتا ہے۔“

”انہوں نے کہا کہ تو اپنے رب سے ہمارے لیے دریافت کر کہ وہ بیان کرے کہ اوسکارنگ کیا ہے۔“

”موسیٰ نے کہا کہ وہ فرماتا ہے کہ اوسکارنگ سرخ (نظلی معنی میں زرد) ہے بہت گہرا سرخ ہے۔“

دیکھنے والے کو اس کا رنگ پہلا لگتا ہے۔  
”وہ بولے کہ دریافت کرو ہماری خاطر اپنے رب سے کہ وہ ہمارے لیے بیان کر کہ وہ کیا (شے) ہے کیونکہ گائیں ہمارے لیے سب ایکساں ہیں امد ہم اگر خدا نے چاہا تو“

یا کرم ہیں۔ اونکے افعال کرم ہیں۔ اونکے پیچھے روح ہے جو فاعل  
 بنا کرتا ہے۔ جب کوئی متفلس ان ساتوں سے تعلق رکھتا ہے تو  
 نیکی اور بدی اُس پر اپنا اثر جاتی ہیں ورنہ وہ موکش یا ربائی کے  
 لئے واقعی کارن بن جاتی ہیں۔“

— دیکھو پی۔ ایچ۔ بی۔ جلد ۲ صفحات ۶۳۹-۶۳۸ اور  
 نیز ۶۳۶-۶۳۷۔

چند دگیہ اپنشد کے بموجب (دیکھو باب ۲- آیت ۱۰) :-

”سختی کا برداشت کرنا۔ خیرات۔ انکساری۔ اہنسا (کسی کو  
 ایذا نہ پہونچانا) اور راستگفاری اسکی دچٹا ہے (یعنی موکش  
 کے طالب کو ان چیزوں کو نفس امارہ کو مار کر حاصل کرنا چاہیے)۔“

تب تو وہ خواہشات کی قربانی تہی جو جگ کا اصلی مطلب تہانہ کہ بیچارے بے کس  
 ویزبان جانور دکھ بے رحمی سے مارنا کہ جن کا خون مارنے والے کی روح کے  
 اوپر نیرے کرموں کے ایک سخت غلیظ لیپ کی طرح بن جاتا ہے اور اوسکو انجام کار  
 ایسی درگتیوں میں پہنچے جاتا ہے کہ جکا خیال کرنے ہی سے رونگٹے کھڑے

ہوتے ہیں۔ اون بیشمار گھوڑوں۔ گالیوں۔ بھینسون۔ بیلوں۔ اور بکروں کے  
 خیال کرنے سے کہ جنگلی جانین انسان کی جہالت کی بدولت محنت ضائع کئیں۔  
 کانپ اٹھتا ہے۔ گھوڑا جسکی قربانی کرنی تہی وہ ہمارا من ہے۔ گائے خواہشات

نفسانی یا نفس۔ بہنہ کفر۔ بیل جہالت یا غرور اور بکرا زنا کاری ہے۔ انہیں  
 سے گائے کے اوپر زمانہ حال میں ہندوستان کے ہندو مسلمانوں میں خوب  
 خون ریزیان ہوئی ہیں۔ تاہم گائے محض ایک علامت اندریوں کی ہے یعنی  
 خواہشات کی جنگ کو اسلام میں مجموعی طور پر نفس کہا ہے۔ اسلامی بندش خیال میں







زیادہ خوش ہو گا۔

————— (زبور ۶۹ - آیات ۳۱ - ۳۰) —————

(۱۳) ”خدا کے (اصلی) ذبیحے غرور کی شکستگی ہیں اسے خدا تو ایک خاکسار اور تائب دل کو نفرت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔“

————— (زبور ۵۱ - آیت ۱۷) —————

(۱۴) ”میں کیا لیکر خداوند کے حضور میں آؤں اور خدا تعالیٰ کے آگے کیونکر سجدہ کروں۔ کیا سوختی قربانیوں اور ایک سالہ بچڑوں کو لیکر اوسکے آگے آؤں۔“

”و کیا خداوند سہاروں میں بیٹھوں سے یا تیل کے دس ہزار دریاؤں سے خوش ہو گا۔ کیا میں اپنے پہلوئے لڑکے کو اپنے گناہ کے میوے اپنے جسم کے پھل کو اپنی روح کے گناہ کے کفارہ میں دیدوں۔“

”اے انسان اوسنے تجھے وہ دکھلایا ہے جو کچھ کہہ لایا ہے اور خداوند تجھ سے اور کیا چاہتا ہے سوائے اسکے کہ تو انصاف کرے اور رحمہی سے الفت رکھے اور اپنے خدا کے ساتھ فروتنی سے چلے۔“

————— مائیکاہ بنی - باب ۶ - آیات ۶ تا ۸ —————

یہ خود انجیل مقدس کے پڑانے عہد نامہ کی آیات ہیں اور انکے پڑھنے کے بعد میں اس امر کا شبہ نہیں رہتا ہے کہ قربانی کے احکام کے بارہ میں شامردن کے غلطی معنی لگانے میں سخت غلطی سرزد ہوئی ہے۔ کیونکہ یہ احکام کہیں لفظی مفہوم میں نہیں بلکہ نئے نئے عہد نامہ میں اس بد قسمت غلطی کو رفع کیا گیا ہے۔ ”و میں رحم کا طالب ہوں نہ کہ قربانی کا“ (دیکھو متی کی انجیل باب ۹ - آیت ۱۳)۔ یہ نئی انجیل کا پیغام الفت ہے۔ پارسیوں کے مذہب میں ہی گوشت کے ہر یہ ممنوع ہیں۔ شائستہ لاشائست

(۹) میں تمہاری عیدوں کو کروہ جانتا ہوں اور اُن سے نفرت رکھتا ہوں۔ اور میں تمہاری مقدس جماعت کو بھی نہیں مانگتا ہوں گا۔  
 دو اور تم پر چند سوختنی قربانیوں اور ہدیوں کو میرے لیے گزراؤ  
 میں انہوں قبول نہ کروں گا اور تمہارے موٹے بیلوں کو شکرانہ کر  
 ہدیہ کی طرف متوجہ نہیں ہوں گا۔

————— (اموس بنی۔ باب ۶۔ آیات ۲۱ و ۲۲) —————  
 (۱۰) ”رب الافواج۔ اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ اپنے ذبیحوں  
 میں اپنی سوختنی قربانیوں کو گھسیٹ دو اور گوشت زہر مار کرو۔  
 دو کیونکہ جس دن میں تمہارے باپ دادوں کو مصر کی زمین سے  
 نکال لایا میں نے انہیں سوختنی قربانی کرنیکی ہدایت نہیں کی اور نہ  
 ذبیحہ کے لیے کوئی احکام دیا۔“

دو بلکہ میں نے صرف اتنا ہی کہہ کر انہیں حکم دیا کہ میری آواز کے  
 شنوا ہو اور میں تمہارا خدا ہوں گا اور تم میرے لوگ ہو گے۔ اور  
 تم ان سب طریقوں پر چلو جو میں تمہیں فراوان تاکہ تمہارا بہلا ہو۔“  
 ————— (سرمیاء بنی۔ باب ۷۔ آیات ۲۱ تا ۲۴) —————

(۱۱) ”ذبیحہ اور ہدیہ کو تو نے نہیں چاہا۔ تو نے میرے کان بولے  
 سوختنی قربانی اور گناہوں کی قربانی کا تو طالب نہیں ہے۔“  
 ————— (زبور ۴۰۔ آیت ۶) —————

(۱۲) ”میں گیت گائے گا کہ خدا کے نام کی حمد کروں گا اور شکر گزاری  
 کروں گی اور اس کی بڑائی کروں گا۔“

”اس سے خدا تعالیٰ اور پھر اس کی نسبت جتنے سیلگ اور کہڑ ہو تو ہیں

۴ جب تم اپنے ہاتھ پھیلاؤ گے تو میں تم سے اپنی آنکھیں چھپاؤں گا۔ ہاں  
جب تم دعا مانگو گے تو میں نہ سنوں گا۔ تمہاری دعا تمہارے ہی سر پہ گونجے گی۔  
— یسعیاہ بنی۔ باب ۱۔ آیات ۱۵-۱۱۔

(۵) وہ جو بیل کو ذبح کرتا ہے ایسا ہے جیسے اُس نے ایک آدمی کو  
مار ڈالا۔ اور وہ جو ایک بڑے قربانی کرتا ہے ایسا ہے جیسے اُس نے ایک  
کتنے کی گردن کاٹ ڈالی ہو۔ جو قربانی چڑھاتا ہے ایسا ہے جیسے کوئی  
سور کا خون چڑھایا ہو۔ وہ جو لوہاں جلاتا ہے ایسا ہے جیسے اُس نے ایک  
بُت کو مبارک کہا ہو۔ ہاں انہوں نے اپنی اپنی راہیں چُن لیں ہیں اور  
اونکے دل اونکی نفرت آمیز بد اعمالیوں میں مسور ہیں۔

— یسعیاہ بنی۔ باب ۶۶۔ آیت ۳۔

(۶) میں نے رحم کی خواہش کی تھی خُلقہ بانی کی۔ اور خدا شناسی کا طالب  
ہو اتہا بہ نسبت سوختنی قربانیوں کو۔

— (ہوسیا بنی باب ۶۔ آیت ۶)۔

(۷) کس فائدہ کے لیے سب سے لوہاں اور ایک دور ملک سے  
خوشنودار او کہہ میرے لیے آتے ہیں۔ تمہاری سوختنی قربانیاں مجھ  
پسند نہیں ہیں اور تمہارے ذبیحے خوش نہیں آتے۔

— (یرمیاہ بنی۔ باب ۶۔ آیت ۲)۔

(۸) وہ میرے ہدیوں کی قربانیوں کے لیے گوشت چڑھاتے ہیں اور  
کہاتے ہیں۔ خداوند ان کو قبول نہیں کرتا۔ اب وہ اونکی برائی یاد کریں  
اور انکے گناہوں کی اوٹ کو سزا دیں گے۔ وہ مصر قید کو پہرچاؤں گے۔  
— ہوسیا بنی۔ باب ۸۔ آیت ۱۳۔



اپنے نہیں علیحدہ اور پر ماتا کے دہیان میں زمین جان۔!  
 ۳۱۔ انسان جو کچھ نیک و بد کام اپنے گزشتہ جنم میں کرتا ہے اور زمین کا پہل اس جنم میں  
 جاتا ہے۔ اگر یہ مانا جائے کہ اس جنم میں یہ سب کسی دوسرے کا دیا ہوا ہے تو بلا شک اپنی  
 کیجئے ہوئے کرم بے اثر ٹھیرے۔!

۳۲۔ اپنے کرموں کے علاوہ اور کوئی کسی کو کچھ نہیں دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ منہ  
 بچار کر اور اس خیال کو چھوڑ دے کہ کوئی اور دینے والا ہے۔!  
 ۳۳۔ جو لوگ پر ماتا کا سدا دہیان کرتے ہیں جسکی بندگی امت گنتی کرتا ہے۔ جو ہر چیز  
 سے علیحدہ ہے اور جو پورے طور سے حمد کا مستحق ہے وہ اس اعلیٰ خوشی کو حاصل کرتے ہیں  
 جو نجات میں ملتی ہے۔!

اب میں قربانی، مسئلہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو اب ہی بہت سے مذاہب میں  
 رائج ہے۔ اس موقع پر انا وقت میرے پاس نہیں ہے کہ میں اس بے دردی کی  
 رسم کی ابتدا کا پتہ لگاؤں لیکن ہم یہ بات دیکھیں گے کہ یہ مسائل میں سے ہے  
 جگہ سمجھنے میں انسانوں نے سخت غلطی کہا کی ہے۔ اس امر پر زیادہ توجہ کرنیکی ضرورت ہے  
 انہیں لوگوں کی مقدس کتب کے چند حوالہ جو قربانی کرتے ہیں غلط فہمی کے دور کرنے  
 کے لیے کافی ہونگے۔

پرانے عہد نامہ انجیل کی ذیل کی آیات قربانی کے احکام کی تفسیر میں بڑی مدد  
 دیتی ہیں۔

(۱) ”کیا خداوند سوختی قربانیاں اور ذبیحوں سے خوش ہوتا ہے  
 یا اس سے کہ اس کا حکم مانا جاوے۔ دیکھو کہ حکم ماننا قربانی چڑھانا  
 اور شوا ہونا جنت ہوں کی چرہ بی سے بہتر ہے۔“ (۱۔ یسویں۔ باب ۱۰۔  
 آیت ۲۲)۔

دینے لگتا ہے۔ جو پوتر۔ مبارک۔ شانت اور غیر ابتدا اور انجام کے ہے۔ ۱۔

۲۱۔ مین ادس پر دم دیو کی پناہ لیتا ہوں جسے خواہش۔ غرور۔ غفلت۔ تکلیف۔ غور۔ غور۔ غور اور فکر کو ایسے جلادیا ہے جیسے کوئی جنگل آگ سے جلچا دے۔ ۱۔

۲۲۔ دہیان کر نیکے لیے بہتر۔ گہاس۔ یا لکڑی یا مٹی کی چوکی ضروری نہیں ہے عقل مند کے لیے وہ آتما خود پوتر آسن پر جسے اہل آتماؤں نے خواہشات و جذبات کو مغلوب کر لیا ہے۔ ۱۔

۲۳۔ اے دوست آتم دہیان کے لیے نہ کسی آسن کی نہ لوک پوجا کی اور نہ مجموعی عبادت کی ضرورت ہے۔ ۱۔ اپنے دل سے باہری چیزوں کی خواہشات کو نکال دے اور ہر وقت اپنے ہی تصور میں مشغول رہ۔ ۱۔

۲۴۔ کوئی بیرونی شے میری نہیں ہے۔ مین کہی افلکانہ ہوں، ایسا بچا کر اور بیرونی چیزوں سے قطع تعلق کر۔ اور اے دوست اگر تو نجات کا مستلاشی ہے تو اپنے آپ ہی مین قائم رہ۔ ۱۔

۲۵۔ تو جو اپنے کو اپنی آتمین دیکھتا ہے پاک ہے اور درشن اور گیان مجسم ہے۔ جو سادہ ہون کو ایکسو کرتا ہے وہ سادہی کو پراپت ہوتا ہے خواہ وہ کہیں ہو۔ ۱۔

۲۶۔ میری آتما ہمیشہ سو بہاؤ سے ایک۔ نیت۔ پاک اور ہمہ دان ہے۔ باقی سب چیزیں میرے باہر ہیں۔ فانی ہون اور کرمون سے پیدا ہوئی ہیں۔ ۱۔

۲۷۔ جو خود اپنے جسم ہی سے لگانہ نہیں ہے او سکا رشتہ لڑکے بیوی یا دوستوں سے کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر جسم کی کہاں اتاریجاوے تو اس کے ساتھ لگے ہوئے سوراخ جسم میں کیسے رہ سکتے ہیں۔ ۱۔

۲۸۔ جسم کے تعلق کی وجہ سے آتما کو بہت طرح کے دکھ اٹھانے پڑتے ہیں۔ اس لیے جو کوئی موکش کو حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو من سے بچنے سے اور فعل سے جسم کے تعلق کو توڑ دینا چاہیے۔ ۱۔

۲۹۔ اپنے تین شیون سے جنگ باعث تو جنگل روپی سنسار میں بھگدڑ پھرو باکر۔

۱۲۔ جسکی یاد سب سادہ ہوں کے گرد کرتے ہیں۔ جسکی ہر گت سب راجہ ہمارا ہے کیا کرتے ہیں۔ دید پوران اور شاستر جس کے گن گاپا کرتے ہیں وہ دیون کا دیو میری دل میں باس کرے۔

۱۳۔ جس کا سو بہاؤ گیان اور سکھ ہے جو دنیا کے سب دونوں سے دور ہے۔ جو

سادہ مین مانا جاتا ہے اور جو پر ماتا کہلاتا ہے ایسا دیون کا دیو میری دل میں باس کرے۔

۱۴۔ جو دنیا کے سب دکھوں کو دور کرتا ہے۔ جو سب باطنی احوال کو جانتا ہے اور جس کو

یوگی تپسوی دیکھ سکتے ہیں ایسا دیون کا دیو میرے دل میں باس کرے۔ !

۱۵۔ جسے مکتی کا مارگ دکھایا ہے۔ جو جنم مرن سے جو گناہ سے ہوتے ہیں آزاد ہے۔

۱۶۔ تینوں لوگوں کو دیکھتا ہے اور جو بے جسم اور بے عیب ہے ایسا دیون کا دیو میری دل میں

باس کرے۔ !

۱۷۔ جس میں رغبت و نفرت وغیرہ نہیں ہیں جن میں سب مجسم ہستیاں پہنسی ہوئی ہیں

جس کے گیان کا اندازہ نہیں ہو سکتا ہے اور جو بغیر اندریوں کے ہے۔ ایسا دیون کا دیو

میرے دل میں باس کرے۔ !

۱۸۔ جو تمام جیون فائدہ کا کارن ہونیکے باعث سب جگہ موجود ہے۔ جو کامل ہے۔

ہمہ دان ہے۔ جس نے سب کرموں کو ناش کر ڈالا ہے اور جس کا دیان کرنے سے

سب آفات مل جاتے ہیں۔ ایسا دیون کا دیو میرے دل میں باس کرے۔ !

۱۹۔ میں ادس پریم دیو کی پناہ لیتا ہوں جسکو کرموں کا میل کسی طور سے چھو نہیں سکتا

جیسے تاریکی کا جھنڈ آفتاب کو نہیں چھو سکتا ہے۔ جو بے عیب ہے امر ہے اور ایک ہے

اور انیک ہے !

۲۰۔ میں ادس پریم دیو کی پناہ لیتا ہوں جو اپنی آتما میں قائم ہوا گیان کا پرکاش تر ہے

ادب عالم کو اسطور پر روشن کرتا ہے کہ آفتاب نہیں کر سکتا۔ !

۲۱۔ میں ادس پریم دیو کی پناہ لیتا ہوں جسکے دیکھنے سے سارا سنار صاف ہو کر دکھائی



کا طبع ہمیشہ ایسے بنے رہیں گو یاد وہاں نفس ہو گئے ہوں کہودہیے گئے ہوں  
قائم ہو گئے ہوں کل دے گئے ہوں یا ہر دے گئے ہوں۔!

۵۔ ہے ناتھ۔ اگر کو ہر او دہر ہر نے مین مین نے کسی ایک یا زیادہ اندر  
و اے ذی روح کو چٹ پھونچائی ہو کاٹ ڈالا ہو یا کچل دیا ہو یا ملی گیا ہو تو  
وہ ہر اکام میرا چاہا گیا جاوے!

۶۔ ہے پرہو۔ اگر موکش کا مارگ چھوڑ کر مین نے کام کے بس مین بیوقوفی سے اپنے  
چار تر کو ہنگ کیا ہو تو ایسی میری خطائیں باطل ہوں۔!

۷۔ من سے بچن سے یا شریر سے یا کام کے بس کیے ہوئے اوس باپ کو جس سے  
سنسار کی سب برائیاں پیدا ہوتی ہیں مین آتم گیان پشیمانی اور اپنے کو لعنت  
لامت کرنے سے اسی طبع ناش کرتا ہوں جس طبع کوئی عقلمند آدمی منزوں کے  
زور سے سانپ کا زہر اوتارتا ہے۔!

۸۔ ہے جین۔ جہالت مین پڑ کر جو کچھ مین نے اتی کرم۔ دیتی کرم۔ اتی چار یا انا چار  
کیا ہے اوس سے مین پاکیزگی کے ذریعہ آزاد ہوتا ہوں۔!

۹۔ ہے پرہو [مین جانتا ہوں کہ] مین کی پاکیزگی کے گندہ کرنے کو اتی کرم کہتے ہیں  
شعل برتوں کے توڑنے کو دیتی کرم کہتے ہیں۔ لذات دنیا مین پہننے کو اتی چار کہتے ہیں  
اور اون مین بالکل بہت ہو جائیکہ انا چار کہتے ہیں۔

۱۰۔ ہے سیر سوتی دیوی۔ اگر مین نے کوئی ایسی بات کہی ہو جس مین مطلب مانتا  
لفظ یا کام کا نقص ہو تو مجھے معاف کر اور مجھے پورا گیان دے۔

۱۱۔ ہے [جن بانی نادوی۔ تم چٹامنی کی طرح خواہشات کو پورا کرنے والی ہو ایسے  
مین تمہاری پوجا کرنے وافش مین پر قابو خیال کی پاکیزگی۔ آتم سروپ کی پراپتی  
اور ہمیشہ کی کامل خوشی حاصل کروں۔!]

پر مانتا ہو گئے ہیں عزت اور تعظیم کے ساتھ پڑ پڑتا ہے۔ نیکی گناہ سے بچنے سے حاصل ہوتی ہے یعنی اپنے گناہوں کا اقبال کر لے سے اور اوسے توڑ کرنے سے اور شائمی راگ (رغبت یا دلہنگی) اور دوش (نفرت) کے دل سے نکال ڈالنے سے اور جہانی خواہشوں اور شہوتوں کے غارت کر دے یہ سب باقین جین مت کے سامایک میں مد نظر رکھی گئی ہیں جو اس وجہ سے دیان کرنے کا عمدہ ترین طریقہ ہے۔

مجھے اب اس مضمون پر زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اسے جگوانا امتی گئی اجاریہ کے سامایک بائہ کو جو عہدگی عبارت کے لحاظ سے ہی ایک سمت اعلیٰ درجہ کی تحریر ہے پیش کر کے ختم کروں گا۔ اس بائہ کا انگریزی میں ترجمہ بابو اجیت پرشاد صاحب نے ۱۹۱۵ء میں کیا تھا اور میں نے اس سے بہت کم اختلاف کیا ہے۔

۱۔ ہے پر مانتا [حیات]۔ مجھے الیا بنا دے کہ میں سب جانداروں سے محبت رکھوں ہر مندوں کی صحبت میں خوشی ہوں ان پر جو تکلیف میں ہیں رحم کروں اور مخالفوں کے ساتھ برداشت کو عمل میں لاؤں۔!

۲۔ ہے چنندر۔ آپ کے فضل سے مجھ میں وہ طاقت پیدا ہو جاوے کہ میں بے عیب اور انت شکنی و اے آتما کو جسم سے اس طور سے الگ کر سکوں جیسے میان سے تلوار الگ کی جاتی ہے۔!

۳۔ ہے ناہتہ۔ میرا من وہ کہ بالکل غارت کر کے سب حالتوں میں سکھ اور دکھ میں دوست و دشمن میں گہرا اور جنگل میں نفع و نقصان میں مناسب اور نامناسب میں ہمیشہ کیساں رہے۔!

۴۔ ہے پرہو۔ آپ کے چرن میرے دل میں تاریکی کو مٹانے والے دیکھ

من کی نیکی کا پیرا کرنے والا ہونا چاہیے۔  
اور زندگی سے افعال کا جو مزدہ کے لئے کیے جائیں۔

اور بادشاہت اہوراکی ہو  
جس نے اہویارتو کو بیچارگان کا مددگار مقرر کیا ہے۔ (ای  
آر۔ ای جلد ۱۔ صفحہ ۲۳۸)۔

ہوگ صاحب اپنی کتاب دی ایسینزاون پارسز کے صفحہ ۴۱ پر اس کا  
مطلب اور یہی زیادہ صاف طور سے ذیل کے معنی میں لکھتے ہیں:-  
”چونکہ آسمانی رب کا انتخاب ہونا ہے۔

ایسے ہی ایک دنیاوی مرشد کو نیک خیالات کا دینے والا  
ونیک اعمال زندگی کا جو مزدہ کے لئے کیے جاوین تاؤ والا ہونا چاہیے  
اور بادشاہت اہورہ کے لئے ہے جس کو مزدہ نے بکسوں کا  
مددگار مقرر کیا ہے۔“

یہاں ہی نعمتوں کے حصول کے لئے بہیک مانگنے کا کوئی سوال نہیں ہے  
بلکہ صرف آسمانی رب یا رہبر اور دنیاوی مرشد کے روحانی اوصاف کا ہے۔  
پس یہ ظاہر ہے کہ لفظ دعا ان دعائے مضامین کے تعلق میں ایک بے معنی  
لفظ ہے اور زمانہ قدیم میں اسکے معنی بھی نعمتوں یا بخششوں کے لئے بہیک  
مانگنے کے نہ تھے۔

جو تھے امر کی نسبت یعنی دعا کیونکہ مانگنی چاہیے یہ ظاہر ہے کہ روزانہ  
دہیان (تصور) میں وہ سب باتیں شامل ہونی چاہئیں جو اعتقاد اور نیکی  
اور من کی شانتی کے بڑھانے والی ہیں۔ اب اعتقاد دل پر اس خیال کے  
جمانے سے کہ روح خود پر ماتا ہے اور ان بزرگوں کی سوانح عمری کو جو خود

بُدھ مت کی دعا بھی اپنی طور پر ایک قسم کے اظہار اور ایک قسم کے اندرونی احساس کا مرکب ہے جس میں اظہار اعتقاد کا ہے اور احساس مقصد اور سرگرمی کا ہے۔ اعتقاد کے اظہار کے لحاظ سے بُدھ مت کی دعائیں بُدھ کی بندگی اور یکے پچھے مار گ اور سنگ کی تعظیم زیادہ تر عبادت اور عظمت دینے کو خود پر ہوتی ہو جو عقاید ایمان کو بھی ساتھ ہی ساتھ ظاہر کرتی ہو۔ اور مقصد اصلی سے احساس سے معنی میں وہ اخلاقی کمزوریوں کے دور کرنے کے لیے کوشش کے مقصد پر ارادہ یا مہد کی شکل کو اختیار کرتی ہے (دیکھو ای۔ آر۔ ای جلد ۱۰ - صفحہ ۱۶۷)۔

اس کے مقابلہ میں ہندو گائتری ایک سجدہ سادہ چیز ہے:  
 ”ہم دیوان کرتے ہیں اوس آسمانی زندہ کرنے والے (سورج) کے جلال پر۔ وہ ہماری سمجھ کو کہوے۔“  
 یہ دعا سورج سے روشنی اور علم کے لیے مانگی جاتی ہے۔ اور سورج کی عبادت کا مفہوم اپنی ہی آتما (روح) کی عبادت کا ہے کیونکہ میترا این اُپنشد میں ایسا لکھا ہے کہ

”سورج بیرونی آتما ہے اور پران (حیات) اندرونی آتما ہے۔

ایک کے کام کی دوسرے کے کام سے مطابقت مانی گئی ہے۔

اس لیے سورج پر مثل اوم (ॐ) کے بجا رکھ اور اسکو

آتما سے منسوب کر۔“ (پی۔ ایچ۔ بی جلد ۱ صفحہ ۲۷۳)۔

پارسیوں کی دعا کا ذکر پہلے لکچر میں آچکا ہے۔ اسکا ترجمہ حسب ذیل ہے:

”دو چونکہ اہور (آسمانی رب) کا انتخاب ہونا ہے۔

اس لیے تو (دنیاوی مرشد) ہر طرح کی قانونی بیافت سے

میں خدا کی قوت سے اٹھتا ہوں۔ اللہ بڑا ہے۔ میں اپنے اعلیٰ رب کی پاکی کی شاکر ہوں۔ میں اپنے اعلیٰ رب کی پاکی کی شاکر ہوں۔ میں اپنے اعلیٰ رب کی پاکی کی شاکر ہوں۔ دو میں اللہ اپنے رب کی معافی چاہتا ہوں۔ میں اوسکے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ اللہ بڑا ہے۔

تمام عبادت زبان کی اللہ کے لئے ہے اور نیز تمام عبادت جسم کی اللہ کے لئے ہے۔ اور خیرات بھی۔

اللہ کی سلامتی تجھ پر ہو یا رسول اللہ اور اللہ کی رحمت اور برکت تجھ پر ہو۔

سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک چاکرون پر۔

”میں شہادت دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہے سوا اللہ کے۔ یا اللہ تیرے لئے تعریف ہو۔ اور توبہ ہے۔“

دیا اللہ ہمارے رب ہم کو اس زندگی کی برکتیں اور حیاتِ بدی کی برکتیں عطا کر۔

ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

اللہ کی سلامتی اور رحمت تیرے ساتھ ہو۔

————— (دیکھو بیوج صاحب کی اسے ڈکیشری اور اسلام)

یہاں بھی اشارہ۔ توبہ۔ بدی کا خوف۔ اور مرشدوں کے قدموں پر چلنے کی خواہش میں پر حیات مہربان ہوئی ہے اور جو غلطی نہیں کرتے ہیں۔ حیات کی وحدانیت پر استدلال۔ فقیری اور زبانِ جسم کا خدا کی حمد اور دولت کا خیرات میں استعمال کرنا ہی پائے جاتے ہیں۔

تیری عظمت بہت بڑی ہے۔

سوائے تیرے کوئی معبود نہیں ہے۔

”میں اللہ کی بارگاہ میں شیطان ملعون سے پناہ مانگتا ہوں۔

(شروع) اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحیم ہے۔

تعریف اللہ ہی کو زیبا ہے جو تمام جہان کا رب نہایت  
مہربان اور بڑا رحم والا۔

الک ہے روز جزا کا۔

یا اللہ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی کو مدد چاہتے ہیں۔

دکھا ہکو سید بال راستہ۔ اون لوگوں کا راستہ جس پر تو فضل فرمایا ہے۔

جو نہ وہ ہیں جس پر تو غصہ ہوا اور نہ بچنے والے ہیں آمین

”کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس

سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی

اس کے برابر ہے۔

”اللہ بڑا ہے۔ میں اپنے اعلیٰ رب کی پاکی کی ثناء کرتا ہوں۔

میں اپنے اعلیٰ رب کی پاکی کی ثناء کرتا ہوں۔ میں اپنے اعلیٰ

رب کی پاکی کی ثناء کرتا ہوں۔

”اللہ اوس کو سنتا ہے جو اس کی تعریف کرتا ہے۔

اے میرے خدا تعریف تیرے لیے ہے۔ اللہ بڑا ہے۔

میں اپنے اعلیٰ رب کی پاکی کی ثناء کرتا ہوں۔

میں اپنے اعلیٰ رب کی پاکی کی ثناء کرتا ہوں۔ میں اپنے اعلیٰ

رب کی پاکی کی ثناء کرتا ہوں۔ اللہ بڑا ہے۔

روح پو پو بخ سکتی ہے۔ پانچویں کا مطلب ایک زندہ آدمی کی تقلید سے  
 کروں سے رہائی پانا ہے اور چہارم روح کی بجائے جسم کی نفسی بات سے کی  
 غلطی کو دور کرنا ہے اور نفس امارہ کو ہارتا ہے۔  
 مجھ کو اس سلسلہ میں یہ بتانا چاہیے کہ انجیل مقدس میں اللہ خدا کی بادشاہت کا  
 مطلب جسکے دیکھنے کے عیسائی ہیجلیت منظر میں سوا ایک کے کہ آیا کا پرتا پرتا  
 ظاہر ہوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس بادشاہت کی تعریف ایک تیز عیسیٰ نے اس  
 طور پر کی تھی :-

وہ خدا کی بادشاہت ظاہری طور پر جس آتی ہے اور لوگ  
 یہ نہ کہنے لگے کہ دیکھو یہاں ہے یا وہاں ہے کیونکہ دیکھو خدا کی  
 بادشاہت تمہارے اندر ہے (لوقا کی انجیل باب ۱۷-  
 آیات ۲۱ و ۲۲) -

اب ہمارے اندر جو کچھ ہے وہ بس حیات ہے۔ پس عیسائیوں کی دعا  
 کے اس جملہ کا کہ تیری بادشاہت آوے واقعی یہی مفہوم ہے کہ عیسو کا ہیجلیت  
 اپنی ہی روحانیت کی کمالیت کا خواستگار ہے۔

اب میں آپ کو مسلمانوں کی دعا کا مضمون جس میں سے وہ عہدہ جو محض  
 ان کے پیغمبر صاحب کی ذات سے تعلق رکھتا ہے چھوڑ دیا گیا ہر تباؤں گا۔  
 زمین نے صدق دل سے صرف اللہ سے دعا کر لیا قصہ کیا ہے۔  
 اللہ بڑا ہے۔

یا اللہ پاکی تیرے لیے ہے۔

تیرے لیے تعریف ہے۔

تیرا نام بڑا ہے۔

ہو شایہ کے آئینگی اسید ادا ایک نئی ترتیب کی آرزو جس میں حیات کی مرضی کا  
 زمین پر اسی طرح ہونا مقصود ہے جیسے کہ وہ آسمان پر ہوتی ہے (۳) روزانہ پیٹ  
 پیرنے کے لیے روٹی کی خواہش پینے میں داخل ذاتی دولت و مالک کا دل سے  
 ترک کرنا (۴) گناہوں سے توبہ اور (۵) آئندہ کے لیے گناہوں کا خوف اور  
 بدی سے رہائی کی تمنا۔

یسوع کی بنائی ہوئی دعا کا ایسا مطلب ہے۔ لیکن یہ تو محض جہنم سا ایک  
 ٹوٹا ہوا جسکو پر ماتا مہاپیر نے روزانہ دیان کے لیے قریب دو ہزار چہرہ سو  
 برس ہوئے اپنے سامعین کو سکھایا تھا۔ سا ایک کواٹنگ (اعضاء) بموجب  
 جہنم شاسترون کے حسب ذیل ہیں۔

(۱) گزشتہ گناہوں کا پچھتاوا۔

(۲) آئندہ گناہوں سے بچنے کا مصمم ارادہ۔

(۳) ذاتی رغبتوں و نفرتوں کا تیاگ۔

(۴) ترہنکردن کی جو ہمارے لیے کمائیت کا آدرش (نمونہ) ہیں بلحاظ ادنیٰ  
 انہی صفات کے ثناء۔

(۵) کسی مخصوص ترہنکردن کی حد جسکا جیون چار ترہمارے جیون کو پورا تر بنانے کا  
 ذریعہ ہے کیونکہ وہ خود گنہگار کی حالت سے پر ماتا پن کے اعلیٰ ترین رتبہ کو  
 پہنچا ہے۔

(۶) جسم سے من کو ہٹانا اور ادسکو روح میں لگانا۔

ان میں سے پہلے دو انگ تو گناہ کو کاٹنے والے ہیں۔ تیسرا طبیعت سے  
 جذبہ و جوش کو دور کرتا ہے جو ہمارے دل کے اوپر اس خیال کو نقش کرتا ہے کہ  
 آتما ہی پر ماتا ہے اور بلندی کے اس اعلیٰ سکھ کو ظاہر کرتا ہے جہاں



۲۰ آسمانی باب (دیکھو ہر ملک انجیل باب ۲۰ جہت ۱۱) سے کلام کی صورت نہ  
 ہو ناچاہیے۔ صرف ہی ایک چیز ہے جو ہم طرست سے مانگ سکتے ہیں۔ دولت  
 اولاد۔ دنیاوی جاہ و جلال یا دشمنوں کی تباہی کے لیے دعا مانگنا منع ہے۔ ان سے  
 برے کیوں کا ہندھ ہوتا ہے اور یہ ہنگوئی سے دور کرنے والے ہیں۔ ذیل کے  
 انجیل کے کلام سے ہی جو یسوع کو مسموم کیا گیا ہے ہی نتیجہ نکلتا ہے۔

”کوئی آدمی دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا کیونکہ یا تو وہ ایک سے  
 عداوت رکھتا اور دوسرے سے محبت۔ یا ایک سے ملا رہیگا اور  
 دوسرے کو ناہیز جانے لگا۔ تم خدا اور دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے  
 ۱۰ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ نہ اپنی جان کے لیے فکر کرو کہ  
 ہم کیا کھا دیں یا کیا پہنیں۔ خدا اپنے بدن کے لیے کہ ہم کیا پہنیں  
 کیسا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بہتر نہیں ہے۔“  
 (متی کی انجیل باب ۶- آیات ۲۴ تا ۲۵)۔

یسوع کی پیکر لکھائی کا مضمون نہایت پر معنی ہے۔ وہ اسطور ہے (دیکھو  
 متی کی انجیل باب ۶- آیات ۹ تا ۱۳)۔

۱۱ اسے ہمارے باب تو جو آسمان میں ہے۔ تیرا نام پاک مانا جاوے  
 تیری بادشاہت آوے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے  
 زمین پر بھی ہو۔ ہماری رو کی روٹی آج کھیں دے۔ اور بطرح پہنے  
 اپنے قرض داروں کو بخش دیا تو ہی ہماری قرض میں بخش دے۔ اور ہمیں  
 آزمائش میں نہ پڑے بلکہ برائی سے بچا کیونکہ بادشاہت ابدی  
 اور جلال ابد تک تیرا ہے۔ آمین ۱۱

یقیناً یہ دعا نہیں ہے بلکہ حسب بدلی اسکا اجتماع (۱۱) حیات کی شاخ (۲۲) اولیٰ

دل میں بیگم دوسی

پھر ہی کہا ہے (دیکھو حوالہ سابق باب ۱۵-آیت ۲۹) :-

”خداوند بدوین سے دور ہے پر وہ راستبازوں کی دعا سنتا ہے“

بر آدمی کی آنکھیں باہر خواہشات اور شہوتوں کی دنیا کی طرف لگی ہوئی ہیں جبکہ حیات کی اقلیم اندر کی طرف واقع ہے۔ برعکس اسکے راستباز آدمی راستی کے فعل کا کرنے والا ہے اور راستی کا فعل پر مانتا کی مرضی ہے یعنی وہ فعل ہے جو حیات کو پسندیدہ ہے۔ اسلئے خداوند بدکردار سے دور ہے اور راستباز کی دعا کو سنتا ہے۔ پھر وہ شخص جو حیات سے دعا مانگے اوس کے لئے ضروری ہے وہ صحیح اعتقاد رکھتا ہو یعنی اوسکو حیات کے پر مانتا ہونے کا یقین ہو کیونکہ یہ کہا گیا ہے (دیکھو کتاب امثال باب ۲۸-آیت ۹) :-

”وہ جو اپنے کان کو پیر لیتا ہے کہ شریعت کو نہ سنے اسکی دعا ہی نفرت انگیز ہوگی“

دعا مانگنے والے کو ہنسار جانداروں کے مارنے یا ایذا پہونچانے سے پاک ہونا چاہئے کیونکہ انجیل میں لکھا ہے (دیکھو یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۱-آیت ۱۷) :-  
 ”و جب تم اپنے ہاتھ پھیلاؤ گے تو میں اپنی آنکھیں بند کروں گا  
 ہاں جب تم دعا پڑھو گے تو میں نہ سنوں گا۔ تمہارے ہاتھ  
 تو ہوسے بہرے ہیں“

سچا اعتقاد سچا علم و سچا عمل تب دعا کے لئے ضروری ہیں اور لوگوں کا دعا مانگنا سود پر  
 مبنی امر یہ ہے کہ دعائیں کیا مانگے۔ اسکا قریب قریب  
 جواب دوسرے امر کے سلسلہ میں دیدیا گیا۔ کوئی چیز شریعت (دہرم) کے  
 خلاف نہ ہونی چاہئے اور نہ سچے اعتقاد کی مخالف۔ سچے اعتقاد والوں کو صرف اپنے

وافر قہ کے لئے مخصوص نہیں ہے اور مردہ کی قبروں پہنچوں اور مردہ کو نکال کر  
 پھینچنے والوں کی دعائیں بعض اوقات اس طرح پڑھیں۔ "توئی یمن۔ فی الحقیقتہ  
 یا سب اتفاق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ امر موقوفہ شدہ کی بات نہیں اور اس کا  
 ہونا ضرور تھا خواہ کوئی اس کے لئے دعا مانگنا یا نہیں حتیٰ کہ اس کا دعا کے ساتھ  
 وقوع میں آنا کسی طرح پر ہی ایک عجیب ادعوات و سید کی کارگزاری نہیں مانا جائے گا  
 اس عالم میں اکثر اتفاقات ایسے ہوا کرتے ہیں جنکو کثیر سے کثرت خالق پر ہی ہونا  
 نتیجہ نہیں مان سکتی مثلاً کسی دشمن کا مر جانا یا اوپر تباہی کا آنا۔ لیکن اگر ہم ان  
 کردہ وقوع کو دعا کا پہل اسوجہ سے نہیں مان سکتے ہیں کہ ایسا کرنے سے  
 اس کے مرتکبان کی عزت اور نیکی میں دہشتہ لگتا ہے تو ہمارے پاس کون دلیل ای  
 ہے جسکی بنا پر ہم کسی اور وقوعہ کو ایک دعا کے بخشے اللہ خدا کا فعل سمجھ لیں؟  
 یہ تو پہلے امر کی بابت ہوا۔ اب دوسرے کے متعلق جو یہ سوال اٹھاتا ہے  
 کہ کون دعا مانگ سکتا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے اس بات پر متفق ہو  
 کہ جو تکمیل حاصل دعا کا قبول کرنے والا اندرونی ہوتا ہے اس لیے صرف وہ شخص ہی  
 جو اس کا بہت ہے اس سے دعا مانگنے کا مجاز ہے۔ وہ لوگ جو اسکی مرضی پر  
 نہیں چلتے وہ دعا باز اور بدکار ہیں۔ وہ اپنے خدا کو نہیں جانتے ہیں اور انکی  
 دعائیں قبول نہیں ہو سکتی ہیں۔ حیات کا انکے ساتھ کیسا برتاؤ ہوتا ہے اسکو  
 انجیل مقدس کے پڑانے عہد نامہ کی اشغال کی کتاب (دیکھو باب ۱۔ آیات ۲۸  
 و ۲۹) میں ذیل کے پُر زور الفاظ میں بتایا گیا ہے:-

"دستہ وہ مجھ کو پکارتے ہیں پر میں جواب نہ دوں گا۔ وہ سوچتے  
 مجھ کو ڈھونڈتے ہیں پر مجھے نہ پائیں گے۔  
 "دیکھو کہ انہوں نے حاش سے کینہ رکھا اور خداوند کو خوف کو

میں تم سے پہلے پہنچاؤں کہ مریض جیسے ایمان رکھتا ہے  
یہ کام میں کہ انہوں وہ بھی کرے گا بلکہ ایسے ہی بڑے کام وہ کرے گا  
یہ کہ میں اسے باب کے اس جاناہوں وہ چاکی انجیل  
باب ۱۳- آیت ۲۲ -

روزہ اور دعا سے روحانی قوت بڑھتی ہے جیسا یسوع نے اپنے شاگردوں کو  
اونکا اپنی ناکامیابی کا سبب دریافت کرنے پر جب وہ ایک ناپاک روح کو نکلانے  
میں ناکامیاب ہوئے تھے بتایا۔

” یہ قسم دعا اور روزہ کے سوا کسی اور طرح نہیں نکل سکتی “  
درفس کی انجیل باب ۹ آیت ۲۹ -

لیکن ان متفرق مضامین میں سب سے زیادہ پر معنی وہ ہے عیسیٰ کی معجزہ  
کہ نیکی قوت اور اس کے وطن کے تعلق میں درفس کی انجیل کے چبے باب کی  
پانچویں و چھٹی آیات میں درج ہے :-

” اور وہ کوئی معجزہ وہاں نہ دکھا سکا سوا اسکے کہ تھوڑے سے  
بیادوں پر ہاتھ رکھ کر انہیں اچھا کر دیا۔

” اور اُسے اُنکی بد اعتقادی پر تعجب کیا “

بیادوں کو اچھا کرتے وقت یسوع اونسے ضرور پوچھ لیا کرتا تھا کہ آیا اونکو  
اعتقاد ہے یا نہیں اور اچھا کرنے کے بعد اونکو ہمیشہ یہ بتا دیا کرتا تھا کہ اونکے  
اعتقاد ہی نے اونکو اچھا کیا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معجزے و  
کرامات کا ایک قانون یا قاعدہ ہے جو معجزہ کرنے والے کی ذات یا اسکے  
مرحہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے۔ یہ بلا شک کبھی کبھی ہو جاتا ہے کہ ہم جس چیز کو  
نکھڑا مانگتے ہیں وہ حاصل ہو جاتی ہے لیکن یہ اس قانون کے کسی خاص گروہ

اگر یہی نتیجہ دعا کا ہے تو یقیناً وہ محض ایک دعا ہے۔ لیکن اس میں جو کچھ دعا کا اصل نشانہ بھی ایسا نہ تھا دعا کے حسب ذیل درج ہیں :-

(۱) کس سے مانگے۔

(۲) کون مانگے۔

(۳) کس چیز کو مانگے۔

(۴) کیسے مانگے۔

ان میں سے پہلے امر کی بابت ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ تر تھرک بہگوان صرف کامل مرشد ہیں وہ نہ نعمتوں کو دیتے ہیں اور نہ دعا کو قبول کرتے ہیں جبکہ مہتو بوجی (حقے کہانیوں والے مذاہب) کے دیوتا محض خیالی مخلوق ہیں۔ پس سوائے اندرونی خدا کے اور کوئی دعا کا قبول کرنے والا نہیں ہے۔ اور دراصل ہی اندرونی خدا ہے جو واقعی ہماری دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے کیونکہ حیات کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اپنے عقائد سے موثر ہوتی ہے حتیٰ کہ جیسا وہ یقین کرتی ہے ویسا ہی ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یسوع نے یہ فرمایا ہے :-

”اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھ تم دعا میں مانگتے ہو یقین کرو کہ تم کو ملے اور تم کو ملے گا“ (مرقس کی انجیل باب ۱۱ آیت ۴)

اعتقاد کا انش (جڑ) جو بیرونی خدا کے تعلق میں بالکل نامناسب ہے اندرونی پر مانتا ہے (روح کے علم) سے زندہ نور ہو جاتا ہے پورے طور پر مناسبت رکھتا ہے۔ اس لیے جس قدر زیادہ انسان اس اندرونی پر مانتا کہ سہارا پکڑتا ہے اوتنا ہی زیادہ اچھی صفات کا اظہار اور سکی ذات میں ہوتا ہے اور کشف و کرامات بھی اس قدر ہونے لگتے ہیں۔ چنانچہ یسوع اپنے پیروں کے بارہ میں کہتا ہے :-

# آنحوان لکچر

## عبادت

آج کے لکچر میں ہم عبادت کے مختلف طریقوں پر جو انسانوں میں مروج ہیں غور کریں گے۔ وہ ذیل کے اقسام کے ہیں:-

(۱) دعا۔

(۲) قربانی۔

(۳) حج۔

(۴) تقصیر

(۵) پالیز گی۔

(۶) پیشیا یا ریاضت۔

ان میں سے ہم ایک پر علحدہ علحدہ بچار کریں گے تاکہ ایک اصل مطلب معلوم ہو ہم سب سے پہلے دعا پر غور کریں گے جسکی مراد عوام کے عقیدہ کے مطابق کسی خدا یا دیوتا سے بخشش اور نعمتوں کے حصول کے لئے طبعی ہونا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کائنات قدرت میں کہیں کوئی دعا کا محکمہ نہیں ہو سکتا ہے۔ حال کی جنگ یورپ کے دلخراش واقعات اس امر کو پورے طور سے ثابت کرتے ہیں کہ بہو کے مصیبت زدہ و شکستہ دل انسانوں کے رونے و چلانے کا سننے والا کوئی نہ تھا۔ ہر فرقہ کے لوگوں نے جبکہ مذاہب میں دعا مانگنا سکھا یا گیا ہے روزانہ برسوں دعائیں مانگیں۔ گرے سود۔ اود آج بھی ہم اس جنگ سے پیدا ہونے والی خوفناک خرابیوں سے پریشان ہیں۔







انسان کو مکش دلانے کے لئے سب مذہبی ضروریات کا اختتام ہیں۔  
 پس روح کے لئے اصلی خدا خود حیات ہی ہے یعنی خود جو ہر روح ہے جو  
 اسکے پر ماتا پن کا مادی سبب (اد پادان کلان) ہے۔ یہ پر ماتا پن ایسے شخص  
 کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے جس نے اسکو خود حاصل کیا ہو یعنی ترہنکر کی تعلیم سے  
 جو باہری رہبر یا خدا ہے۔ یہ کہنا بمنزلہ اسکے ہے کہ ہر روح کے لئے صرف ایک  
 اصلی خدا ہے یعنی خود اسکی ذات جو خاصیت میں مثل اور دیگر ملکیت یا سنساری  
 (غیر ملکیت) اور ارح کے ہے مگر اپنی ذات میں ان سے بالکل علیحدہ ہے۔ اس خدا کو  
 اسلئے مناسب ہے کہ وہ اپنی پوری طاقت سے بکڑے۔ یہی بنیاد ہے جسپر خدا کی  
 وحدانیت قائم ہے۔ اور انسان کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اس خدا کے ساتھ کسی  
 دوسرے کو شریک نہ کرے۔ اگر آپ اسپر غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔  
 کہ پر ماتا پن حیات ابدی۔ آئندہ اور کمائیت کے دیگر اوصاف کا عطا کرنے والا  
 خود روح کے سوا اور کوئی نہیں ہے کیونکہ یہ اوصاف روح کے جو ہر بین قدرتی  
 طور سے موجود ہیں اور کسی دوسرے سے نہیں مل سکتے ہیں۔ اسوجہ سے اصلی  
 خدا کی وحدانیت پر زور دیا گیا ہے جیسا کہ قرآن شریف (باب ۲۲)  
 میں بتایا گیا ہے جو کوئی خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک کرتا ہے وہ ایسا ہے  
 جیسے کوئی آسمان سے گر پڑے۔ علاوہ اس اصلی خدا کے دو قسم کے اور خدا ہیں  
 جنکی دنیا میں پرستش مروج ہے یعنی ایک تو وہ اصلی مرشد یا ترہنکر جو ہمارے  
 لئے کمائیت کا آدرش (نمونہ) ہیں جنکے قدموں پر چلکر ہم بھی انکی طرح پر ماتا ہو سکتے  
 ہیں اور دوسرے قصبے کہانیوں کے قیاسی دیوتا جو حیات کی مختلف صورتوں اور  
 دیگر اقتباسوں کے روپ میں ہیں۔ وہ انسانی خیال سے پیدا ہونے والے دیوی  
 دیوتاؤں کی عبادت ہے جس کی ممانعت کی گئی ہے اور جو تمام اقسام کی غلط فہمیاں

نہیں گھڑے گئے جس سے کسی قسم کی گڑبڑ ہو سکے گو کہ بیشتر لوگ  
آج کل ٹیک اوس وجر سے ناواقف ہیں کہ یہ لوگ باب کیوں کہلا

ہیں اور اس لقب کو محض تعظیم کی علامت سمجھتے ہیں ؎

یقیناً یسوع کے مہند میں الفاظ آسمانی باب کا مفہوم خالق نہیں ہے اور نہ  
اون کا کسی عام یا خاص چیز کی پیدائش سے تعلق ہے۔ یہ خیال توریت کی تعلیم کے  
بیرونی چیلے سے اور اسکے اندرونی معنی کے نظر انداز کرنے سے پیدا ہو گیا ہے۔  
ہندو مذہب میں بھی سنا رکے پیدا کرنے والے کے طور پر ایثور کا خیال سرشتی  
کے رہنے والے برہما کے اصلی فعل کی کیف تعبیر ہے۔ دراصل حیات خود سچا  
خالق ہے کیونکہ ہر روح اپنے جسم اور حالتوں کا بنانے والا ہے۔ لیکن اس کا خد  
حیات صرف جو ہر روح ہی کا ایک پہلو ہے۔ برہما حیات کا روپ ہی نہیں ہے۔  
بلکہ اوس بدہی (عقل کا استعارہ ہے جسکو حیات کا گمان ہو گیا ہے۔ پس برہما کی  
سرشتی روحانی خیالات کی خلقت ہے جس سے وہ من کو آباد کرتا ہے جیسا کہ پہلے  
بیان ہو چکا ہے۔ یہ وہ سرشتی ہے جسکی دشمنو (= دہرم) حفاظت کرتا ہے۔  
کے۔ این۔ آئڈ صاحب ذیل کا دلچسپ مضمون برہما کی خلقت کے متعلق اپنی  
مقام دی پر مبنی ہستی اور بہا رتہ ورشس (دیکھو جلد ۱ صفحہ ۹۹)  
میں تحریر فرماتے ہیں:-

”برہما کی خلقت کے..... یعنی دراصل کل مینوی خواہشات کو غارت کر کے  
جس سے دین بگتی کی رغبت پیدا ہوتی ہے دشمنو برہما کی پیدا ہوتی بگتی (خلقت) کی  
حفاظت کرتا ہے اور کسی نوعیت کی حفاظت نہیں کرتا۔ شیوا جو کہ وہ انسانی دنیاوی خواہشات  
کو غارت کر کے نیا الہی برہما کی خلقت کا اصلی جینا اور آخر میں وہ بگتی اور پھر کچل کے ناش  
کر دینے سے ملتی کا کارن ہوتا ہے۔ برہما اور دشمنو اور شیوا.....“

باب کہلانا جو قریب قریب قدیم مذاہب میں پایا جاتا ہے اسی ہم کو  
 تعلق میں نہیں ہو سکتا ہے بلکہ صرف اس ہی وجہ سے ہو سکتا ہے  
 کہ وہ روح کو پوشیدہ اسرار میں پردیش کراتے ہیں جن پردیش کو انکو  
 شاعرانہ تمثیل میں انسان کا روح میں تولد ہونا یا اختصار کے ساتھ  
 صرف دوبارہ جنم لینا کہا گیا ہے۔ پادری کا باب کہلانا ایسے  
 دوسرے جنم سے متعلق ہے۔ کیونکہ گرد جو اسرار میں پردیش کو آتا ہے  
 اور جو اسوجہ سے اُس کل تعلیم کا اگر اُس سے زائد کا نہیں ہے جو انسان  
 اپنے جسمانی باب کی کرتا ہے مستحق ہے اس (روحانی جنم) کا موجب  
 یا باعث ہے اور استعارہ کے لحاظ سے لازمی طور سے باب  
 ہوا۔ اب چونکہ تیرتہنکر (خدا) سب سے بڑا اور سب سے زیادہ  
 قابل تعلیم گرو ہے اس لیے اس خطاب کا اس سے زیادہ اور  
 کوئی مستحق نہیں ہے۔ اصلی خیال یہ تھا لیکن جب انسان سازی  
 کی زمین دو زہول پہلیان میں مذہب کی اصلی تعلیم نگاہ سے غائب  
 ہو گئی اور پرانا پین کے اصلی خیال کی بجائے بعد کی خالق پرستی  
 کی غلطیاں مروج ہو گئیں جنہوں نے عقلی معنی میں مقدس کتابوں کی  
 پوشیدہ عبارت کچھ بڑھنے پر اصرار کرتی ہیں تو خدا کے باب  
 ہونے کے اصلی و پاکیزہ مسئلہ کی بجائے ہی ایک جسمانی خالق  
 کا ہوتا اور نازیبا عقیدہ پیدا ہو گیا۔ اور ایسی صورت میں  
 پادریوں پر خدا کی ذات کے تعلق والی غلط فہمیوں کا اثر نہ پڑنا  
 کوئی تعجب کی بات نہیں ہے بلکہ ٹھیک وہی ہے جس کی امید  
 کیجا سکتی ہے کیونکہ ان کے فرقہ کے متعلق کبھی کوئی قصہ کہانی



یہ قصہ برتے کے اسرارِ ہستی میں زندگی کے شاہی دربار میں ۲۲  
 ترہنکر ہگوانون یا ہمہ دان مرشدون کی موجودگی میں جو سفید جامہ پہنے ہیں اور  
 سر پر سونے کے تاج رکھے ہوئے تخت نشین ہیں داخل ہونے کا احوال ہے۔  
 تخت پر جو ایک بیٹھا ہے وہ خود حیات ہے جسکے بغیر نہ دربار ممکن ہے نہ  
 کسی نجات کے متلاشی کا وجود نہ اسرارِ الہی میں داخل ہونا اور نہ پرماتما میں  
 رعد اور برق زندگی کی بیکراری (یعنی خود اختیاری حرکت) کی علامات ہیں چونکہ  
 بے جان چیز میں خود حرکت نہیں کرتی ہیں۔ وہ چار جانور جن کے دونوں طرف آنکھیں  
 ہیں وہ چار قسم کے جاندار ہیں یعنی وہ جن کے اجسام چار مختلف عناصر کے بنے  
 ہوئے ہیں یعنی ہوا۔ آگ۔ پانی اور مٹی کے جسم والے۔ آنکھیں گیان یا مشاہدہ کا  
 حوالہ دیتی ہیں جو حیات کا فعل ہے اور مختلف قسم کے جانور مادہ کے مختلف عناصر  
 ہیں (ملاحظہ فرمائیے *The Key of Knowledge*) ۲۔ ان جانداروں کے  
 چہرہ پر او سر پنی اور او تشر پنی کا لون کے چہرہ حصوں کی طرف اشارہ  
 کرتے ہیں جن میں چاروں قسم کے حیوانوں کا دیکھ سیکھ زمانہ کے تغیرات کے  
 مطابق ہوتے ہیں۔ تخت کے سامنے کے سات لہجہ سات قسم  
 کے تپ ہیں جنکی تشبیہ ہندو استعارہ میں انہی کی سات زبانوں سے  
 دی گئی ہے۔ اور بڑا اعلیٰ حلیمی یا انکساری کی علامت ہے جس کو  
 روح (افسانہ کی زبان میں عیسیٰ) کو قبل اسکے کہ وہ زندگی کے  
 ہاتھوں سے اندر اور پیچھے کی طرف لکھی ہوئی کتاب پانے کا مستحق  
 ہو سکے حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جو پارٹ ( *Part* )  
 کہ ہم ۲ بزرگوں کو دیا گیا ہے وہ حیات اور اسکے اعلیٰ ترین جو ہیں  
 ظہور و نوری یعنی ترہنکر و ن پر محو ل ہے۔ تخت نشین ایک کی

اسکی ساتون مہرون کے کہونے کے لیے غالب آیا ہے۔  
 (۶) دعاورین نے اوس تخت اور چارون جاندارون اور  
 اُن بزرگون کے بیچ ایک بڑا کھڑا دیکھا۔  
 (۷) اوس نے آکر تخت پر بیٹھے ہوئے کے داہنے ہاتھ سے  
 اوس کتاب کو لے لیا۔  
 (۸-۱۴) بڑے کو اب خوشی اور دعا اور برکت کے ساتھ  
 تمام جمع بشمول ۲۴ بزرگون اور چار جاندارون کے منہ پر کٹا دی  
 دیا ہے اور ہر جاندار اس کے لئے برکت اور عزت اور جلال  
 اور طاقت کا خواہشمند ہوتا ہے۔

### باب ششم

بڑا اب اوس کتاب کی مہرین کہوتا ہے جو اندر اور چھ کیطرن  
 لکھی ہوئی ہے اور جس پر سات مہرین لگی ہوئی ہیں اور جو اوس نے  
 اوس کے داہنے ہاتھ سے لی ہے جو تخت پر بیٹھا ہے۔  
 یہہ مشرح بیان ادن واقعات کا ہے جو آئندہ ہونے والی ہیں جنکو  
 عارف یوحنا نے اپنی کتاب مکاشفہ میں درج کیا ہے۔ لیکن یہہ نہیں خیال کرنا چاہئے  
 کہ یوحنا یہاں ایک آئندہ آنے والی قیامت کے دن ہونے والے ناکم کے  
 کسی سین کا تذکرہ کر رہا ہے۔ اوسکا ایسا کرنا ہمارے کس کام کا ہوگا۔؟ مکاشفہ کی غرض  
 ہیکو چکر میں ڈالنے کی نہیں تھی بلکہ یہہ تھی کہ اوس پردہ کو جو اُس خفیہ کارروائی پر  
 پڑا ہوا تھا جسکو سیریز (Myo te me) یعنی رموز کہتے تھے  
 قدرے اُٹھا دے تاکہ وہ تعلیم جو پوشیدہ طور پر مختلف رموز خانوں  
 (Logos) میں دیجاتی تھی کچھ سمجھ میں آسکے۔

(۹) ”تو وہ بزرگ اوسکے سامنے جو تخت پر بیٹھا ہے اپنے کو گراتے ہیں اور اوسکی جو ابد الابد زندہ رہیگا عبادت کرتے ہیں اور اپنے تاج پہ پہکتے ہوئے اس تخت کے سامنے ڈال دیتے ہیں کہ

(۱۰) ”اے ہمارے خدادند اور خدا تو ہی تہجد اور عزت اور قدرت کے لائق ہے کیونکہ تو ہی نے ساری چیزیں پیدا کیں اور وہ تیری ہی خوشنودی کے لئے ہیں اور پیدا کی گئی تھیں“

### باب پنجم

(۱۱) ”اور میں نے اوسکے داہنے ہاتھ میں جو تخت پر بیٹھا تھا ایک کتاب دیکھی جو اندر اور پیٹھ کی طرف لکھی ہوئی تھی اور اُسے سات مہرین لگا کر بند کیا گیا تھا“

(۱۲) ”پھر میں نے ایک زور آور فرشتے کو بلند آواز سے یہ منادی کرتے ہوئے دیکھا کہ کون اس کتاب کے کہولنے اور اسکی مہرین توڑنے کے لائق ہے“

(۱۳) ”اور کوئی انسان..... اُس کتاب کے کہولنے یا اُسپر نظر کرنے کے قابل نہ نکلا“

(۱۴) ”اور میں اس پر زار زار رونے لگا کہ کوئی اُس کتاب کے کہولنے یا اُسپر نظر کرنے کے لائق نہ نکلا“

(۱۵) ”تب اون بزرگوں میں سے ایک نے مجھے کہا کہ وہ نہیں دیکھ پڑواہ کے قبیلہ کا وہ ببر..... اس کتاب اور

(۲) یوحنا نور اُروح میں آگیا اور آسمان میں ایک تخت  
بچھا ہوا دیکھا اور دیکھا کہ ”اوس تخت پر کوئی بیٹھا“ تھا۔

(۳) اور اس تخت کے گرد ۲۴ تخت ہیں اور اون تختوں پر  
۲۴ بزرگ سفید پوشاک پہنے ہوئے بیٹھے ہیں اور اون کے  
سردن پر سونے کے تاج ہیں۔“

(۴) ”اور اوس تخت میں ۷۲ بجلیاں اور آوازیں اور گرجیں  
پیدا ہوتی ہیں اور اوس تخت کے سامنے آگ کے ساتھ چراغ  
جل رہے ہیں۔ یہ خدا کی سات روحیں ہیں۔“

(۵) ”اور تخت کے بیچ میں اور تخت کے گرد آگ در چار جاندار  
ہیں جن کے آگے پیچھے آنکھیں ہی آنکھیں ہیں۔“

(۶) پہلا جاندار شیر بر کے مانند تھا اور دوسرا جاندار بچہ بر  
کے مانند اور تیسرے جاندار کا چہرہ انسان کا سا تھا اور چوتھا  
جاندار اوڑتے ہوئے عفا ب کے مانند تھا۔

(۷) ان جانداروں میں سے ہر ایک جاندار کے چہرہ چہرہ  
پر ہیں جنہیں آنکھیں ہی آنکھیں ہیں۔ اور وہ دن رات کہی  
خاموش نہیں ہوتے ہیں بلکہ برابر یہ کہتے رہتے ہیں ”قدّوس۔  
قدّوس۔ قدّوس۔ خداوند خدا قادر مطلق جو تھا اور جو ہے  
اور جو آنے والا ہے۔“

(۸) ”اور جب وہ جاندار اوسکی تجید اور عزت اور  
شکر گذاری کرتے ہیں جو تخت پر بیٹھا ہے اور جو ابلا باد  
زندہ رہے گا۔“



دکشنری (Imperial Dictionary) میں اسطور آیا ہے:-

”تیرف ایک گہرستی کا دیوتا یا عورت جسکی یہودی لوگ

تعظیم کرتے تھے۔ تیرف معلوم ہوتا ہے کہ کلا یا جزا انسانی

شکل کے ہوتے تھے۔ اونکی تعظیم و تکریم گہرستی کے دیوتاؤں کے

طور پر کیجاتی تھی۔ پُرانے عہد نامہ میں اون کا کئی مرتبہ ذکر آیا ہے۔“

یعقوب کے رشتہ دار لابن کے پاس بھی ایسے دیوتاؤں کی مورچے تھیں جنکو

یعقوب کی عورت راسل نے چڑایا (دیکھو انجیل مقدس پیدائش کی کتاب

باب ۳۱- آیت ۱۹) اسکے بعد خدا لابن کے پاس خواب میں آیا (آیت ۲۴)۔

لابن نے دوسرے دن یعقوب سے پوچھا کس واسطے تو میرے معبودوں کو چورا

لایا ہے۔“ (آیت ۲۰) ہوسیع نبی کی کتاب (باب ۳ آیت ۴) میں کہا

تیا ہے۔

”کیونکہ نبی اسرائیل بہت دن تک بغیر بادشاہ اور بغیر حاکم

اور بغیر قربانی اور بغیر بت اور بغیر افود اور بغیر ترائیم کر رہے تھے۔“

لیکن اگر پُرانے عہد نامہ کی کتابوں میں خداؤں کا حوالہ جمع کے صیغہ میں ایک عام

طریقہ پر آیا ہے تو انجیل کے جدید عہد نامہ کی آخری کتاب موسومہ مکاشفہ میں

تو خود تر تہنکو دن کا حوالہ آیا ہے اور اونکی تعداد بھی ۲۴ ہی دی گئی ہے مکاشفہ

کے چوتھے۔ پانچویں اور چھٹے باب اس مضمون سے تعلق رکھتے ہیں اور قریب

قریب اسطور پر ہیں:-

باب چہارم (۱) آسمان میں ایک دروازہ کھولا گیا اور مجھ کو حماروں نے

ایک آواز سنی کہ یہاں اوپر آجا۔ میں نیچے وہ باتیں دیکھا ونگا

جو آئندہ ہونے والی ہیں۔

”وکیہو انسان ہم من سے ایک کی مانند ہو گیا ہے“

(انجیل مقدس کی پیدائش کی کتاب باب ۳- آیت ۲۲)۔

اس عبارت کے نیچے جو لکیر کہنچی ہے وہ ضرور میری کہنچی ہوئی ہے لیکن الفاظ میرے نہیں ہیں۔ جو جب کتاب پیدائش تیسرا باب آیت پنجم سانپ نے حضرت ہوا کو ان الفاظ سے درغلا یا کہ ”تم مثل خداؤن کے ہو جاؤ گے۔“ زبور ۸۲ چہٹی آیت میں یہ کہا گیا ہے:-

”دین نے تو کہا ہے کہ تم الہہ ۲ خداؤں ہو، اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو“

یوحنا کے دسویں باب کی ۳۴-۳۵-۱ اور ۳۶-۳۷ دین آیتوں میں عیسیٰ اس مذکورہ بالا کلام کے متعلق کہتا ہے:-

”کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں آیا کہ میں نے کہا کہ تم الہ ہو۔ جبکہ اوس نے او نہیں الہ کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا اور مقدس کتاب کا باطل ہونا ممکن نہیں تم اوس شخص سے جسکو باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا ہے یہ کہتے ہو کہ تو کفر بکرتا ہے کیونکہ اوس نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں“

کتاب خروج کے باب ۲۲ آیت ۲۸ میں پر ماتاؤن کی مذمت کرنا عیسویوں کو بیان کیا ہے:-

”تو خداؤن کو گالی نہیں دیگا اور نہ اپنی قوم کے سردار کو بددعا دے گا۔“

یہ ایک مشہور بات ہے کہ پُرانے یہودیوں کے یہاں انسان کی شکل کے دیوتا جو تیرف (Teraphim) کہلاتے تھے ہوتے تھے اور جکا مذکورہ امیریل

استعداد وہ فہم کے لحاظ سے بالکل جمع کا پہلو لیے ہوئے ہے جس اور سپر زادہ  
تقریر کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ باقی ماندہ مذاہب کے بارہ میں الہہ جو اسلام کے  
بوجہ خدا کا نام ہے اور جو دراصل الہ ہے واقعی جمع کا صیغہ ہے۔  
اس لفظ کی سببیل پر معنی تشریح (انسائیکلو پیڈیا آف ریجن اینڈ انٹیمپٹس  
جلد ۹- صفحہ ۲۳۸) میں مندرج ہے۔

”لفظ الہہ جو انجیل کی کتاب الیوب میں مستعمل (۱۰۸: ۱۰۸)  
کے برابر ہے] ..... کی صورت سے یہ معلوم ہوتا ہے  
کہ وہ ابتدائیں اور درحقیقت پُرانی یہودیوں کی زبان میں ال  
(عبرانی ایل =  $\text{אל}$ ) کی جمع تھی ..... انجیل کا الوہم خود  
الہ کی جمع ہے جس کا پتہ عربی زبان کی حالت نذا یعنی الہہ بتھامین  
چلنا ہے جس کے سمجھانے میں ماہران عربی کو بڑی دقت پیش  
آتی ہے“

لفظ  $\text{אלہہ}$  (گوڈ) کی وجہ تسمیہ بالکل صاف نہیں ہے لیکن امپیریل ڈکشنری  
(*Imperial Dictionary*) کے مطابق قدیم فوڈس  
یا آئس لینڈ کی زبان میں جو سکینڈی نیویا کی زبانوں میں سب سے پُرانی زبان ہے  
یہ لفظ بُت پرستوں کے خداؤں کے لیے استعمال ہوتا تھا (جو مذکورہ ناہٹ سے  
مبرا اور قریب قریب ہمیشہ جمع میں مستعمل تھا) اور بعد میں خدا کے معنی میں گہر  
(*کلمہ گار*) میں مبتلا ہو گیا۔ لیکن اگر اس لفظ کی وجہ تسمیہ کا پتہ ٹھیک نہیں  
چلنا ہے تاہم جو انجیل مقدس خداوند کے متعدد یونانی بابٹ کوئی شک و شبہ  
باقی نہیں چھوڑتی ہے۔ پورا نئے عہد نامہ کی سب سے پہلی کتاب میں خدا کا ذکر جمع  
کے صیغہ میں آیا ہے۔

میں محض دوسروں کی غلطیوں کے تو دون پر پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ آخر الذکر مذاہب نہ تو الہام پر مبنی ہیں اور نہ کسی فلسفہ کی تعقیب پر اور نہ یہ پورے شاستروں کے کوڑے مطلب کی واقفیت پر ہی مبنی ہیں۔ اس لئے ان کا حوالہ میں ان ٹکڑوں کے وہاں میں آئندہ نہیں دوں گا بلکہ آپ کو خود ان کے بارہ میں اپنی رائے قائم کرنے دوں گا۔ صرف ایک ہی بات ان کے بارہ میں مجھے یہاں کہنی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض مذاہب میں یہ مان لیا گیا ہے کہ ان کے بانیوں نے مجرے دکھلا دیے ہیں اور مجرے عوام کے دلوں میں ایسی صفات یا خدا کی عنایات سے منسوب کیے گئے ہیں آپ مجھے معاف کرئیے اگر آپ میں سے کسی کا دل میرے ایسا کہنے سے دکتے مگر میں صاف طور سے ان حال کے مجرے میں اعتقاد نہیں رکھتا ہوں۔ انہیں سے بعض مجسز و تن گاراز تو مسکین۔ فار کو ہار۔

(Modern Religious Movement) جو مذہب کی

(Spiritualism Based on) اور دیگر حقیقتیں

کی تصانیف میں انشا کر دیا گیا ہے۔ اگر ان کو سچ بھی مانا جاوے جو میرے خیال

میں کم از کم محبت کی تجویز ہوگی تو مجرے کا ہونا ہندو مسلمانوں جینیوں

اور لوگوں میں بشمول وحشیوں و جنگلی سنگ پرستوں کے بنایا جاتا ہے۔ تو پھر

کس پر اعتقاد کیا جاوے۔ میرے خیال میں ان میں سے واقعی سچے مجرے کا

لہاز یہ ہے کہ اس کی کچھ مخفی قوتیں معمولی طور پر یا غیر معمولی طور پر ظہور میں

آجاتی ہیں اور ان سے کرشمہ ہونے لگتے ہیں۔ لیکن یہ ورزش کی طرح پر ہے جس کا

انسانوں کے ایمان اور عقاید سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مخدود خداؤں کے مسئلہ کی طرف متوجہ ہونے پر یہ ظاہر ہے کہ ہندو مت

قریب قریب اپنی تمام شکلوں میں روح کا پر ماتا ہونا مانتا ہے اور قیاس اور

اکٹھا ہو گئے ہوں۔ اس کے پاؤں پہنچیں میں پٹائے ہوئے خالص شیل کی طرح چمکدار ہوتی  
ہیں۔ اس کی آنکھیں آگ کے شعلہ کی مانند ہوتی ہیں (مکاشفہ باب ۱- آیت ۱۳-  
۱۵)۔ دیا کی جتنی صورت وہ دہرم پر ہوں کو سچے دہرم کا اوپدیش نردان حاصل  
کرنے تک دیتا ہے جب کہ اس کی روح سے مادہ کے علیحدہ ہو جانے سے وہ ہرگز  
خالص نور عیب۔ موت۔ تکلیف اور جہالت سے آزاد اور ہمہ دانی۔ خالق نہ  
ہونے والی خوشی۔ ہمیشہ کی زندگی۔ اور کبھی کم نہ ہونے والی قوت سے  
متصف ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں مادہ کے نہ ہونے سے جو آواز کے لئے ضروری  
ہے پھر شرعی قائم نہیں رہتی ہے۔ ترہنکروں اور دیگر پاک پر ماتاؤں کی جنہوں  
نے نردان حاصل کیا ہے کسی قسم کی خواہش انسانوں سے اپنی پرستش کو انکی  
ہیں ہوتی ہے۔ اور نہ وہ قربانی و شاد کے عیوض میں کسی قسم کی نعمتوں کے  
عطا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ وہ خواہش اور حاجت سے بری ہیں۔ ان کے  
کلمات بیان کے باہر ہیں۔ ان کے اوصاف کو الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔ ادنیٰ  
عبادت بٹ پرستی نہیں ہے بلکہ آدرش (نمونہ) پرستی ہے۔ وہ ہمارے لئے  
کمالیت کا نمونہ ہیں تاکہ ہم ان کی تقلید کریں اور ان کے قدموں پر چلیں۔  
یہ تعریف پر ماتا کے گون کی مذہب کے سائنس کی سید ہی سید ہی زبان  
میں ہے جو کل سائنسوں سے برتر ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ اب آپ کے من میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ کیا وجہ ہے کہ  
معدود خداؤں کے بابت یہ تعلیم و دیگر مذاہب میں نہیں ہے۔ لیکن آپ کو  
تعجب نہیں کرنا چاہیے اگر اسکے جواب میں میں آپ کو بتاؤں کہ جس مقام پر  
آپ کو ڈھونڈنا چاہیے تھا اس مقام پر آپ نے اس کو نہیں ڈھونڈا  
بلکہ دراصل یہ بھی کل مذاہب کی سچی بنیاد ہے جو ان متون سے جو حال

(۱۲) روحانی مرشدوں کی (ادب و ہیاون کی) کفایت و تکریم۔  
 (۱۳) شاستر کی ہیئت (یعنی شاستروں کا مطالعہ اور یہ سمجھ کر کہ وہ پرانا کلام  
 ہیں اور انکی کفایت و تکریم)۔  
 (۱۴) شاستروں کے تباہ ہونے کے قواعد کی پابندی۔

(۱۵) دھرم کا پرچار کرنا یعنی مذہب کو پھیلانا اور خود اس پر عمل کرنا۔  
 (۱۶) سچے طریقہ پر چلنے والوں کے ساتھ ویسی ہی محبت جیسی گائے کو اپنے بچہ کے  
 ساتھ ہوتی ہے۔

ان شہدہ کر مون کے کرنے سے تر تہنکے ہیگوان کا سب سے اعلیٰ اور بہت ہے۔  
 تر تہنکے وہ انسان ہے جو اپنے بارہ مین کتاب کا شفعہ کے الفاظ میں یہ کہہ  
 سکتا ہے۔

در مین وہ ہون جو زندہ ہے اور جو مر گیا تھا اور دیکھ مین وہ  
 زندہ رہیوں گا۔ اور دوزخ اور موت کی کنہیاں میرے قبضہ  
 میں ہیں۔ (باب ۱- آیت ۱۸)

تر تہنکے کا درجہ بہرہ دانی حاصل ہونے پر جو روح کے اوپر سے گیان کے روکنے  
 والے پردہ (گیان = علم اور آئینہ = پردہ) کے پٹنے کا نتیجہ ہے حاصل ہوتا ہے۔  
 تر تہنکے بہوک پیاس بڑا با بھاڑی جھم مرن خوف غرور رعبت  
 نفرت مودہ پریشانی خودی عداوت بے چینی پسینہ غم اور تعجب سے  
 بری ہوتا ہے۔ سو رگ لوک کے دیو اور انسان اسکی پرستش کرتے ہیں۔  
 اسکی آواز مثل بہت سی دیواروں کی آواز کے ہوتی ہے (مکاشفہ باب ۱)۔  
 آیت ۱۵) جو بہت دور تک سنائی دیتی ہے اور مین بانی (خدا کی آواز) پائے  
 (ابھام) کہلاتی ہے۔ اسکا چہرہ ایسا چمکتا ہے گو یا ہزار سورج ایک مقام پر

طرف ہی جو پہلے ترہنکر اور دسہرم کا بانی ٹھہرا۔ بلکہ وہ علامت ہے جس کے ذریعے سے  
پر ماتریشیہ دیو کی مورخہ جین مت کے مندرون میں دیگر ترہنکر کی بدولت سے  
امتیاز کی جاتی ہیں۔ اور اسلئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ قصبے کھانیوں کی  
تشبیہی زبان میں بھی بل کا دسہرم کے ساتھ تعلق پایا جاوے۔

جیسا کہ پوس رسول کے کلام سے واضح ہے: ”اگر مُردے جی نہیں اڑتے تو  
عسلی ہی نہیں جی اڑتا ہے“ (۱۔ کرنتھوں باب ۱۵۔ آیت ۱۶) روحیں ہمیشہ  
روحانی مُردے پن کی حالت سے جی اڑتی رہی ہیں اور بزوان حاصل کرتی  
رہی ہیں لیکن ترہنکر ہر کھان میں صرف ۲۲ ہوتے ہیں۔ وہ تمام جانداروں میں  
برتر ہوتے ہیں اور اپنے پچھلے جنم یا جنموں میں ذیل کے شبہ گنوں میں اپنے کو  
پورن کرنے کی وجہ سے سب سے زیادہ افضل اور اعلیٰ درجہ پاتے ہیں۔

(۱) پورا پورا سچا اعتقاد۔

(۲) سچے اعتقاد سچے علم سچے عمل والے راستہ کی اور نیز اُسپر چلنے والوں کی عبادت

(۳) بدوتوں کا پالنے۔

(۴) مطالعہ۔

(۵) دسہرم سے اُنس اور دنیا سے قطع تعلق۔

(۶) تیاگ یا دنیوی امیاء سے نفرت۔

(۷) ریاقت۔

(۸) سادہ وسادہ ہی (اپنی آتما کا دیان)

(۹) سب جانداروں کی سیوا خاص کر سادہ ہون اور صحیح اعتقاد رکھنے والوں کی۔

(۱۰) ترہنکر کی اسکو آورش (نمونہ) مانگہر سنگتی۔

(۱۱) اہجار یہ (سادہ ہون کے رہتا) کی تعلیم و تکریم۔

درت کا شانت ہے دہرم (دہرم) کی علامت ہے۔

नस्य भरतस्य पिता ऋषभः हेमाद्रेर्हृदिसां वर्षं महद्भारतं

नाम रासस ॥

बराह पुराणम्

ऋषभो मेदेयाद्य ऋषभभद्रस्तो भवत् ।

भरताद्भारतं वर्षं भरतात्सुमीतस्व भूत् ॥

अग्नि पुराणम् ॥

ان کے معنی یہ ہیں کہ بہرت ریشبھ کا لڑکا مرو دیو ہے ہے اسے بہت  
بہار تہہ ورش پر جو ہوت کے دہمن ہے راج کیا اور اس کے نام کے اوپر بہار تہہ  
ورش کا نام پڑا۔ اس کے لڑکے کا نام سو متی ہے۔ نار د پڑا ان میں یہ کہا گیا کہ  
اے راجہ بہرت کہند کا پہلے نام بہرت ریشبھ کے لڑکے کے نام پر پڑا ہے۔  
ایچ۔ بی۔ جلد ۱۔ صفحات ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۱۰، ۲۱۳۔ مسٹر آئیر کی تشریح اس کے  
بابت حسب ذیل ہے:-

”ریشبھ کا نام جو بہار بہرت کے باپ کے طور پر آیا ہے

اوس سے مفہوم دہرم سے ہے جس کا پورا نون میں عموماً بیل

کے طور پر ذکر آیا ہے“ (حوالہ سابق صفحہ ۲۱۳)۔

سری مدہیا گوت کے مطابق ریشبھ دیونا بہر راجہ کا لڑکا مرو دیو سے

تہا اور بہرت اس کا لڑکا تھا۔ یہ جین مت کے شاسترون کے مطابق ہے۔

پس یہ سب ہندو شاستر قطعی طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ اپنے قہقہے کہاؤں کی

ضروریات کے لئے دہرم کو شاعرانہ خیال میں انسانی شکل میں باندھتے وقت

ان نازک خیالیوں کے موجودہ شعی شاعر دن کا خیال قدرتا ریشبھ دیو کی



مخصوص بات کے لئے دعویٰ نہیں کیا۔ وہ صاف طور سے کہتا ہے:-  
”اگر مردوں کی قیامت نہیں ہے تو مسیح ہی نہیں جی اٹھتا۔“

(۱- کرنتھیوں باب ۱۵- آیت ۱۳)۔

چند آیتوں کے بعد پہرہی ایسا ہی کہا ہے اور اچکے اور ہی زیادہ صاف

الفاظ میں:-

”اگر مردے نہیں جی اٹھتے ہیں تو مسیح ہی نہیں جی اٹھتا۔“

(۱- کرنتھیوں باب ۱۵- آیت ۱۴)۔

اصلیت یہ ہے کہ بچے عیسیٰ کی ذات کی بابت غلط فہمی میں پڑ کر بڑا ادھوکا

کہا یا ہے اور اسوجہ سے مذہب کی سچی تعلیم کے سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔

پولش کے من میں عیسیٰ کا جی اٹھنا ”مردوں“ کے مدجی اٹھنے“ سے

منابت تہا نہ کہ اونکے جی اٹھنے کی دلیل۔ عیسیٰ اسطور پر زندگی کا روحانی

آورش ہے جو یہودیوں کی خفیہ معرفت کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے مثل

کرشن کے جو ہندو مت میں اسی قسم کا آورش ہے۔ ان تمام فرقے کہا نیوں کے

پیچھے اصلی آورش سچا جن (فاتح) تر تہنکے پر ماتا ہی ہے۔ آخری تر تہنکر

پر ماتا ہا بیرہن جنہوں نے اپنی ہی پوجیہ ذات میں زندگی کی کمالیت

اور اصلی قدرتی پورنشا حاصل کی اور جنہوں نے دوسروں کو سائنس کے

طریقہ پر کمالیت کے راستہ کی تعلیم دی۔ اس کال میں اونکے پہلے ۱۲۳

پاک تر تہنکر ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے پاک قدموں کے نشان زمانہ کے

ریت پر ہم لوگوں کے چلنے کے لئے چوڑے ہیں۔ ان پاک پڑ ماتاؤں میں

سب سے پہلے ریشہ دیو ہیں جو نام ہی دنیا کی سب سے پڑانی مہو لوجی

دو یو مام میں یعنی ویدک مت سمیت دھرم کی علامت ہے اور بیل جو اونکی

یہ کئی مقامات پر مکرر سیکر آیا ہے (ملاحظہ ہو آیت ۱۲ - باب ۸ یسعیاہ نبی کی کتاب انجیل) - سورہ ذاریات میں کہا ہے :-

”میں تمہاری ذات میں موجود ہوں مگر تم دیکھتے نہیں ہو“

وہ کون چیز ہے جو ہماری ذات میں ہے اور خدا کے اوصاف رکھتی ہے اگر وہ جانتا خود نہیں ہے تو - یوحنا کی انجیل باب ۸ آیت ۵۸ کی اصلی تعبیر جواب بالکل صاف طور سے سمجھ میں آجائے گی یہ ہے کہ ہر روح بذات خود لافانی ہے اور اُس کا وجود برابر ازل کے دوام سے چلا آیا ہے - اسلئے ابراہیم کے زمانہ میں یہی وہ تھی - یہودیوں کے جواب میں عیسیٰ ہیگوت گیتا کا کلام استعمال کرتے تو یہی بہت موزون ہوتا -

”نہ کہی میں نہ تھا نہ تو کہی نہ تھا نہ یہ انسانوں کے راجہ کہی نیست

تھے اور نہ واقعی ہم کہی معدوم ہونگے (دہلیاے دوسرا شلوک ۷۴)

اس بیان کے متعلق کہ ”ابراہیم میرادون دیکھنے کی امید پر بہت خوش تھا چنانچہ اوسنے دیکھا اور خوش ہوا“ یہ ظاہر ہے خاص کر الفاظ ”میرادون“ کے سلسلہ میں کہ بیان حوالہ ایک فرزند خدا کے جلال سے ہے نہ کہ یسوع کی ذات سے جسکا دن ابراہیم کے لئے اوس صورت میں دیکھنا ممکن ہو سکتا تھا جب کہ اون دونوں کے درمیانی صدیوں کا فاصلہ ہو سکتا - جہاں پر ہم غلطی کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم ایک اصلی یا خیالی شخص کی خواہ وہ کون ہو یا عیسیٰ یا اور کوئی ہوت پرستوں کے طور پر عبادت کرنے لگتے ہیں حالانکہ پرستش کا اصل منشا یہ ہے کہ مسیح کو جو جین مت میں جن (فاتح) کہلاتا ہے اور شش (نمونہ) بنا کر اوسکے قدموں پر چلیں -

اور شش کی تقلید میں مکر رکھتا ہوں مکتی کا راستہ ہے - بت پرستی سے تم بھرون بھی میں مکر کہتا ہوں - پونس رسول نے عیسیٰ کے جی ادٹھنے کے متعلق میں کسی

یون پڑھا دیکھا:-

”میں ہوں ابراہیم کے پہلے تھا“

اور یہ تعبیر قیفاً متعلق ہی ہے۔ اب آپ پر ماننا کو سچے۔ اُس کا نام میں ہوں ہے جو کہ نہایت ہی موزون اسم الذات زندگی یا ہستی کا ہے جو واقعی ہے۔ فرض کیجئے کہ آپ نے زندگی کو ایک انسان کی طرح کے کارکن خدا کے طور پر شاعرانہ خیال میں باندھا اور اس سے استدعا کی کہ وہ اپنے لئے ایک ایسا نام تجویز کرے جو اسکے فرض ذاتی کا بہترین ہو۔ کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ اس سے زیادہ صحیح یا معقول جواب دے سکتا ہے کہ میں وہ ہوں جو ہے، یعنی میں ہوں جو ہوں یا مختصر اخص میں ہوں۔ میں نہیں خیال کرتا ہوں کہ ہستی کے لئے میں ہوں سے زیادہ موزون کوئی اور نام ہو سکتا ہے۔ ہم اس طور پر چکر دار راستہ سے ہر پرانے سائنس کے مذہب پر دایہ آجاتے ہیں جو یہ سکھاتا ہے کہ جہان تک ہستی کے اصلی کنون کا تعلق ہے جیو آتما (معمولی روح) اور پرما آتما (خدا) بالکل یکساں ہیں۔ مسلمانوں کے یہاں بھی خدا کے ناموں میں سے ہم الحمی (وہ جو ہستی رکھتا ہے) القیوم (قلم رہنے والا) الصمد (دوامی) الاقل (اول) اور الآخر (آخر) کو پاتے ہیں۔ ان میں سے آخری دو نام وہی ہیں جو مکاشفہ کی کتاب انجیل (باب ۱- آیت ۸) میں دیئے ہیں جہاں کہا ہے کہ:-

”خداوند نے کہا میں پہلا اور آخری ہوں یعنی اول اور آخر ہوں“

جو ہے اور جو تھا اور جو آنے والا ہے قادر مطلق“

یسعیاہ نبی کی کتاب انجیل میں بھی یہی تحریر ہے:-

”میں اول ہوں اور میں آخر ہوں اور میرے سوا کوئی دوسرا

خدا نہیں ہے“ (باب ۴۴- آیت ۶)

نام کیا ہے تو میں انہیں کیا بتاؤں؟

”اور خدا نے موسیٰ کو کہا کہ میں وہ ہوں جو ہوں اور اوس نے کہا کہ تو بنی اسرائیل سے یوں کہو کہ میں ہوں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے“ (دیکھو خروج کی کتاب باب ۲- آیات ۱۳ و ۱۴) آخر اعیسیٰ بنی ہون کا حوالہ اپنے پڑا سرا کلام میں دیتا ہے جسکو عیسیٰ نے سمجھنا میں چکراتے ہیں۔

”پیشتر ابراہیم کے تھا میں ہوں“ (یوحنا کی انجیل باب ۸- آیت ۵۸)۔

جس سلسلہ میں یہ آیا ہے وہ ایک مباحثہ تھا جو عیسیٰ اور یہودیوں میں ہوا تھا۔ عیسیٰ نے اپنی تمثیلی تعلیم کے دوران میں کہا۔  
”تمہارا باپ ابراہیم میرا دن دیکھنے کی امید پر بہت خوش تھا۔ چنانچہ اوس نے دیکھا اور خوش ہوا۔“  
اسکے بعد کے احوال کو یوحنا کی انجیل میں ذیل کے طور پر دیا ہے:-

”یہودیوں نے اوس سے کہا کہ تیری عمر تو ابھی پچاس برس کی ہی نہیں ہے پھر تو نے ابراہیم کو کس طرح دیکھا؟“  
”عیسیٰ نے اوس سے کہا میں تجھے سچ کہتا ہوں پیشتر ابراہیم کے تھا میں ہوں۔“

(یوحنا کی انجیل باب ۸- آیات ۵۸-۵۶)۔

اگر تم میں ہوں کو اوسے طرز پر مانو جیسا کہ اوسکا مطلب تھا یعنی بطور ایک اسم یا خدا کے نام کے جو زندگی سے تپ تم اوس شکل سے بچ جاؤ گے جو دوسروں نے عیسیٰ کے اس بہیدوائے کلام میں پائی ہے۔ اوسوقت وہ صاف طور سے



کتب کے الفاظ کی غلط تعبیر کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اب میں خفیہ تعلیم والے شاسترون کے خدا کے خیال کو حل کر دوں گا۔

ایشور کے لئے فارسی لفظ خدا ہے جو ایک اسم الذات ہے اور جس کے معنی سو تتر (بذات خود قائم رہنے والے) کے ہیں۔ یہ بے شک نور مہستی یا زندگی کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اپنا مخزن آپ ہی ہے اور دوامی ہے۔ لفظ یہواہ (زیادہ صحیح طور سے جاہوے) کہ لفظی معنی زندہ مہستی کے ہیں (ملاحظہ ہو)

The Soot language of *Yahweh* (جلد ۱- صفحہ ۳۰۲)۔ یہ تعریف یہواہ کی زندگی کی صفت سے بالکل مطابقت رکھتی ہے جو پورے طور سے پر ماتا پن سے متصف ہے جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں۔ یہواہ نے خود کہا ہے:-

”تاکہ تو خدا و مذ خدا کو دوست رکھے اور ادسکی آواز کا شنوا ہو اور تو ادس سے لپٹا رہے کہ وہ ہی تیری زندگی اور تیری عمر کی درازی ہے“ (کتاب استغنا باب ۱۲ آیت ۲)۔

حضرت عیسیٰ نے ہی کہا ہے:-

”قیامت اور زندگی تو میں ہوں“ (یوحنا کی انجیل باب ۱۱- آیت ۲۵)۔

پولس رسول مسیح کا حوالہ ان الفاظ میں ”جو حیات ہے“ دیتا ہے (کلیون باب ۲ آیت ۴)۔ خدا کا سب سے زیادہ با معنی نام ”میں ہوں“ ہے یہ ہندو پارسی یہودی اور عیسائی چاروں تون مین یکسان پایا جاتا ہے۔ ایسا واسیا آپنشد (منتر ۱۶) سکھاتا ہے کہ

यो ह्यसवसो पुरुषः सोऽहमस्मि।

ایک خفیہ تعلیم ہے جسکا مطلب محض اتنا ہے کہ روح خود پراتما کے مرتبہ اور جلال کو حاصل کرے۔ کیونکہ دو یا زیادہ اصل ہستیوں کا ایک دوسرے میں ملے ہو جانا کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا۔ قطروں کے سمندر میں لمبانے کی تشبیہ برسر ہے اور واقعی اوس بات کی تردید کرتی ہے جسکے ثبوت میں اسکو پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ سمندر کا اصل مفہوم مجمع قطرات ہی ہے جس میں ایک مزید قطرہ پڑنے سے موجودہ قطرات کی تعداد قدرتا بڑھ جائیگی۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ الیشور کے درشن کے متلاشی ہیں۔ یہ بھی خفیہ تعلیم دے ہیں جنہوں نے اپنے مقدمات کے استعارہ کو اس کے لفظی معنی میں سمجھا ہے۔ کیونکہ دوسرے کا درشن یا ملاپ لمحہ دو لمحہ کے احساس کو پیدا کر سکتا ہے جو اصل آئندہ سے اتنا ہی مختلف ہے جتنی کھڑیا مٹی پیر سے۔ فی الواقع اصلی خوشی روح کی صفت ہے اور وہ جو نہی کوئی شخص اسکو اپنی ہی ذات کے علاوہ باہری چیزوں سے حاصل کرنے کا خیال چھوڑ دیتا ہے فوراً محسوس ہونے لگتی ہے۔ اسلئے جب تک اسکو ہم اپنی ذات سے باہر والی چیزوں میں تلاش کر ڈھیں اور جب تک اسکو کسی الیشور یا الیشور کے درشن سے حاصل کرنا چاہتے ہیں تب تک اسکا ظہور نہیں ہو سکتا۔ اور ہم اس شخص کے بارہ میں کیا خیال کریں جو لوگوں کو بردان دینے کا وعدہ کر کے اونسے اپنی عبادت کرادے۔ کیا وہ اپنی ذات میں پورن اور کامل ہو سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ دندنہ پرش کی خواہش کیونکہ وہ اپنی بیگنہ کا صادق دوست بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تمام بخششیں جو روح کو کسی باہری ذریعہ سے حاصل ہو سکتی ہیں خواہش نفسانی یعنی لذات حواس کی تعریفیں آتی ہیں جو ممنوعہ ہیں۔

میں خیال کرتا ہوں کہ یہاں بھی یہ ظاہر ہے کہ کل گڑ بڑ ہماری مقدس

(القرآن باب ۱۶- آیت ۱۸۰)-

اد کو حیاست کی روشنی کبھی نہیں ملے گی اور ایسوجہ سے سنسار (آداگون کی حالت) سے نکلنے کا راستہ اد کو نہیں ملے گا۔ تپہر ہی کوئی باہری خدا یا خالق اد کے ہمیشہ کے بندہ بن کا باعث نہیں ہے اور ان کے کرم (افعال) خود ان کے راستے میں حائل ہوا ہیں اور ادن پانچ بدھیون (متبرک روحانی تبدیلیوں) کو حاصل کرنے سے جکا ذکر ہمارے تیسرے کچھ میں آچکا ہے اور نکور دکتے ہیں۔ بدھیون کے حصول سے ہی فضل کے مسئلہ کا تعلق ہے۔ کیونکہ وہ مطالعہ یا دلیل یا تعلیم سے نہیں حاصل ہو سکتیں۔ وہ خود شانتی اور عقل کی مددگی کے لئے ضروری ہیں جکے بغیر سچ کا جوٹ سے انیاز نہیں ہو سکتا اور نہ سچی تعلیم روح کو قبول ہو سکتی ہے۔ پورہ کیسے حاصل ہو سکتی ہیں۔ فضل اور صرف فضل سے ہی۔ یعنی خود روح میں فضل کے انش کے نمایان ہونے سے۔ اور کسی کے فضل سے کام نہیں چلیگا۔ ہر ایک روح کو اپنی ہی مہتی میں اس غایت ترین مبارک اوصاف الہی کو ظاہر کرنا چاہیے۔ اور اس فضل کے حصول کا صرف ایک ہی طریقہ ہے یعنی عفو اور رحم کے دو اعلیٰ اصولوں پر عمل کرنا۔ یہاں کہ انہما (کسی جاندار کو ایذا نہ پہونچانے) کے مسئلہ کی قدر ظاہر ہوتی ہے کیونکہ دوسروں کو مار ڈالنے یا نکلڑا کرنے یا ایذا پہونچانے سے باز رہنا عفو اور رحم کا اصلی کام ہے۔ اسلئے جو انہما پر عمل کرتے ہیں صرف وہ ہی نزدان کے مستحق ہیں کیونکہ وہ آسانی سے الہی فضل کو حاصل کر نیئے جو اد کو آداگون کا خاتمہ کر دے گا۔

فضل کا مسئلہ اسطورہ پر خود عوام کے مانے ہوئے عقاید کے خلاف ہے۔ المیشور کی ذات میں لے ہو جانے کے مسئلہ کے بارہ میں بھی سچ یہ ہے کہ وہ



تشبیہ میں پوشیدہ ہونا زیادہ اغلب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمہ دانی حیات جادو دانی اور آئندہ آئندہ ہی کے اصلی صفات ہیں ایسے اُن کا باہر سے دستیاب ہونا ناممکن ہے۔ روح کی ناپاکی کو دور کر کے اُنکو اپنے اندر ہی سے نکالنا پڑتا ہے اُنکا کسی دوسرے سے خریدنا یا کسی اور ذریعہ سے حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ وہ قیدین ہی جو ہمارے قدرتی کمالوں کے حصول میں عاجز ہوتی ہیں ہماری ذاتی کوششوں کے علاوہ اور کسی طریقہ سے نہیں ٹوٹ سکتی ہیں۔ کیونکہ وہ پورے طور پر خواہشات اور جذبات دونوں سے آزاد ہونے سے غارت ہوتی ہیں۔ اور ہر روح کو خواہشات اور جذباتوں سے رہائی خود آپ ہی حاصل کرنی ہوتی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ مناسب ہو گا کہ میں اس سلسلہ میں یہ ظاہر کر دوں کہ دوستوں کی ارواح دنیا میں پائی جاتی ہیں یعنی۔

(۱) وہ ارواح جو کبھی نہ کبھی مکتی ضرور پائیں گے جنکو بہوہ (= भ्रम)

کہتے ہیں اور

(۲) وہ ارواح جو کبھی مکتی حاصل نہیں کر سکیں گے جنکو ابھوہ (= अभ्रम)

کہتے ہیں۔ ابھوہ اور سب باتوں میں بہوہ کی طرح ارواح ہیں لیکن بد قسمتی سے ان کے کرم ایسے بُرے ہیں جو انکو کبھی حقیقت کا علم نہیں ہونے دینگے۔

اس قسم کی دو طرح کی روئین ہوتی ہیں ایک وہ جنکو سچی تعلیم ہمیشہ بڑی معلوم ہوگی اور اسوجہ سے وہ کبھی اسکی طرف راغب نہیں ہونگی اور دوسری وہ جنکو سچی تعلیم ناگوار تو نہیں ہوگی مگر انکو کبھی اسکے حاصل کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ یہ ابھوہ اور ارواح کے متعلق ہے جو کہا گیا ہے کہ

”پہننے دوزخ کے لئے بہت سے جنات اور انسانوں کو پید کیا ہے“

(سورہ بقرہ)۔

”کوئی روح اپنی ذات کے سوا دوسرے کے لیے پڑ  
یا پاپ نہیں حاصل کر لگی اور نہ گناہ سے لدی ہوئی ایک روح  
دوسری کا بوجھ اٹھائے گی“ (سورہ النعام)۔

انجیل کے نئے عہد نامہ میں ہیسیوع نے ایسا کہا ہے:-

(۱) ”اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکم پر عمل  
کرو گے“ (یوحنا کی انجیل باب ۱۴-آیت ۱۵)۔

(۲) ”جب تم میرے کہنے پر عمل نہیں کرتے تو کیوں مجھے خداوند  
خداوند کہتے ہو؟“ (لوقا کی انجیل باب ۶-آیت ۴۶)۔

(۳) ”اور جو اپنی صلیب اٹھا کر میرے پیچھے نہیں چلتا وہ میرے  
لائی نہیں ہے“ (متی کی انجیل باب ۱۰-آیت ۳۸)۔

(۴) ”اور میں اپنی بزرگی نہیں چاہتا“ (یوحنا کی انجیل باب  
۵-آیت ۵)۔

(۵) ”اگر تم توبہ نہ کرو گے تو سب اسطرح ہلاک ہو گے“  
(لوقا کی انجیل باب ۱۳-آیت ۳)۔

(۶) ”مبارک وہ ہیں جو خدا کا کلام سنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں“  
(لوقا کی انجیل باب ۱۱-آیت ۲۸)۔

اور ہندومت کی تو ہمیشہ یہ تعلیم رہی ہے کہ نجات گنہگار اور چارتر (عمل) سے  
ملتی ہے نہ کہ کسی دوسرے کی مہربانی یا فضل سے۔ جہاں کہیں اس سلسلہ میں  
تم مقدس کتابوں میں فضل کا حوالہ پاؤ گے وہاں تمکو اسکا اشارہ خود روح کے  
اندرونی پرماتما پر کی طرف ملے گا گو کہ الفاظ کے اصلی مفہوم کا ایک مخفی اور مونیکی

دوسرے کا فضل و کرم اور انگوں کے بندہ بن سے رہائی کا باعث ہے۔  
پوششِ اسول کی تعلیم ہے:-

”روح خود ہماری روح کے ساتھ مل کر گواہی دیتا ہے  
کہ ہم خدا کے فرزند ہیں اور اگر فرزند ہیں تو وارث بھی ہیں۔  
یعنی خدا کے وارث اور در نہ میں مسیح کے ہم میراث بشرطیکہ  
ہم اس کے ساتھ دیکھ اٹھائیں تاکہ اس کے ساتھ جلال ہی پائیں  
(دومیون باب ۸- آیات ۱۷-۱۹)۔

پیر ۲- ٹوہتی کے دوسرے باب کی گیارہویں و بارہویں آیات میں  
وہ لکھتا ہے:-

”ایمان کی بات یہ ہے جب ہم اس کے ساتھ مریں گے تو اس کے  
ساتھ جین گے ہی اور اگر دیکھ سہیں گے تو اس کے ساتھ بادشاہت  
بھی کریں گے“

۲- کرنتھیون باب ۴- آیت ۱۰ میں وہ لکھتا ہے:-

”ہم ہر وقت اپنے جسم میں گویا یسوع کی موت لئے پیر ہیں  
تاکہ یسوع کی زندگی ہی ہماری ذات میں ظاہر ہو“

یہاں پر مراد اندرونِ مسیح کے فضل سے ہے نہ کسی سفارش کرنے والے  
بیرونی درباری کی مہربانی سے کیونکہ قرآن شریف میں محمد صاحب نے  
کیا خوب کہا ہے:-

”اوسدن کا خوف کہ جس روز ایک روح دوسری روح کی  
باقی نہیں چکائیگی اور نہ اونکی کوئی سفارش سنی جائیگی نہ کوئی  
معاوضہ لیا جاوے گا اور نہ اونکی مدد کی جاوے گی“

”میری رائے میں ادن اصحاب کی جن پر صفات لکھی منسوب کئے جاتے ہیں تعداد نہیں بلکہ اوصاف ہیں جو واقعی قابل غور ہیں۔ اگر خدا کی طاقت میں کوئی زیادہ اونچے اخلاقی اوصاف نہیں ہیں بہ نسبت اونکے جو معمولی آدمیوں میں پائے جاتے ہیں۔ اگر آپھی سمجھ اسقدر ناقص خیال کی گئی ہے کہ وہ خود اپنی تدابیر کے انجام کو نہیں سوچ سکتی ہے اگر آسمانی قوتیں اپنی ہی بے اندازہ طاقت سے پیدا کردہ مخلوق سے سخت غضبناک ہو سکتی ہیں اور اپنے پاگل پنپے کے غصہ میں بے گناہوں کو گنہگاروں کے ساتھ ناش کر دیتی ہیں یا وہ اپنے تئیں مثل کسی مشرقی یا مغربی ظالم بادشاہ کے تحالیف یا بھیدی خوشامد سے خوش ہو جانے دیتے ہیں۔ غرضیکہ اگر وہ فانی انسانوں سے صرف طاقت میں زیادہ ہیں اور اخلاقی طور سے بہتر نہیں ہیں تب یقیناً ہمارے لئے مناسب ہے کہ انکی سندوں یا چٹھوں کو ذرا غور سے دیکھیں اور اونکے وجود کی صاف صاف شہادت کے علاوہ اور قسم کی شہادت کو قبول نہ کریں“

میں نہیں خیال کرتا کہ اب اس امر کے متعلق زیادہ کہنے سننے کی ضرورت ہو یہ صاف ظاہر ہے کہ اس موقع پر یہی غلطی کی جڑ کتب مقدس کی غلط تعبیر ہی ہے جو سب جگہ حوالہ دیا گیا ہے بغیر ایک ہی استثناء کے قصہ کہانیوں کے طور پر لکھے ہوئے ہیں۔ میں اسکی تعبیر ابھی ذرا دیر میں کروں گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ اس امر کو سمجھ لیں کہ موکش کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسکو کوئی شخص باہر سے دے سکے۔ نفس کشی کے ذریعہ خواہشات کا غارت کرنا نہ کہ کسی

(۲) ”ہنے دوزخ کے لئے بہت سے جنات اور انسانوں کو پیدا کیا ہے“  
(آیت ۱۸۰-۱۸۱ باب ۴۵)۔

(۳) ”وہ شخص جس سے خدا غلطی کر ائے گا کوئی رہبری نہ پاوے گا۔“  
(آیت ۳۳ باب ۲۱)۔

(۴) ”جس کسی کو خدا چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کسی کو چاہتا ہے  
رہنمائی کرتا ہے۔“ (آیت ۹۵ باب ۱۶)۔

(۵) ”وہ بات جو پہنے کہی ہے پوری کیجا دیگی کہ میں نے کہا کہ درحقیقت  
میں دوزخ کو جنات اور انسانوں سے بالکل بہرہ دوں گا“ (سورہ سجدہ)  
ہندون کی مقدس کتاب میں یہ لکھا ہے:-

”وہ ان لوگوں سے اچھے کام کرتا ہے جنکو وہ دنیا سے اوپر لیجانا  
چاہتا ہے“ (کوشٹکی او پنشد ۳-۸ = ایس-ایس-پی صفحہ ۲۱۲)۔

ہندو پُران اپنے ایثور پر چل کو بھی منسوب کرتے ہیں مثلاً سمندر کے  
سہتے پر اوس کا ایک خوبصورت عورت کے روپ میں نکلنا جبکہ اوس نے  
اسروں کو امرت پینے سے دھوکہ دیکر صرف روکا ہی نہیں جس کے  
وہ دیوتاؤں کے معاہدہ کے بموجب مستحق تھے بلکہ رابوکا جس نے  
دھوکہ کو معلوم کر کے ایک گھونٹ امرت کا پی لیا تھا سر بھی کاٹ ڈالا۔

اس قسم کے اوصاف ذات خدا میں اون کتب مقدس میں جنکا ذکر کیا گیا ہو  
پائے جاتے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے ہکسلی صاحب کے تصنیفات  
پڑھے ہیں یا نہیں لیکن اون میں سے ایک میں اوس نے ہمارے مضمون کو  
متعلق چند زبردست جملے لکھے ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو

Science and Hebrew Tradition صفحہ ۲۵۸)

ہیں گئے تھے پیدا کر لی ہیں۔ میں یا پر مختلف مقدس کتابوں کے حوالہ دیکر ان کے بعض مضامین جسے خدا کے اوصاف ظاہر ہوتے ہیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) ”میں..... بدی پیدا کرتا ہوں“ لسیعاہ بنی کی انجیل۔ باب ۲۵-آیت ۷۔

(۲) ”میں نے اونہیں وہ ستین دین جو پہلی نہ تھیں اور وہ تجادیز تائیں جسے وہ جیتے نہ رہیں“ (حزقی ایل بنی کی انجیل باب ۲۰-آیت ۲۵)۔

(۳) ”تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتا یا اور نہایت دگر ہو“ (میدائش کی کتاب باب ۶-آیت ۶)۔

(۴) ”میں خداوند تیرا خدا غور خدا ہوں جو باپ دادن کی بدکاری کا بدلہ اونکی اولاد سے تیسری اور چوتھی پشت تک جو مجھ سے کینہ رکھنے والے ہیں لیتا ہوں“ (کتاب استثناء باب ۵-آیت ۹)۔

(۵) ”کیا کوئی بلا سر پہ آوے اور خداوند نے اسے نہ بھیجا ہو“ (عموس باب ۳-آیت ۶)۔

(۶) ”اُسے بلا کے فرشتوں کو بھیجا اور اپنا شدت کا قہر غصہ اور غضب اور عذاب نازل کیا اور سنے اپنے قہر کے لئے راہ نکالی۔ اور ان کی جان کو موت سے پناہ نہ دی بلکہ اونکی جانیں و با کے حوالہ کیں“ (زبور ۲۸-آیات ۴۹ و ۵۰)۔

مذہبہ بالا آیات مقدس انجیل کی ہیں۔ قرآن شریف میں بھی ایسا کہا ہے:-

(۱) ”جو کچھ مصیبت پھرتی ہے وہ خدا نے بھیجی ہے“ (باب ۴۲)

دیر کے لیے بحث کی غرض کے غلط مان ہی لیا جاوے کہ خالق دنیا سے  
 مثل ایک فیر ملک روح کے بند باہوا ہے تاہم ہاتھوں کے نہ ہونے کی  
 وجہ سے اسکی حرکات ہمیشہ بے سود ہونگی کیونکہ ہاتھوں کے نہ ہونے  
 نہ وہ چیزوں کو پکڑ سکیگا نہ اون کو ملا سکیگا اور نہ کسی چیز کو ہٹا ہی سکیگا  
 حتیٰ کہ وہ کچھ ہی نہیں بنا پائے گا۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ خدا کی پاکیزگی کی صفت اسکی خلقت کو نیوالی  
 صفت جو اسکو منسوب کیجاتی ہے بالکل متضاد ہے لیکن کیا اس کا  
 پورن آئند اسکی صانع اور خالق کے طور پر ہمیشہ مصروف رہنے کی  
 صفت سے کچھ کم مخالف ہے۔ ہم اب جانتے ہیں کہ پورن آئند  
 ویراگیہ میں کمالیت حاصل کرنے سے ہی ممکن ہے اسلئے وہ شخص  
 جو کمال کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک لمحہ بھی اذہم کر  
 لیے نہیں پاتا خوشی میں پورن نہیں خیال کیا جاسکتا ہے۔

میرے پاس اس لکچر میں اس مضمون پر اب زیادہ کہنے کا وقت نہیں  
 ہے لیکن بس ایک ہی دلیل اس مسئلہ کو طے کرنے کے لیے کافی ہوگی  
 اگر کوئی شخص اس پر شانتی کے ساتھ غور کرے گا۔ اور وہ یہ ہے کہ اوصاف  
 اور گنوں کے لحاظ سے ایک نور ہستی دوسرے نور ہستی کے برابر ہے  
 اس لئے اگر پیدا کرنا ایک نور ہستی کا کرتب ہو تو وہ اور باقی نور ہستیوں کا  
 بھی کرتب ہوگا۔ اس صورت میں ہر روح بمنزلہ خالق کے ہوگی جو کسی  
 صورت میں خالق پرست کا دعویٰ نہیں ہے۔

یہ تمام اوزان سے بھی بڑی مشکلات خالق پرست نے اپنے لیے  
 شاستروں کے لفظی معنی لگانے سے جو ان مضمون میں کہی گئی ہیں۔

کمایت ہے اور اسکی بابت یہ نہیں خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ انسانوں اور حیوانوں کے جسموں کو ایسے گندے مقامات پر جیسے کہ بعض بعض بچہ دانیان ظاہر ہوتی ہیں اپنے ہاتھ سے بنانے میں محفوظ ہوگا۔ لیکن ابھی ایک اور گنجائش کتب مقدسہ کی لفظی تعبیر کرنے والے کے لئے باقی رہ جاتی ہے اور وہ خود روح کے حرکات کی تشبیہ ہے اب میں ادسکو یہہ کہتے ہوئے قیاس کرتا ہوں کہ بطور پر روح اپنے مادی جسم کے عضون کو حرکت دیتی ہے حالانکہ اس کے ہاتھ پاؤں نہیں ہوتے اسی طور پر تنکو خالق کے افعال کو سمجھنا چاہیے۔ مگر اس مقام پر یہی ایک ضروری امر نظر انداز کر دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مشابہت کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیکن یہہ مشابہت ہی خود ٹھیک نہیں ہے کیونکہ یہ ایک نہایت ہی اہم امتیاز کو نظر انداز کرتی ہے جو خدا اور ایک غیر ملک جیوین پایا جاتا ہے۔ وہ امتیاز یہہ ہے کہ ایک غیر ملک جیو بذریعہ دو اندرونی لطیف اجسام کے بیرونی جسم سے حرکت کی تیلیوں اور بچوں سے کسا ہوا ہے جبکہ خدا بالکل ملک ہے یعنی تمام اقسام کے بندہوں اور جگر نے والے تاروں اور ہر قسم کے لطیف اور کثیف جسموں سے آزاد ہے روح کے اس طرح پر ناڑیوں سے اور ان کے ذریعہ سے ہاتھ پاؤں وغیرہ کے پٹھوں سے بند ہونے کی وجہ سے اس کی ہر قسم کی حرکت فوراً اعضاء جسمانی کے ہلنے چلنے کا باعث ہوتی ہے۔ مگر خالص نور مہتی جیسا کہ خالق قیاس کیا جاتا ہے ایسے یا کسی اور طریقہ پر کسی چیز سے بند ہا ہوا نہیں ہے اور اسوجہ سے کیسکے ہاتھ پاؤں کو حرکت نہیں دے سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر اسکو تھوڑی



معلوم ہو جاوے کہ اونکو کہاں تلاش کریں تو ہم اوسکے فیصلوں میں کبھی غلطی نہیں پاؤں گے۔ وہ شخص جو ظالم اور خود غرض ہے جو ہدی کا زندگی بسر کرتا ہے جو دوسروں کی دشمنی کی پرواہ نہیں کرتا ہے اس بات سے ناواقف ہے کہ قسمت کا لکھنے والا فرشتہ اوسکے تمام بڑے اعمال کو کرم کے خود بخود ہر لکچ جانے والے کہانہ میں جسکی باقی ہمیشہ از خود نکلتی رہتی ہے لکھا کرتا ہے اوسکو اس کا کوئی خیال نہیں ہے کہ اوسکی پاکیزہ انسانی خصلتیں آہستہ آہستہ خراب رغبتوں اور صفات میں تبدیل ہوتی جاتی ہیں۔ اور اون خوشاکیا تبدیلات کا اوسکو مطلق خیال نہیں ہے جو اوسکے اندرونی کارمان شریکی ساخت میں واقع ہو رہی ہیں جو اس بیرونی چوڑے چوڑے پر اوسکو خراب چونوں اور دکھائی مقامات پر پہنچ لے جائیگی۔ وہ شخص جو نیک دل ہے اور اپنی طبیعت کو مارتا ہے اسی طور پر اپنی نیکی سے موثر ہوتا ہے۔ وہ ان قوتوں کو پیدا کرتا ہے جو اوسکو خوشی اور بہبودی کی حالت میں آئندہ جہنم میں پہنچائیگی اور بالآخر مادہ کے روح سے پورے طور سے علیحدہ ہو جانے پر نجات دلائیگی۔ اس کل کارروائی کے لئے کسی جج یا مجسٹریٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ مختلف اشیاء کی مختلف خاصیتیں ارواح کی سزا اور جزا کے لئے پورے طور پر کافی ہیں۔

اگر خالق پرست ذرات اٹال کہہ کے اپنے من سے یہ سوال پوچھے کہ اوسکو خدا نے اس دنیا کو کیونکر پیدا کیا یا سزا اور جزا کیونکر دیتا ہے تو وہ اپنے دعویٰ کی کمزوری کو خود بخود دیکھ لے گا۔ کیونکہ خالق پرستی کا خدا خالص نور سہتی ہے جسکے معضون کو مرتب کرنے اور چیزوں کو گھڑنے یا انسانوں کی حالتوں کے بنانے کے لئے ہاتھ نہیں ہیں۔ علاوہ برین جو ابھی مدجہ پاکیزگی کا

کو پیدا کر سکتی ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ ایک ایسی دنیا کو پیدا کر کے  
جو اپنے وجود میں ہر طور سے پورن ہو اور ترقی کرنے اور اُتار دہانی کی قابلیت  
رکھتی ہو۔ اسکا صرف یہی مطلب ہے کہ اگر ایک خالق کے بارہ میں ہم یہ خیال کر سکتے ہیں  
کہ وہ کسی کا بنایا ہوا نہیں ہے تو یہ ماننے میں کہ یہ دنیا دایمی اور انباشی ہے کسی  
قسم کی قوانین خیال یا منطقی قواعد کی مخالفت نہیں ہوتی ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے  
کہ ارواح اور مادہ کے چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے خواہ او کو ذرہ کہیں یا کسی اور نام  
سے نامزد کریں بغیر جڑ و کے ہیں اور انباشی ہیں اور نہ وہ کسی طرح سے گہڑے جاسکتے ہیں  
کیونکہ اون میں کوئی عنصر نہیں ہیں جنکے اکٹھا ہونے سے اون کا بننا یا بنانا ممکن ہو  
نور ہستی کا معاملہ جسکو ناپاکی کی حالت میں روح کہتے ہیں [نور ہستی] (نور ہستی) کا  
روح (روح) اور جسم (جسم) کا امتیاز جو بالرحول نے  
اتھیلیونیون باب ۵ آیت ۲۳ میں دکھلایا ہے ملاحظہ طلب ہے] اور یہی  
زیادہ عجیب ہے کیونکہ اوس کا بنانے والا ہی ایک خالص نور ہستی ہے۔  
نور ہستی ایک موقع پر دایمی اور تمام موقون پر ایک نیستی سے پیدا کردہ شے  
کیونکہ ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں یہ فلسفہ غیث کی حد ہے۔ تو پھر  
متنفسون کے نیک و بد اعمال کی سزا اور جزا کہاں سے ملتی ہیں۔ ہاں واقعی  
کہاں سے مل سکتی ہیں اگر اوس ذریعہ سے نہیں جو اوس آدمی کو جو ایک مدخت کے  
تھے پر بیٹھ کر اوسکی جڑ کاٹتا ہے سزا دینے کے لئے ذمہ دار ہے۔ اگر میں اپنا  
ہاتھ آگ پر رکھوں تو میں اپنی یوقنی کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ بنا سکتا ہوں قبل اسکے  
کہ کوئی آسمانی جج اسکو تجویز کرے۔ قدرت سرور شکیانہ ہے۔ اوسکو اپنے  
مجرمون کے لئے نہج کی نہ پوچھیں کی اور نہ قید خانوں ہی کی ضرورت ہے۔  
اوسکی سزائیں فوری۔ یقینی اور کبھی نہ بدلنے والی ہوتی ہیں۔ اگر ہم کو یہ

گہڑی ساز کے گہڑی نہیں بن سکتی ہے اسی طور پر بغیر کسی دنیا کے بنانے والے کے دنیا نہیں بن سکتی ہے۔ بس جو کچھ منطق خالق پرست کی دلیل میں ہے وہ صرف اس قدر ہے اور یہ بھی بہت ہی کمزور قسم کا منطق ہے کیونکہ ہر ایک منطق دان اس امر سے واقف ہے کہ مشابہت کوئی اصلی دلیل نہیں ہے۔ ہم اپنے دوسرے لکچر میں دیکھ چکے ہیں کہ دیابتی (ایک عالمگیر سچے منطقی تعلق) کا وجود منطقی نتیجہ کی محنت کے لئے ضروری ہے۔ یہ قطعی طور سے ایک عالمگیر سچا اصول نہیں ہے کہ ہر چیز کا کوئی بنانے والا ہوتا ہے۔ آپ اس غذا و پانی کی بابت کیا فرماتے ہیں جو انسان اور حیوان کے معدہ میں جا کر پیشاب فضلہ اور غلیظ مادہ بن جاتے ہیں۔ کیا یہ کام کسی خدا کا ہے۔ جسم میں اور قسم کی آلائشیں بھی ہوتی ہیں۔ میں کہی یہ یقین نہیں کروں گا کہ کوئی خدا انسان اور حیوان کے معدہ اور آنتوں میں گھس جاتا ہے اور وہاں پر غلاظت کے بنانے اٹھا کر نئے اور صرف کرنے میں اپنے کو مصروف کرتا ہے۔ اب اگر یہ گندہ کام کسی خدا یا دیوتا کا نہیں ہے بلکہ مختلف قسم کے عضروں اور چیزوں کے ایک دوسرے کے ساتھ ملنے اور اپنا اپنا اثر پیدا کرنے کا نتیجہ ہے یعنی اگر ہاضمہ محض طبعی اور کیمیائی عمل کا نتیجہ ہے جو معدہ۔ آنتوں وغیرہ میں جاری ہے تو یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ آئین قدرت کے مطابق ہر چیز کا ایک بنانے یا گھڑنے والا ہونا چاہیے۔ یہہ بحث خالق کے بارہ میں بھی خود اپنے سے متضاد پڑتی ہے کیونکہ اس اصول پر کہ ہر چیز کا کوئی بنانے والا ضروری ہے اس دنیا کے خالق کا بھی ایک بنانے والا ضروری ہے اور پھر اس بنانے والے کے بنانے والے کا ایک بنانے والا اور پھر اسی طرح آگے ہی اس شکل سے رہائی اور یقوت ل سکتی ہے جب ہم یہہ سمجھیں کہ اس دنیا کا خالق کسی دوسرے بنانے والے کا محتاج نہیں ہے یعنی سوتتر ہے۔ لیکن اگر قدرت ایک سوتتر خالق

شروع کے انسانوں کو فنا کے خاتون میں سیکڑوں اور ہزاروں  
 برس گزرتے گزرے۔ اوپر ہی ہم تہذیب ایسی ناقص تھی  
 اور اس میں اتنے وحشیانہ خیال گہسے ہوئے تھے کہ لاکھوں کو دکھ  
 پہر ہی چوگنا پڑتا تھا۔ آج بھی ہم جنگوں۔ بیماریوں۔ مفلسی۔  
 جراثیم۔ کم ظرفی اور چوٹی طبیعتوں پر جو ہماری زندگی کو تاریک  
 بناتی ہیں بے بسی کی حالت میں دیکھتے ہیں اور ایسا معلوم دیتا ہے کہ  
 خدا کو اس تمام وقت میں شفق کو سنہری کرنے اور مردوں کی  
 دُشمنوں میں خوبصورت بولے بنانے سے فرصت نہیں ملی۔ حال  
 پرست لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے گناہ کی وجہ سے بنگ کردار رہا۔  
 مقصد سے یہاں کچھ غرض نہیں ہے۔ ایسا رکھنا پہر ہی وحشیانہ  
 انتقام ہے۔ آپ اوس باپ کو کیا کہیں گے جو پاس کھڑے ہوئے اپنی  
 لڑکی کی عصمت کو بگڑتے دیکھے اور جو اسکے بچانے کی پوری قابلیت  
 رکھتا ہو اور کیا آپ مطمئن ہو جائیگی اگر وہ اس بات کو ثابت کر دے  
 کہ اوسکی لڑکی نے کسی طور پر اوسکی توہین کی تھی؟

### ۱) The Bankruptcy of Religion (دیکھو)

صفحات ۲۴-۲۵ -

میرے خیال میں میک کیب صاحب نے ایک مہربان و منظم خدا کے  
 مسئلہ کی تردید میں کوئی بات نہیں چھوڑی ہے۔ اسلئے اب میں خدا کے خالق  
 ہونے کے خیال کی جانچ شروع کرتا ہوں۔

اب جس دلیل سے خالق پرست اپنے اس مسئلہ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا کا  
 کوئی صانع ہے وہ ایک قسم کی مشابہت درمیان دنیا و گھڑی سمجھ۔ جیسے بغیر

سکتا ہے۔ وہ کبھی کبھی ایسے روایات کو جیسے کہ مونز -  
 (Monos) کے مقام پر فرشتوں کا دکھائی دینا یا لوروز  
 (Loudes) کے معجزے جو تقشیش پر باطل ٹہرتے ہیں  
 منکر خوش ہوتا ہے۔ لیکن عموماً وہ اس سے بچیں رہتا ہے کہ انسان  
 ترتیب میں خدا کی مداخلت کرتے والی اونگلی نظر نہیں آتی ہے۔  
 وہ چپکے چپکے بڑھاتا ہے کہ خدا پوشیدہ طور سے اور من کے  
 اندر سے نہایت باریکی سے کام کرتا ہے۔ کہ اس نئے انسان کو  
 آزادی دی ہے جسکا اوسکے لئے لحاظ کرنا ضروری ہے۔ اور یہ کہ  
 شاید سب سے زیادہ بڑی مہربانی یہ ہے کہ وہ انسان کو اس بات  
 کا موقع دیتا ہے کہ وہ اپنی خود مدد کے اپنے کو مضبوط بنا یوں  
 ان سب کمزور دعویٰ کے نیچے ایک مایوسی کا احساس ہے کہ اس  
 خدا کا پتہ جسکو وہ اسنے صاف طور سے شفقوں گلابوں اور خوبصورت  
 چڑیوں کے بننے میں دیکھتا ہے انسان کی زندگی میں کہیں بھی نہیں  
 طور سے نہیں چلتا ہے۔ کیا موجودہ نسل کے زمانہ میں کوئی بات  
 ایسی (زمین کے کسی حصہ پر) واقع ہوئی ہے جس میں خدا کا تعلق  
 پایا جاوے۔ کیا بنی نوع انسان کے لیے کارنامہ میں ایک واقعہ ہی  
 ایسا ہے جس میں خدا کا ہاتھ پایا جاوے۔ وہ واقعہ کہاں ہے  
 جسکے قدرتی اسباب کا ہم قابل اطمینان پتہ نہیں لگا سکتے ہیں۔  
 وہ یہ شک ہے جسکو جنگ نے مستحکم کر دیا ہے۔ یہ بات  
 نہیں ہے کہ انسان کو مدد کی ضرورت درستی۔ ہماری قوم کا کارنامہ  
 کیسا پروردہ ہے۔ تہذیب کی دیوڑھی تک پہنچنے کے قبل

پاوری کیسپیل صاحب نے جنہوں نے ہفتوں انسانوں کے شلوک  
 کی بڑھنے والی لہر کے رعبے کی کوشش کی ہے کہا ہے کہ ڈالی نے  
 واقعی کوئی نیا سوال پیدا نہیں کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اُنکی سمجھ میں  
 نہیں آتا کہ دیندار لوگ کیوں یکبارگی گھبراتے ہیں۔ درحقیقت  
 کوئی نئی متوقع جنگ سے پیدا نہیں ہوئی۔ جو کچھ اس نے کیا وہ یہ ہے  
 کہ اُن سوالات کو جو آدمیوں کے دلوں میں بہت عرصہ سے  
 اٹھتے رہے ہیں نافذ کر دیا ہے یعنی اُنکو بے حد درد و قوت  
 کے ساتھ پیش کیا ہے۔ جیسا میں نے کہا ہے معمولی مرد یا عورت کو  
 پہاڑوں اور ساروں وغیرہ کے خدا میں کد لچھی ہے جس خدا کی  
 کائنات کو ضرورت ہے وہ منظم یا مدد کرنے والا خدا ہے۔ ہم  
 جس بات کے منتظر ہیں وہ یہ ہے کہ اس وسیع سمجھ کو ہوا کرکھاتے  
 ہوئے کی مدد کرتے اور زخمی پاؤں والے راگبیر کی حفاظت کرتے  
 دیکھیں۔ ہم اس شفقت اعلیٰ میں جو جنگلی کون کو کھانا کھلاتی ہے  
 یہ بات دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ انسانی ترتیب میں کچھ عہدگی کی علامت  
 پیدا کرے یعنی دنیا کے انسانوں اور خون کے بہاؤ کو روکنے میں  
 ہماری رڑکھڑاتی ہوئی عقل کی مدد کرے۔ بے گناہوں کو تکلیف  
 اور ہوک پیاس سے بچا دے اور عورتوں کو اور بچوں کو جنگ کے  
 متوالے وحشی سے بچا دے یا جو اور بھی زیادہ عمدہ ہے وحشی کی  
 پیدائش ہی نہ ہونے دے یا اسکے وحشی پن کو نہ بڑھنے دے۔  
 ٹھیک ہی امور خالق پرست کی پریشانی کا باعث ہمیشہ سے رہے ہیں۔  
 وہ ہمو انسانیت ترتیب میں خدا کی مداخلت کی کوئی علامت نہیں دیکھا

منکر ہیں کہ ان کے خدا کے کوئی لڑکا ہے۔ نہ عربوں کا اللہ جو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اس مضمون کے متعلق ان کو براہ راست الہام ہوا تھا وہ خدا ہو سکتا ہے جسکے پیروں کو عرب اور فلسطین میں الہام ہونے سے قطعی انکار ہے۔ ایسی صورتوں پر الہام کا تذکرہ مفہول ہے۔ اسکی نسبت تو زیادہ معیندیہ ہوگا کہ ہم مختلف مقدس کتابوں اور انجیلوں کا موازنہ ان طریقوں پر جو ان لکچروں میں قائم کئے گئے ہیں کریں تاکہ ان کا اصلی مطلب معلوم ہو۔ فی الواقع جو امور ہم اب تک کہہ چکے ہیں وہ اس امر کے باطل کرنے کے لئے کہ مذہبی کتابوں میں خالق پرستی سکھائی گئی ہے کافی ہیں خیال اور اظہار دونوں میں افسانہ سازی کے طرز کی یہ کتب ایک امر میں ہی تاجز نہیں مانی جاسکتی ہیں۔

اب منطقی دلیل باقی رہی کہ جس سے ایک ہمہ دان خالق و منظم خدا کا وجود ثابت کیا جاوے۔ اس سلسلہ میں میں آپ کے سامنے سبٹ جوزف میک کیب صاحب کا جو بہت عرصہ تک عیسائی کلیسیا کے پادری رہے ہیں مفصلہ ذیل کا پیش کرتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ۔

”ہمارے زمانہ کے مردود عود تو انکو پہاڑوں اور چاندوں اور ستاروں کے خدا سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ ایک لاپرواہ دانش جو ذروں اور ستاروں اور بیولوں کی زیبائش میں مصروف ہے اور انسانوں کو انکی نامکمل تدبیروں پر چھوڑ دیتی ہے اوس قسم کا خدا نہیں ہے جیسا کہ دین عیسوی نے انکو بتلایا تھا۔ وہ خدا کائنات جو ہمارے سر کے بالوں کو گنتا ہے اور چڑھیوں کی موت کا خیال رکھتا ہے اور جو انسانوں سے اپنی تمام مخلوق سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ جنگ یورپ نے یہ بہت ہی اہم سوال مذہب کے تعلق میں اٹھایا ہے۔“

خدا کے نام سے ہوئی ہے اوس سب کا مرکب وہ ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی خالق پرست یہ سب باتیں اپنے خدا کو منسوب کرنا نہیں چاہے گا۔ ایک ہمہ دان مرشد کے کلام کی اصلی علامات رتن کہندہ شراؤ کا چارہ میں حسبِ اسی ہوئی ہیں۔

(۱) وہ ایک تیرہنک کا کہا ہوا ہوتا ہے جو ہر کال میں ۲۴ ہوتے ہیں ایک کال بشمار برسوں کا ہوتا ہے۔

(۲) وہ بحث مباحثہ میں کہی جو ناشابت نہیں ہو سکتا ہے۔

(۳) وہ مشاہدہ یا دلیل یا شہادت سے رد نہیں کیا جاسکتا ہے۔

(۴) وہ چیزوں کے وجود کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔

(۵) وہ تمام روحوں یعنی انسانوں اور حیوانوں اور تمام دیگر جانداروں کے لیے مفید ہوتا ہے اور۔

(۶) وہ ہر قسم کے چوہنٹہ کو باطل کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔

رحم اور سچائی کا دہرم جسکو ہمہ دان ہونہوں نے بیان کیا ہے سچا اہام (ابھی کلام) ہے کیونکہ دیا نہ کہ قربانی سب کو فائدہ مند ہے اور ہیک ٹھیک علمی سچائی میں ہی باقی قسم کے مذکورہ بالا اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اور اس کلام کی کہی نہ زائل ہونے والی صحت کی پوری گارنٹی مرشد کی ہمہ دانی سے جو اپنی وسعت یلن سب باتوں کو شامل کرتی ہے۔ پُر افسانہ تالیفون میں ان اوصاف کو تلاش کرنا بیکار ہے۔ ان کا جین مت کے علمی مدہانت میں ملنا زیادہ قرن قیاس ہے۔ اگر مختلف مذاہب کے خالق پرست اپنے اپنے خدا کے اوصاف۔ فرائض۔ تعلقات اور افعال پر غور کریں گے تو وہ بہت جلد یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ وہ خدا جو عیسیٰ کا باپ کہلاتا ہے اسلام کا خدا یا ہندو کا الیہ اور نہیں ہو سکتا جو اس امر سے



اندرونی احساس کے مسئلہ کی پوری غوریت اس امر سے بخوبی ظاہر ہے کہ انسانی  
 بڑی ہی (عقل) کے بیہ ناہموار چمٹکار غور سے سامنے کیے جانے پر خود اپنی نہیں  
 دہو کہ دینے والے تجلیات پائے جاتے ہیں جگہ والدین مذہبی سرگرمی اور خوش بین  
 شہادت کے متعلق ہی بیہ بیان ہے کہ کوئی شخص اپنے ذاتی علم سے شاہد  
 ہونے کا مجاز نہیں ہے کیونکہ اُس شخص کے لئے بیہ ضروری ہوگا کہ اس نے واقعی  
 نور مہی کو دیکھا ہو۔ لیکن یہ امر جیسا ابھی دیکھا گیا ہے غیر ممکن ہے۔ پس ہمارے پاس  
 قابل پذیرائی ایک ہی قسم کی شہادت رہ جاتی ہے یعنی مقدس مذہبی کتابوں کی بشرطیکہ  
 وہ مقدس کتاب جس سے کسی خالق کے وجود کو ثابت کیا جائے خود ایک ہمہ دان  
 خدا کا کلام ہو اور وہ اس مرشد کی دی ہوئی تعلیم کو صحت طور سے بے کم و کاست  
 ظاہر کرتی ہو۔ مگر اوں مقدس کتب میں سے جگہ بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ایک  
 خالق یا منتظم خدا کی ہستی کو ثابت کرتی ہیں ایک ہی ایسی نہیں ہے جو کسی ہمہ دان مرشد کا  
 کلام ہو اور نہ ہو سکتی ہے۔ وہ قہقہے کہانیوں کے طور پر تصنیف ہیں اور ہر موقع پر  
 اپنی محدود العقل انسان کے تصانیف ہونے کا پتہ دیتی ہیں۔ اس امر کے ثابت  
 کرنے کے لئے کہ وہ حضرت انسان کی بنائی ہوئی ہیں ایک ہی مختصر دلیل کافی ہے  
 اور وہ یہ ہے کہ اُن کے مصنف اوس غلط فہمی نفرت و خون ریزی کو جو دایوتوں کے  
 دوسری دلو تاؤن کو واقعی تاہم بچی اشخاص ماننے سے پیدا ہوتی ہیں دیکھنے سے  
 قاصر رہے۔ ایک ایسے ہمہ دان مرشد کے بارہ میں جو انسان کو اُس کے فائدہ  
 کے لئے تعلیم دیتا ہے بیہ ماننا بڑی لگا کہ اس نے اس امر کو جان لیا ہو گا کہ عیسوی صولوں کو  
 انسانوں کا بڑے قطع پنہا کر پیش کرنے کا نتیجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا ہے کہ  
 مسلمان۔ یہودی۔ عیسائی۔ ہندو اور اہلکے دیگر پیر و سب ایک دوسرے سے  
 دشمن۔ حتیٰ کہ اس دنیا میں جو لوٹ مار غارت گری اور خون ریزی مذہب اور

# لکچر ہفتم خدا

آج کے لکچر کا مضمون خدا یا خدا کا خیال ہے جسکو تعلق میں بے حد غلط فہمی انسانوں میں پیدا ہو گئی ہے۔ خدا کی بابت سب سے زیادہ عالمگیر خیال یہ ہے کہ جانداروں کی تقدیر و ناکثانث اور دنیا کا حکمران اور صانع ایک خدا تعالیٰ ہے جو انسان کے نزدیک موازنہ کر کے ان کے اعمال کے مطابق اونکو پل دیتا ہے۔ آج ہم اس خیال کی اوکے مختلف سپیرایون اور صورتوں میں جانچ کرینگے۔

پہلا ہی سوال جو ایسے خدا کے خیال کے متعلق پیدا ہوتا ہے وہ شہادت کے بارے میں ہے جو اوس کی ہستی و اوصاف کے ثبوت میں پیش کیجائے کسی بات کا ثبوت تین طریقوں سے ہوتا ہے یعنی (۱) ذاتی مشاہدہ سے (۲) اومان یعنی منطق سے اور (۳) کسی معتبر گواہ کی شہادت سے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس عوام کے عقیدہ کی تائید میں کیا ثبوت ہے۔ ہمارا ذاتی مشاہدہ تو قطعی کسی ایسے خدا کی ہستی کو ثابت نہیں کرتا۔ کسم شخص نے نور ہستی کو واقعی نہیں محسوس کیا ہے یا دیکھا ہے اور خدا یقیناً ایک نور ہستی کہا جاتا ہے۔ علاوہ برین نور ہستی میں جو اس قسم سے محسوس ہونے والی خاصیتیں نہیں ہوتی ہیں انسانوں کے اندرونی احساس (intuitions) کی نسبت بحث کرنا محض فضول ہے کیونکہ کوئی ایسا خدا نہیں ہے جسکے عابدوں نے یہ دعویٰ نہ کیا ہو کہ انہوں نے اسکو اندرونی احساس سے جانا ہے۔ علاوہ اسکے جیسا کہ اوّل لکچر ہی میں بیان کیا جا چکا ہے اگر عقل سلیم کی بجائے انسانوں کے مبہم عقائد مان لئے جائیں تو پھر کھسفی اور سائنس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ انسانوں کو

یوحنا (۱۱) (ایس۔ بی۔ ای جلد ۱۸ صفحہ ۳۴)۔

جسمانی زندگی قربانی کے طور پر پیش کرنی پڑتی ہے۔ یا سنا ۳۳ (آیت ۱۳) میں  
ایسا لکھا ہے:

”پس زبردست قربانی کے طور پر خود اپنی جسمانی زندگی کو دیتا ہے۔“

(ایس۔ بی۔ ای جلد ۳۱ صفحہ ۷۹)۔

یا سنا ۱۳ (آیت ۲) میں پھر یہ آیا ہے:-

”اور تم پر اے نعمت بخشے والے آمدیو تاؤن میں اپنے جسم کا گوشت

بھی صدقہ کر دوں گا اور یہودی کی تمام نعمتوں کو بھی“ (ایس۔ بی۔

ای جلد ۳۱ صفحہ ۲۵۳)۔

ان آیات کی جو تعلیم ہے وہ وہی پڑانا اصول جسمانی خواہشات اور شہوتوں کے

مارنے کا ہے گو کہ درحقیقت فاقہ کشی ہی صرف مقصود زندگی نہیں ہے۔

”ہم لوگوں میں روزہ رکھنا یہ ہے کہ ہم آنکھوں سے زبان سے

کانوں سے ہاتھوں سے اور پیروں سے گناہوں کے ارتکاب سے

روزہ رکھیں۔“ *The Teaching of Trinitarian*  
(صفحہ ۴۴)۔

میں یہ خیال نہیں کرتا کہ زبان اور ہاتھوں کے بارہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ روزہ رکھتے ہیں

جب کہ وہ کسی بے گناہ کو مارنے اور اس کا گوشت نکلنے میں مدد دیتے ہوں۔ یہ بھی صاف

طور سے کہا گیا ہے کہ نوترتبی کے زمانہ کے قریب جسمانی ہستیاں کھانا چھوڑ دیتی ہیں اور

غیر کھانے کے زندگی بسر کرتی ہیں (ادوستان دینک باب ۳۳۔ آیت ۲ و ایس۔ بی۔

ای جلد ۱۸ صفحہ ۷۷)۔

محبوبوں کے نزدیک فرقہ کے لوگ غلامیہ طور سے آداگوں کے متقدّم تھے (دیکھو پوچھو)۔  
*Essays on The Pariahs* (صفحہ ۱۵)۔

ان حالوں نے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ روح موت کے بعد قائم رہتی ہے اور مختلف گیمتوں (صورتوں یا حالتوں) میں آداگوں کرتی رہتی ہے جب تک کے وہ پاک کرنے والے (روح القدس یعنی تپشیا) کی مدد سے موت کے مارگہ سے باہر نکلنے کی قابلیت حاصل نہ کر لے جسکے حاصل ہونے پر وہ پوتر پاک کئے ہوئے نور کے طور پر جوہر پہلو سے تہرک امر اور اپنی سے پوجیہ پر مائادوں کے مقام پر جا پہنچتی ہے۔

تپشیا کے بارہ میں ہمارے زمانہ کے کمزور انسان سب کم و بیش اس بات کے کوشاں ہیں کہ اسکو نامرغوب قرار دین اور پارسی لوگ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں جیسا کہ مسٹر کپاڈیا کی *Teaching of Zarathustra* (صفحہ ۴۴) کے ذیل کے مضمون سے واضح ہے:-

”دیگر مذہبوں کے خلاف وہ [پارسی مت] روزہ رکھنے یا غذا کے بالکل نہ کھانے کو ایک بڑا اور بے وقوفی کا فعل قرار دیتا ہے جس سے جسم کو نقصان پہنچتا ہے اور وہ کمزور پڑتا ہے۔“

مگر یہ ہماری واقفیت کے لحاظ سے بالکل غلط ہے۔ داؤستان و نیک سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کو دور کرنے کے لئے تنہا کی کوشش اس حد تک پہنچنی چاہیے جو پریشانی کا درجہ نہ پہنچے۔

”.....۱۔ چہ خیالات اچھے الفاظ اور اچھے اعمال کے ذریعہ گناہ کی کمی اور نیکی کی ترقی مدد اصل اس کوشش اور بچھنی سے جو روح کے مذہبی اصولوں پر عمل کرنے کا نتیجہ میں ہوتی ہیں۔ اور کوشش کی سختی چار تہ کے استقلال اور درج کی حفاظت سے جو ایماندار کو حاصل ہے

ادستخان دینک کے بتیسیں اس میں ۱۵ اہم سوال اٹھایا گیا ہے کہ ”آکیا یہ دنیا بالکل بغیر انسان کے ہو جاتی ہے یعنی اس میں کسی قسم کی جسمانی اشیائیں نہیں رہتی ہے جب قیامت ہوتی ہے یا یہ کیونکر ہے؟“ اسکا جواب حسب ذیل دیا گیا ہے:-

”جواب یہ ہے کہ دنیا اپنی ابتدائی حالت سے اپنے ازمروں کے بننے تک برابر بغیر آدمی کے رہی ہے اور نہ رہے گی۔ اور بدی کی روح میں جو ناچیز ہے اسکی کوئی استحرک خواہش نہیں پیدا ہوتی۔ اور ازمروں کے بننے کے زمانہ کے قریب جسمانی وجود کھانا ترک کر دیتے ہیں اور بغیر غذا کے زندہ رہتے ہیں اور ان سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ امر ہوتی ہے کیونکہ ان کے جسم بالما را اور خون سے خالی ہوتے ہیں۔ ایسے وہ لوگ ہیں جو باجمہ انسان دنیا میں ہیں جبکہ ایسے انسان نہیں جو گذر گئے ہیں اور پھر پیدا ہوتے ہیں زندہ رہتے ہیں“

اسکالادہ پانچ گناؤں کی *Fountainhead of Religion* میں بہت سی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو آدائوں کے مسئلہ کی بالکل صاف طور سے تعلیم دیتی ہیں۔

کتاب محلہ میں چند مضامین حسب ذیل ہیں۔

(۱) ”چرمانے جسم کا چھوڑنا اور نئے جسم کا دارن کرنا لازمی ہے“ (ہوشنگ ۱۳)۔

(۲) ”..... اچھے کرموں کا کرنا والا..... اچھے کرموں کے پہلے ہو گئے کیلئے بادشاہ و وزیر۔

حکمران یا امیر آدمی کے طور پر جنم پاتا ہے..... بادشاہوں کو سکھ میں جو سچ نکالیں اور بیاریان

آئیں وہ ان کے پچھلی جنم کے کرموں کا پہلے ہیں..... شیر جیٹا۔ تیندا۔ پلنگ بیڑا۔

اور تمام خوشخوار جانور جو دوسرے جانوروں کا ایذا دیتے ہیں پچھلے جنم میں..... باقتیا اور ذی جہر

انخاص تھے اور وہ جانور جسکا انسان مارتے ہیں ان کے وزناو۔ ملازمین اور کارپردازان تھے

جنہوں نے اپنے مالکوں کے حکم اور مدد سے بڑے افعال کئے تھے اور محسوس اور غریب جانوروں کو

ایذا پہونچائی تھی“ (۶۶ ہما پادہ ۶۸-۶۹-۱۵۶۹)۔

جائیکے لیے۔ چونکہ تمام مخلوقات کا وجود اور وجود خاصہ سے بنتا ہے۔ اسلئے  
یہ امر حتمی مباح کو ظاہر ہے کہ انکے دنیاوی اجسام پہر عنفون میں لجاؤنگے  
روحانی اجزاء جو حیم کو جان بخشیے والی زندگی کے ابتدائی اسباب ہیں  
روح میں شامل ہو جاتے ہیں۔ بوجہ وحدانیت ذات کے وہ منتشر نہیں  
ہو سکتے ہیں۔ اور روح اپنے اعمال کی ذمہ دار ہے۔ اُسکے کرموں کے  
تولیدار بھی جگہ سپرد اُسکے نیک و بد اعمال ہوتے ہیں مقابلہ کے لئے آگے  
بڑھتے ہیں۔ جبکہ نیک کاموں کی حفاظت کرنے والی زیادہ قوی ہوتی ہو  
تو وہ لازم لگانے والے کے ہاتھ سے اسکی حفاظت اپنی فتحیابی سے  
کرتی ہے اور اسکو بڑے تخت پر بیٹھنے اور زریون کی ماہی غنی کے لئے  
منتخب کرتی ہے اور اسکی راستبازی میں ترقی کرنے کے لئے ہمیشہ  
مدد ہوتی رہتی ہے۔ اور جب بدی کی محافظ زیادہ طاقتور ہوتی ہے  
تو اسکی فتحیابی کے باعث روح مدد کرنے والے کے ہاتھوں سے  
چھین جاتی ہے اور ہوک اور پیاس اور نہایت تکلیف دہ بیماریوں کے  
مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ اور وہاں ہی وہ چوٹے چوٹے نیک کام جو  
اُسنے دنیا میں کئے تھے رائگان نہیں جاتے ہیں اس وجہ سے کہ ہوک کی  
اور سر آگاہ کے لحاظ سے ہوتے ہیں نہ کہ اندہ باد مضبوط طور پر کیونکہ  
اسکی سزا کا ایک نگران ہے۔ اور انجام کار وہ وحیم خالق جو مخلوقات کو  
معافی بخشنے والا ہے کسی روح کو دشمن کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتا ہے  
بلکہ ایک دن وہ گنہگاروں کو بھی اور راستبازوں کو بھی پاک کر نیوالے  
کے ذریعہ سزا کی تلافی ہونے پر بجا لیتا ہے اور انکو مبارک مارگ پر  
چلا تا ہے جو ابدی ہے (ایس۔ بی۔ ۱۔ جلد ۲۴۔ صفحہ ۱۳۸-۱۳۹)۔

اور بنجا جائیے اور کس کے ساتھ امید ہے اور کون بھاری محتاطت کر سکتا ہے  
ایکے حصول کا طریقہ ذات پاک کے سمجھنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے کیونکہ  
..... صرف اس کی ہستی ہی کا جان لینا کافی نہیں ہے بلکہ اس کی

ماہیت اور مرضی کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔

اب میں اس لکچر کے اختتام کے قبل پارسی مت کے عملی اصولوں کی اس مختصر تفسیر  
کو ختم کر دوں گا۔ یہ امر کہ اس کے اصولوں میں آدھون شامل ہے اس کی عام تعلیم سے جس کا  
تذکرہ میں اوپر کر چکا ہوں صاف ظاہر ہے۔ روح کے لافانی ہونیکا ثبوت بھی پارسیوں کے  
شاستروں میں پایا جاتا ہے۔

ادریستان دینک (باب ۱۷-۱۸) میں تحریر ہے: ”جسم کی روح اسو جہ سے کہ جسم میں  
دل کے لئے روحانی زندگی ہے انباشی ہے اور اسبطح سے قوت ارادی یا در آئی (مفلحند)  
ہی ہے جو اس کے اندر رہتی ہے۔ اسوقت میں ہی جبکہ اسکو جسم سے رہائی دیدی  
جاوے۔“

شایست لاشایست کے بموجب (دیکھو باب ۱۷-۱۸)۔

”اغلام کرنے والے کی روح شیطان نیگی اور دہرم سے ہر شٹ  
ہو جائیو اے کی روح چھپنے والا سانپ۔“

شیکندگو مایک و جا ر کے چوتھے باب میں روح کا آئندہ انجام اسطور پر بیان  
کیا گیا ہے:

”اگر پیدایشات کا اظہار دنیا میں موت کے وقوع ہونیکی وجہ سے  
زیادہ تر ہوتا ہے تو یہی یہ دیکھا جاتا ہے کہ موت میں ہستی کا بالکل ہی  
ناش نہیں ہو جاتا ہے بلکہ وہ ایک ضرورت ہے ایک مقام سے دوسرے  
مقام پر یا ایک منصب (پست) سے دوسرے منصب پر

اسکو دانش کی اوس بڑی مجلس میں جہاں مذاہب کی کانفرنس پر اکیاز صد نشین ہے  
 جگہ نہ مل سکے۔ میرا یہ خیال ہوتا ہے کہ پاریس میں کی اعلیٰ تہذیبات ہی وہ بنیاد ہیں جنکے اوپر  
 اوسکے قرب و جوار کے بعض بعض دنیوں نے اپنے دیو آئے (مذہبی افسانوں کے سلسلے)  
 قائم کئے ہیں۔ دنیا کی پیدائش اور طوفان (پہلے) منجملہ دیگر مسائل کے مختلف مذاہب میں  
 تعجب خیز مشابہت رکھتے ہیں۔ او کی تشریح ہی اوس طریقہ پر کرنی چاہیے جو ہم پہلے بنا چکے ہیں  
 نہ کہ تاریخی مفہوم میں۔ شاید وہ دن بہت زیادہ دور نہیں ہے جب ان تمام مذہبی روایات کا  
 مطلب دریافت ہو جاویگا۔ اس اثنا میں ہمارا موجودہ علم ہکوپورے طور سے یہ یقین لاتا ہے  
 کہ اوسکا مفہوم ہرگز دنیا کی پیدائش سے جیسا کہ عام لوگ خیال کرتے ہیں نہیں ہے۔ اصلیت  
 یہ ہے کہ ان مذہبی روایات کے رموز اتنے گہرے اور نازک تھے کہ معمولی آدمی کی سمجھ کے  
 باہر تھے اور کم از کم بیہودوں نے تو انکے مطالعہ کو جب تک وہ غلطی سے سمجھنے کے لئے  
 پوری احتیاط کے ساتھ نہ پڑے جاوین قطعاً منع کر دیا تھا۔ مینا کی تعلیم ہے: ”پیدائش کی  
 روایت دو آدمی کی جماعت کو مطالعہ نہ کرنا چاہیئے اور فلسفہ کو تنہائی میں ہی نہیں پڑھنا  
 چاہیئے سوا اوس حالت کے کہ جب طالب علم ذہین ہے اور ٹھیک نتائج نکالنے کی قابلیت  
 رکھتا ہے“ (ای۔ آر۔ ای جلد ۴ صفحہ ۲۴۵)۔ ہندوؤں نے ہی خود ورون (رموز سے  
 بے بہرہ لوگوں) کو ویدوں کا پڑھنا منع کیا ہے۔ پاریس میں ہی یہ لکھا ہے۔  
 ”مقدس ذات کا سمجھنا پوری طاقت و سمجھ سرگرم تیز اور مستعد دانش  
 کے ذریعہ ہی ممکن ہے“ (ٹیکنڈ گمانیک و جارج باب ۵۔ آیت ۵۰ ویک)

بی۔ ای جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)۔

مقدس ذات کے سمجھنے کے بارہ میں پیرا اوس کتاب میں ایسا لکھا ہے (باب ۱۰)

آیات ۳۴-۳۳)۔

”ہر گھر دو آدمی کے لئے اتنا جاتا ضروری ہے کہ ہمیں کس سے پہچاننا



دہات میں جلا دیتا ہے اور جہنم کی بدبو اور غلاظت اوس دہات میں  
 جل جاتی ہیں اور جہنم بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ اہورامزدہ اوس  
 منڈل کو جس میں سے بدی کا شیطان بہاگ گیا ہے اوس دہات میں  
 ڈال دیتا ہے۔ وہ جہنم کی زمین کو دنیا کی افزونی کے لئے پہرہ پہنا  
 لاتا ہے۔ دنیا کی نو ترقیبی اوسکی مرضی سے پہرہ شروع ہو جاتی ہے اور  
 دنیا ہمیشہ کے لئے لافانی اور دوامی ہو جاتی ہے۔ . . . . یہ دنیا  
 برف اور نشیون سے بری ہوتی ہے۔ اور وہ پہاڑ جسکی چوٹی پر چنور  
 نامی پل قائم ہے وہ بھی نیچے دب جاتا ہے اور اوسکا وجود  
 نہیں رہتا۔

یہ خوبصورت تشبیہی بیان اون واقعات کا ہے جو شہر آتما کے تجربہ میں آئے  
 جب جب ایک کسٹناری جیو موکش کو پاتا ہے تب تب یہ ٹانگ ہر مرتبہ ہوتا ہے۔  
 اوسوقت سب قسم کے میلان خاطر اور خاصیتیں اور خیالات اور عادات جڑ سے  
 اکھاڑ کر دیر آگ کی گہر پل میں ڈال دیئے جاتے ہیں جہاں وہ تمام لوازم جو آتما نہیں  
 سب کا سب تب کی آگ سے غارت ہو جاتا ہے۔ وہ روزن جس سے بدی کا شیطان  
اہورامزدہ کی مخلوق پر دوڑتا ہے اب ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتا ہے اور اوپر  
 آگ نکشا (خواہش سے بریت) کا گنبد قائم کر دیا جاتا ہے جو پر ماتا پن یعنی ہمہ دانی  
 قدرت کلہی پریم آئندہ پورنشا اور آمرن کی علامت اور گارنٹی ہے۔ جو دھین بنوں  
 حاصل کرتی ہیں وہ واقعی نہ تو شادی کرتی ہیں اور نہ اونکی شادی کرائی جاتی ہے۔  
 وہ کپڑے نہیں پہنتی ہیں اور نہ کھانا کھاتی ہیں اور نہ اونکا سایہ پڑتا ہے۔

ہماری تفتیش ہا رسی مت کے بارہ میں اب ختم ہو گئی ہے اور وہ ہکو اس کہنے کی مجاز  
 پھیلاتی ہے کہ اس مذہب کی اصلی تعلیم میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جسکی وجہ سے

کی شدت سے ایک ہمدان پر ماتا کے طور پر جو اپنی ذات میں مہجور اور کامل ہے  
حاصل ہو جاوے گی۔

دنیا کی نو ترتیبی کا آخری سلسلہ بندیش میں ذیل کے طریقہ پر بیان کیا گیا ہے۔

(دیکھو نیسوان باب :-)

”بعد بواگ اور بالہ شت ویر و کی دہاتون کو پہاڑ یون اور پہاڑ وین  
نکلانگے اور وہ شل ایک دریا کے اس دنیا میں رہیگا۔ تب سب آدمی  
اوس پہلی ہوئی دہات میں گزر کر پاک ہونگے..... ہوشیاری  
مع اپنے مددگاروں کے مردوں آراستہ کرنے کا ایک جشن کرے گا  
اور اس جشن میں بد الویس نامی پل کو ذبح کریں گے۔ اوس پل کی چربی  
اور سفید ہوم سے وہ ہش تیار کرتے ہیں اور تمام انسانوں کو دیتے ہیں  
اور سب آدمی ہمیشہ کے لئے امر ہو جاتے ہیں..... پس وہ دنیا کی  
زندگی بسر کرتے ہیں لیکن اولاد پیدا نہیں ہوتی..... اسکے بعد  
اپورہ مزدہ بدی کے شیطان کو دہاتیا ہے وہ یومن اکومن کو  
آشا و ہشت اندر کو شت ویر و ساور کو سیند زرد ترومت کو  
جو نو نگہاز ہے ہور واد اور امیر سے داد تیرب اور نہرچ کو  
راست گوئی مدگنی کو سروش ابشیم کو۔ پیر و جنیت اہرم اور آرز  
آز اور ہجائے ہیں اپورہ مزدہ خود زوتا۔ سروش اور زہسی  
بن کر دنیا میں آتا ہے اور کشتی کو ہاتھ میں لیتا ہے۔ کشتی کے منتر سے  
شکست کہا کہ بدی کے شیطان اور آرز کی قوت زایل ہو جاتی ہے  
اور جس راستے سے شیطان آسمان میں آیا تھا اسی راستہ سے  
وہ تار یکی اور ظلمات میں جاگرتا ہے۔ گوچر سانپ اوس گلی ہوئی

بڑی مانگی جائیگی۔ جل سے خون پود ہوں سے بال اور انگی سے زندگی  
چونکہ ابتدائی خلقت میں یہ اونکے سپرد کئے گئے تھے (بندہ پیشاب  
۲۰- آیت ۶)۔

اشیاء مذکورہ روح کے چند اوصاف ہیں جو مادہ کے اختلاط سے ذایل  
ہو جاتے ہیں اور جگا کرتے ہیں (قدرتی فعل یا اظہار) ناپاکی کی حالت میں  
بند رہتا ہے۔

یم کے بارہ کی روایت اس مسئلہ کو پورے طور پر واضح کرتی ہے وہ روایت  
یہ ہے: دنیا میں ایک بڑی آفت آئی تھی اور امزدہ نے بہشت کے  
بادشاہ یم کو ایک احاطہ بنانے کی ہدایت کی جس میں موسیٰ بوجہ لانے والے چوہا  
کا رآمد جانور مرد اور عورتیں سب سے عمدہ اور بہت ہی خوبصورت اقسام آریہ  
چڑیوں جلتی ہوئی آگ کے ڈھیر دن اور تمام اقسام کے پھول جن میں ہر قسم کے  
جوڑے ہوں اور جو بدی کے جوہر کی علامت سے پاک ہوں آسکیں۔ یہ بارہ  
اب زمین کے نیچے چھاپا ہوا ہے لیکن ہوشیئر کے ہر آٹھ سال کے دور میں پھر نمودار  
ہوگا جب اس میں سے انسان اور حیوانات برآمد ہوں گے اور پھر دنیا کی  
ترتیب از سر نو کر نیگی اور خوشحالی اور بہبودی کا زمانہ ہوگا۔

(Teaching of Loraster صفحہ ۲۰۴ ای۔ آر۔ ای جلد  
۱- صفحہ ۲۰۴)۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ روح کی اعلیٰ ترین صفات اب مادہ کی غلاظت  
کے نیچے دبئی پڑی ہیں اور اپنا طبعی فعل نہیں کر سکتی ہیں لیکن جب اس استباہ سے  
دینے والا پیدا ہوگا جو اپنی روح سے ناپاکیوں کو دور کرے گا تو وہ سب اعلیٰ  
صفات جو اس وقت بیکار رہی پڑی ہیں نمایاں ہو جائیں گی اور خالص جوہر نور (روح)

بالکل غارت کر دوں اور جو کچھ اس طور پر ہے وہ دنیا میں آخری ذی روح تک ہے حتیٰ کہ وہ (دونوں جوہر) لہجۃ انسانوں میں بھی حلول کرتے ہیں اور بدوں کے بالکل بد ہونے کی وجہ سے اذکار کا ناش پورے طور پر جانا ہوا ہے۔ اور اسی طور پر اس شخص کا کامل دبیاں (تصور) جو راستباز ہے اور بار مزدکی ہمیشگی کی امید ہے۔ (ایس بی۔ ای جلد ۵ صفحہ ۱۲۸)۔

زردشت اسلئے دنیا کا نجات دینے والا نہیں ہے بلکہ اسی قسم کی خلیائی صورت پر جیسے مختلف مذاہب کے سیح مثلاً کرشن۔ یسوع۔ تہذو وغیرہ۔

قیامت میں چیزوں کے از سر نو ترتیب پانے سے صرف جوہر روح کی پاکیزگی کو مراد ہے جسکو شاعرانہ خیال میں دنیا کی نو ترتیبی باندھا ہے کیونکہ جوہر روح کو اوسمین سے مادہ کے سب ذروں کو نیکی اور بدی کے ترک سے علیحدہ کر کے پاک کرنا ہے۔

پر مانتا ہے نیکی اور بدی دونوں سے اوپر ہے اور اپنی ہی ذات کے خالص تصور کا نام ہے لیکن نیکی آد اگون کی ادنیٰ ہی باعث ہوتی ہے جتنی بدی۔ دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ نیکی سے پیدا ہونے والی قید کم ناگوار اور زیادہ تر خوشگوار ہوتی ہے اور بدی سے پیدا ہونے والی بہت تکلیف دہ اور ناقابل برداشت۔

قیامت کی آخری نو ترتیبی کے متعلق یہ صاف طور سے کہا گیا ہے کہ وہ کسی بالکل ہی نئی چیز کی خلقت نہیں ہوگی کہ جسکا کوئی وجود پہلے نہ تھا یعنی اون اوصاف کی طرح نہ ہوگی جو روح اور مادہ کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں جو نہ تو خالص روح اور نہ خالص مادہ ہی میں پائے جاتے ہیں بلکہ جنکی پیدا ائش کہنا چاہیے کہ معجزہ کے طور پر نیستی سے ہوتی ہے۔ اسلئے یہ کہا گیا ہے:-

”دیکھو جبکہ وہ پیدا کر دیا گیا جسکا وجود نہ تھا تو اسکا جو پہلے تھا از سر نو پیدا ہونا کیوننا ممکن ہے۔ کیونکہ اسوقت پر تو ہم کی روح سے

عالموں کے لئے یہ بطور ایک اشارہ کے ہے (حوالہ سابق آیت ۱۱)۔ تیسویں  
 یا سنا میں اس مسئلہ کے بارہ میں یہ زیادہ صاف طور سے دکھلایا گیا ہے کہ ایسا تعلق  
 فرداً فرداً انسانوں سے ہے۔ دیکھو دوسری آیت جو حسب ذیل ہے:-

”تب تم اپنے کانون سے سنو اور عمدہ من کی نگاہ سے چکھنا چکھو  
 کو دیکھو۔ یہ مذہب کے بارہ میں سراسر انسان کے لئے فرداً فرداً تجویز  
 کرنا ہے۔ ہمارے حاصل کرنے کی بڑی کوشش کے پہلے تم سب  
 ہماری تعلیم کو سمجھو!“

پہر تیسری آیت میں ہدایت کی ہے کہ انسان اپنے اختیار کو بدی کرنا  
 کے طور پر عمل میں لاوین:-

”اسطور پر ابتدائی جوہر قدیم سے مشہور ہیں جو جوڑے کے طور پر  
 اپنے مختلف میلاؤں کے ساتھ ایک دوسرے سے مخلوط ہیں۔  
 اور تاہم ہر ایک ادنیٰ سے اپنی ذات میں آزاد ہے۔ ان  
 دونوں میں سے خیال تقریر اور فعل کے لحاظ سے ایک عمدہ  
 اور ایک ناقص ہے۔ ان میں سمجھ کر کام کرنے والے کو نور سے  
 انتخاب کرنا چاہیے نہ کہ بدی کرنے والے کے طور پر“

بالآخر نہاد سمیرم بن یہ کہا ہے (باب ۵- آیت ۴):-

”شاستر میں اسطور پر لکھا ہے پس یہ دونوں جوہر (روح) بھی پہلی  
 خلقت میں ایک دوسرے سے مل گئے یعنی دونوں کا یو مرد کے  
 جسم میں طول کر گئے۔ جو کچھ زندگی میں ہے یو را مزدہ کے  
 اس مطلب سے ہے کہ میں اسکو زندہ لاہوں۔ جو کچھ موت میں  
 ہے وہ بدی کے شیطان کے اس مطلب سے ہے کہ میں اسکو

معزلی و شمال معزلی ملکوں میں گذشتہ زمانہ میں مروج تھے ۔

میں امید کرتا ہوں کہ پارسى لوگ اب اطمینان سے خاموش نہیں رہیں گے جب تک کہ وہ اس کل معمرہ کو حل نہ کر لیں جو قدر تائادون کے لئے بمقابلہ ایک بالکل اجنبی شخص کے جو اون کے دستور و دواج اور بالخصوص اون کی زبان اور روایات سے ناواقف ہے زیادہ آسان ہوگا۔ میں نے سمیت تفتیش کو بتانے کے لئے یہاں پر کافی کہا ہے اور میرے خیال میں پارسیوں کی ایک کار پرہ داز اور قابل سرگرم جہاں عبت لے لے یہ ایک ہوٹل ہے ہی عرصہ میں اپنے ہر دم کے پاک واد پنے مندر کو از سر نو ساخت کرنے میں کوئی وقت نہ ہوگی۔ مگر ادون کو اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیو کہ اون کی مقدس کتابوں کے بموجب الہام ”بے مثل اور مژدہ کی نیکی اور ہمہ دانی“ ہے (جندیس باب ۱- آیت ۲) اور ادوسکا تعلق ”دونون جو ہرون کے اخلاط کی تشریح“ سے ہے (حوالہ سابق آیت ۲) اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ شاستر کا تشبیہی مضمون صرف سائنس مذہب کے اصولوں کو جسکی پیشمار صورتیں بطور فرشتوں انسانوں وغیرہ کے باندھی گئی ہیں مد نظر رکھ کر سمجھیں آسکتا ہے۔ اسلئے ٹھیک ٹھیک علم (یا سائنس) ہی رموز مذاہب کے انکشاف اور خفیہ روایات کے زنگ آلودہ تالون کو کھولنے کے لئے اصلی کنجی ہے۔

خلقت کی ترتیب کے اختتام پر غور کرتے ہوئے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ خود قیامت کا ٹھیک وہ ہی علمی مفہوم ہے جو نجات یا نردان کا ہے کیونکہ یہ کہا گیا ہے (یا سنا ۱۹- ۹) :-  
 ”اور ادون دونون جو ہرون میں سے زیادہ فیاض (بہور اور مژدہ) نے مجھ [زردشت] کو پاکیزگی کی کل خلقت بتلا دی جو اب موجود ہے اور جو جو دین آکر ہی ہے اور جو آئندہ وجود میں آدگی ایسی زندگی کے چرتر اور حصول مدعا کے لحاظ سے جو اور مژدہ کی بگیتی میں غرق ہو“

”خلاصہ یہ ہے کہ سچلہ تمام چرند و ن پرند اور مچھلیوں کے ہر ایک کسی نہ کسی مفر مخلوق کا مخالف پیدا کیا گیا ہے..... مرغ شیطانون اور جادو گردن کا مخالف پیدا کیا گیا ہے جسکا مددگار کتا بنایا گیا ہے جیسا کہ شاسترین لکھا ہے کہ دنیا کی مخلوقات میں سے وہ شیا طین کتا غارت کرنے میں سر و ش کی مدد کرتے ہیں وہ مرغ اور کتا ہیں..... کتا ایسے خبیث کا غارت کرنے والا ہے جیسے انسانوں اور جانوروں میں طبع [آیات ۲-۳۳ و ۳۴]..... کتے بیڑیوں کی قوم کے دشمن اور بیڑیوں کی حفاظت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں [آیت ۱۷]..... ابورا مشدہ نے کوئی چیز بیکار نہیں بنائی کیونکہ سب چیزیں کار آمد بنائی گئی ہیں۔ جب بنی کی اصلیت نہیں سمجھتا ہے تو اسکو چاہیے کہ دستور [پرہیز] سے دریافت کرے کیونکہ اسکی پانچ چیزیں اس ترکیب سے بنائی گئی ہیں کہ وہ برابر خبیثوں کو غارت کرنا شروع کرے۔ (آیت ۳۶)۔

میں نہیں خیال کرتا ہوں کہ آج کل کے زمانہ میں کوئی دستور ایسا ہے جو ادھار مزد کی خلعت کا مفہوم سمجھتا ہو معلوم ہوتا ہے کہ اون سب نے لفظی تعبیر کا زہر خوب بیا ہے۔ ادھار مزد فیشن ایل علی خالق پرستی کے (دیکھو ایس اسے کپاڑا کی ٹینٹنگ اور ف

زور مسٹر *Teaching of Masters* ص ۱۱) اپنی مقدس کتابوں کے ہر صفحہ و سطر میں اور کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ ہندویش کے پڑھنے کے بعد مجھے کوئی شبہہ اس امر میں باقی نہیں رہا ہے کہ وہ یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے عجیب و غریب افسانوں کی کنجی ہے۔ اور یہ بات غیر اغلب نہیں ہے کہ اور دیگر بہت سے مذہبی افسانہ بھی اویکے سانچہ پر بنائے گئے ہوں جو انیروں کے

اور جو مادہ آتش کہہ میں کرتے ہیں جب کہ وہ ٹپک بھی نہیں ہوتی ہے  
توہ شیطین تک نہیں پہنچتی مگر وہ پوجا جو دوسرے مقامات پر کی جاتی ہے  
جب کہ اسے لوگ ٹپک طور پر نہیں کرتے جیثون تک پہنچتی ہے کیونکہ  
پوجا میں کوئی درمیانی حالت نہیں ہے۔ یا تو وہ فرشتوں تک یا شیطین  
تک پہنچتی ہے۔ (شائستہ لاشائستہ باب ۹-۵)۔

فرشتے ہمارے افعال سے پیدا نہیں ہوتے کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے روح کی بڑی  
مخلوقات کے مخالفین کے طور پر موجود ہیں۔ پس روح کی شیطانی حرکات کے تاش کرنے  
ہی سے ان کا ظہور ہوتا ہے لیکن وہ اس طور سے پیدا نہیں ہوتے ہیں۔ اسوجہ سے وہ  
دھرم گیان (ادہار مزد) کی مخلوق تصور کئے جاتے ہیں جسکے مدی جلال سے  
وہ پیدا ہوتے ہیں۔ انکے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ انسان کو برکتیں اور نعمتیں دیتے ہیں  
کیونکہ یہودی ایسی نیک صفات کا صلہ ہے جیسے پاک خیالات۔ روحانی پاکیزگی  
وغیرہ۔ فرشتے روشنی کی اقلیم میں دھرم گیان کے جلال میں رہتے ہیں جنکی حفاظت  
کے لئے سمجھ کی تفصیل قائم ہے (زاد سیرم باب ۵-۱) جسکو مرقی بوع اور اثر وہ زنبایا ہے۔  
خلقت کے دیگر اقسام میں ہر چیز کسی نہ کسی صفت کو ظاہر کرتی ہے جو مذہب یا اس کے  
مخالف ہے دینی سے تعلق رکھتی ہو۔ موت روحانیت کے معدوم ہونے کو کہتے ہیں یہرشتا  
بد اعتقادی کی غلامت کو اور گائے روحانی راستبازی کو۔ ایرانی لوگوں سے مراد  
یہور، مزدہ کے پاک معتقدوں سے ہے۔ ارمیتی اعلیٰ راستبازی ہے اور گایون کی  
روح زادہ دن کی آتما ہے جو مسیح (نجات دہندہ) کی آمد کے لئے رو رہی ہے۔ خلقت  
کے تمام دیگر محکمہ میں بھی اسی قسم کے رد پک پائے جاتے ہیں۔ اس امر کا بیان بہت  
صاف طور سے بندیش کے ادنیسویں باب میں کیا گیا ہے جس میں سے میں حسب ذیل  
قابل غور خلاصہ پیش کروں گا:-





اسلئے اہورا مرزدہ اور اہرمن کے بارہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ ”انکے درمیان خالی خلا رہتی یعنی جسکو ہوا کہتے ہیں جس میں اب انکا ارتباط ہے“ (ہند ایش باب ۱ - آیت ۴ وایس - بی - ای جلد ۵ صفحہ ۴) -

مخالفین روشنی کے فرشتے اور تاریکی کی اولاد یعنی شیاطین ہیں - اول الذکر کا بادشاہ اہورا مرزدہ ہے جو ہمہ دان ہے لیکن شیاطین کا افسرانہ ماور جاہل ہے (ہند ایش باب ۱ - آیت ۱۹) اور اپنی آئندہ پیش آنیوالی تباہی کو نہیں دیکھ سکتا ہے - (دیکر د - وای - آر - ای جلد ۱ صفحہ ۲۳) - چنانچہ اہورا مرزدہ بدی کے شیطان سے کہتا ہے: ”اے برائی روح تو ہمہ دان اور قادر مطلق نہیں ہے اسلئے تو جھگو غارت نہیں کر سکتی ہے اور میرے مخلوق کو میری طرف آنے سے نہیں روک سکتی ہے“ (ہند ایش باب ۱ - آیت ۱۶) - اہرمن کی آخری شکست انسان کے ہاتھ ہے (ای - آر - ای جلد ۱ صفحہ ۲۳) -

دہرم گیان (اہورا مرزدہ) اسلئے اپنے اند ہے اور جاہل دشمن سے جہلت حاصل کر لیتا ہے جس میں ”دڑنے والے پڑے رہیں“ (ہند ایش باب ۱ - آیت ۱۸) کیونکہ اسوجہ سے کہ بدی کی پوری شکست حق پرست آدمی کے پیدا ہونے تک ناممکن ہے اسلئے اہورا مرزدہ جو غیر ممکن نہیں کر سکتا ہے اپنے بڑے مخالف پر فتویٰ نہیں ہو سکتا ہے - یہ زمانہ لڑنے والوں کے بہرے رہنے کا ہے جس میں روح مادیات بناتا ت - حیوانات اور نیچے درجہ کی انسانی فون میں آواگون کرتی رہتی ہے - مقرب فرشتے حسب ذیل ہیں:-

(۱) دھو مناہ = پاک خیال -

(۲) آشا و ہشت = کامل راستبازی -

(۳) شتر دیہ یا = مطلوبہ بادشاہت -

اہور امژدہ اسہرمن کو بدی سے جو ادسکی دائمی خصلت سے روک سکتا ہے  
 تو ادسکا مطلب یہ ہوگا کہ خبیث کو دیوتا اور دیوتا کو خبیث بنانا ممکن  
 ہے اور تار یک کو روشن اور روشن کو تار یک بنانا بھی ممکن ہے  
 وہ کیا خوب کہا ہے۔ بیشک قدرت گلی مین ناممکن کو وجود میں لانا مثال نہیں ہو  
 چنانچہ اینکرا مینو ذیل کے قابل غور الفاظ میں اپنے انباشتی ہو نیکی شیخی مارتا ہے:-  
 ”تمام دیوتا بھی ل کر بچے نہ مار سکے برخلاف میری ذات کے اور صرف  
زردشت کی رسائی جہہ تک ہو سکتی ہے برخلاف میری ذات کے  
 وہ مجھے آہونادیریا سے جو پتھر جیسا مضبوط اور مکان جیسا بڑا  
 آلہ بستے مارتا ہے۔ وہ مجھے آشاؤہشت سے جلاتا ہے  
 گویا وہ گہلا ہوا پیل ہے۔ وہ ثابت کر دیتا ہے کہ میرے لئے اس  
 دنیا کو چھوڑ دینا اچھا ہوگا۔ وہ سپتیم زردشت صرف ایک ہی  
 شخص ہے جس سے مین ڈرتا ہوں“ (ایس۔ بی۔ ای۔ جلد ۲۳  
 صفحات ۲۴، ۲۵ و ۲۶) -

اہونادیریا پارسیوں کی دعا ہے اور آشاؤہشت اونکا ایک پاک منتر ہے۔  
 پس مطلب یہ ہے کہ جس دشمن کو تمام دیوتا غارت نہیں کر سکتے ہیں ادسکو ایک بزرگ  
 سادہو جس نے اپنے تئیں دسہرم اور دیراگ مین کامل بنالیا ہے جیت سکتا ہے۔  
 ان دونوں مخالف قوتوں کا ملنا انکے درمیانی علاقہ مین ہوتا ہے جو ایک  
 قسم کا لاوڈش مقام ہے جس مین بالآخر انکی آخری جنگ پہی ہوتی ہے۔ اسکی  
 وجہ یہ ہے کہ نہ تو روح کی اصلی ماہیت (دسہرم گیان کی اقلیم) اور نہ مادہ کی  
 اصلی ماہیت (اسہرمن یعنی بیدہرمی کے علاقہ مین ایک دوسرے کا دخل کسی طور ہی  
 ممکن ہے حتیٰ کہ جو چیز ادنکے لئے سے مؤثر ہو سکتی ہے وہ محض اوصاف کا اظہار ہے



..... روح کی حماقت کی ضرورت سے روح کی ناپاکی  
 و مگر ابھی ثابت ہیں۔ اور روح کی ناپاکی اور گمراہی سے انسان کے  
 خیالات الفاظ اور افعال کے گندہ اور ہر شے کرنے والے کا  
 وجود ثابت ہوتا ہے۔ پس سب باتوں پر لحاظ کرنے سے یہ ظاہر ہے  
 کہ روح کا کوئی گمراہ کرنے والا ہے۔“

مصنف موصوف بلا غلطی کئے ہوئے اتنا اور کہہ سکتا تھا کہ ۱۰ ایک جو ہر  
 ہستی کے گندہ کرنے کے لئے گندہ کرنے والا ہی ضرور کوئی جو ہر ہونا چاہیے۔  
 اس ناپاکی کا نتیجہ دینا کے میونگ خرد (ایس۔ بی۔ اری جلد ۲ صفحہ ۳۲) میں  
 اس طرح درج ہے:-

”اور اس میں شیطان نے اکشون اور خیشون کو اور باقی  
 شیطین کو اپنے ناجائز دخول (اختلاط) سے پیدا کیا۔“  
 یہ شیطین خواہش نفسانی لالچ۔ غصہ و روح کی دیگر قسم کی بری صفات و  
 جذبات ہیں جو ادسین مادہ کے اختلاط سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ تو دراصل  
 جینیون کے آئرو اور بندھ کے اصول ہیں جنکا ذکر ہم مذہبی سائنس کے سلسلہ  
 میں کر چکے ہیں۔ یہ امر زاد سپیرم (باب ۲-۹) سے بھی ظاہر ہوتا ہے:-

”..... کل روے زمین پر سانپ بچھو اور بہت اقسام کے  
 ایڈارسان حشرات العرض تھے اور اس واسطے دیگر اقسام کے  
 جو پائے رنگینے والے کیڑوں میں کہڑے تھے۔ زمین کسی جگہ پر  
 ان مخلوقات سے خالی نہ تھی یہاں تک کہ سوئی کی نوک کے  
 پیرا پر بھی جگہ نہیں بچی تھی جس میں یہ کیڑے نہ بہر گئے ہوں۔“

زاد سپیرم کے جو تھے باب کی دسویں آیت میں اس میں کے بارہ میں یہ

”اس سے انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ سخت اقتباسی ہے اور ٹھیک اُس حد تک کہ جہاں تک اس میں رنگ اور افسانہ نہیں پائے جاتے ہیں اسکی گہیر تا ظاہر ہے“

مگر اصلیت یہ ہے کہ وہ خیالی اقتباس اور افسانہ سازی دونوں کے پہلو لئے ہوئے ہے۔ اسکا کوئی جزو تاریخی طور سے پڑھنے کے لئے نہیں لکھا گیا نہ وہ جزو تھا جس میں صدیوں مدتوں سلطنتوں اور برسوں کا ذکر ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ہم آج ہر ایک اکیڑ کے راز کو جسے زندگی کے اس مقدس نالک میں حصہ لیا ہے نہ سمجھ پائیں۔ مگر تسبیہی ہمارا علم اسقدر کم نہیں ہے کہ ہم اسکی پلاٹ کا اطمینان اور یقین کے ساتھ خاکہ نہ کھینچ سکیں۔

اہور امزده سے مراد حیات کے اُس پہلو سے ہے جسے دہرم کہتے ہیں یعنی دہرم مارگ سے۔ لفظ اہور اسسکرت انتر کے برابر ہے جسکے معنی ایشور یا پرہوکے ہیں اور امزده کی مطابقت میدھس سے ہے جس کا مفہوم سنسکرت میں سائنس کا ہے اس لئے اہور امزده آہی دہرم گیان یعنی حیات جاودانی کے سائنس کا روپک (رूपक) ہے۔ اور مزد جو پہلوی ادہرمزد کی جسکو عام طور سے اہورہ امزده کہتے ہیں فارسی شکل سے کبھی نہ ختم ہونے والی دوامی روشنی میں رہتا ہے کیونکہ دہرم کا اصلی وجود نور خالص میں ہی ممکن ہے جو کبھی نہ ختم ہونے والی دائمی روشنی ہے۔

دشمن بدی یعنی تاریکی ہے جو اسقدر گہری ہے کہ تم اُسے ہاتھ سے پکڑ سکتے ہو (ای۔ آر۔ ای جلد ۹ صفحہ ۵۶)۔ یہ پوری علامت مادہ کی ہے جس میں بدی کا وہ اس سہتان (قیام) ہے۔

اور اوج کے بہر شٹ کرنے والے کی مہتی ٹکنڈ گومانیک و جارج کے مصنف نے حسب ذیل دلیل سے ثابت کی ہے:-

اشا (Asha) ارتا (رتا) کے مطابق  
 نہیں ہے بلکہ ارمیتی راستبازی دُعا، برابر ہے ارمیتی راستبازی  
 دانش کے۔ کشتِ ورتون کی بادشاہت ہے جیسے کشتہرا اور یامرثوہ  
 کی اقلیم ہے۔ سوروتات یعنی دُیانت داری ہوروتات کے برابر  
 ہے جبکہ پوترمن (دو ہومناہ) کا خیال گودیدمین اس کا ذکر نہیں آیا ہے  
 (تاہم وہ) قدیم ہندوستانوں کی اخلاقی لغت میں معلوم ہوتا ہے  
 پایا جاتا تھا کیونکہ وید کے پوجاریوں میں ہوا ایک ہونس یعنی پاک من  
 والا کہلاتا تھا۔

رات سے ورتون کے تعلق کی مطابقت یہی پارسی مذہب میں پائی جاتی ہے۔  
 ”جب اہورامزہ جنے ادراح کا بنایا ہوا جامہ جو ستاروں سے  
 مزین ہے پہن لیا ہے پتھرا اور رشنو اور پاک آرمیتی کے ہمراہ  
 جس کا نہ شروع ہے اور نہ انجام ہے وہاں ہے“ (یشت ۱۲-۳-  
 ای-آر-ای جلد ۹ صفحہ ۵۶۸)۔

عالم کے آؤر سیر (Aur Sair) کے طور پر ورتون کی تشبیہ  
 چاند سے دی جا سکتی ہے جو رات کا بادشاہ ہے۔ اسیر یاد ہے بی لونا کے دیو آون  
 میں چندرادیو تاکہا جاتا ہے بڑے اونچے درجہ کا دیوتا تھا (ای-آر-ای جلد ۹  
 صفحہ ۵۶۹)۔ زردشت کے مذہب میں بھی چاند کو بڑے مقرب فرشتوں کے  
 رہنے کا مقام بتایا ہے۔ وہ بار بار تو یعنی مُرشد یا مربی دِاشا (انصاف)  
 کہا گیا ہے (ای-آر-ای جلد ۹ صفحہ ۵۶۸ بحوالہ یشت ۷-۳)۔

دنیا کی ابتدا کے متعلق بھی ایرانی خیال کا خفیہ پہلو ہر مقام پر نمایاں ہے۔ ایل  
 ایچ بلز صاحب کے بموجب (دیکھو ایس۔ بی۔ ای جلد ۳ صفحہ ۲۶)۔

جبکہ ایک ایسے قانون کی کہی غلطی نہ کرنے والی محنت جو مختلف اشیاء کے درجہ کے ذریعہ سے نافذ ہوتا ہے واقعی انصاف کا ایسا نمونہ ہے جس تک پہنچنے کی کوشش میں انسانی سچ کہی کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔ لیکن بہتر کی ہمہ دانی خالص روح کی ہمہ دانی ہے اور ورژون کی اس شاعرانہ ہمہ دانی سے بالکل مختلف ہے۔

پارسیوں میں بہتر نے اہورامزده کی برابری کا درجہ حاصل کیا جو کہتا ہے:-  
 ”جب میں نے بہتر کو وسیع چر اگا ہوں کا خداوند بنایا تب اچھے بہتر  
 میں نے اکلچر یعنی اہورامزده کے مانند قربانی اور حمد کا معبود بنایا“

(لیٹ ۱۰-۱)۔

بہتر اکلچر مہا کی ہی کہتے ہیں جبکہ یہ مطلب ہے کہ وہ مسیح کے طور پر مانا جاتا تھا۔ بہتر عام طور سے تصویروں میں تل کو قتل کرتے ہوئے پایا جاتا ہے جو قربانی کے سلسلہ میں مویشی پن یعنی جہالت (یا خواہشات نفسانی) کی علامت ہے۔ ہنظوہ پارسیوں کے خیال کی مزید مطابقت دکھانے کے لئے میں ذیل کے قابل غور مضمون کا حوالہ دیتا ہوں  
 (دیکھو ای-آر-ای جلد ۹ صفحہ ۵۶۸)۔

جو جیسے اہورامزده کے ارد گرد اخلاقی خداوندوں کا دربار لگتا ہے

اسی طور پر ہندوستان کا دانشمند آشر بھی مذہبی اصولوں کے روپکوں  
 یعنی روشنی کے دیوتاؤں میں اول ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہندوستان میں

ان اصولوں میں ہم ہر ایک یعنی خوش قسمتی۔ انش (Amoy)

یعنی جہتہ۔ دکش یعنی قابلیت وغیرہ کو پاتے ہیں۔ اگر وہ وہی  
 نہیں ہیں جو پارسیوں کے فرشتے ہیں تو یہ محض اتفاق کی بات ہے۔  
 کیونکہ ایران کے مختلف مذہبی عقائد کے روپکوں سے مطابقت کہنود کے  
 روپک ویدوں کے رموز میں بھی پائے جاتے ہیں۔ صرف یہ تاہی



اور تارے جو رات کو آسمان میں نظر آتے ہیں وہ زمین میں چھپ جاتے ہیں  
 ہوا میں اڑنے والی چڑیاں اور کبھی نہ سونے والے دریا اور سکی  
 طاقت اور غضب کو نہیں جان سکتے ہیں۔ لیکن وہ آسمان میں پھنک  
 اڑان کو بہت دور دراز سفر کرنا چاہتا ہے اور اس کے رُوح کو اور سمندر میں  
 جہازوں کے راستوں کو جانتا ہے اور تمام پوشیدہ باتوں کو  
 جو آج تک ہوئی ہیں یا آئندہ ہوں گی دیکھتا ہے۔ وہ انسانوں کو  
 جھوٹ اور سچ کا شاہد ہے۔

”اوسکے جاسوس آسمان سے اتر کر تمام دنیا میں چاروں طرف  
 گھومتے ہیں۔“

”اونکی ہزاروں آنکھیں دور سے دور مقاموں تک زمین  
 میں دیکھتی ہیں۔“

”جو کچھ بہشت میں اور زمین پر اور جو آسمان کے باہر ہے۔“

”وہ سب دروڑن بادشاہ کے سامنے صاف صاف موجود ہے۔“

”ہر ایک کی روح کی آنکھوں کی پوشیدہ جنبشوں کو وہ گنتا ہے۔“

”وہ اس دنیا کے ڈھانچے کو اسطور پر سامع ہوئے ہے جیسے کوئی پاسہ

پھینکنے والا پاسہ پھینکے۔“

”وہ گرہ دار ہینڈ ہے۔ اے خدا۔ جو تو بینکیتا ہے۔“

”ادن میں سب جھوٹوں کو پہنچ جانے دے لیکن سب کو نکلانے پر۔“

(Hindu Mythology)

دروڑن کی ہمہ دانی بلاشبک شاعرانہ خیال میں نیچر (قدرت) کی ہمہ دانی ہے جسکی

خلاف ورزی نہیں ہو سکتی نہ جسکو دھوکہ دیا جاسکتا ہے اور نہ جسکے ساتھ دغا ممکن ہے

ہونا پالا جاتا ہے جبکہ اس مرزا اش فی الحقیقت اسریا کے لوگوں کی زبان میں ایران کی  
خدا ہو را (خسکرت زبان کا انتر) مزدہ کا نام ہے (دیکھو ای۔ آر۔ ای جلد ۸  
صفحہ ۷۵۳)۔ پلوٹرک ہکو بتاتا ہے کہ تیز کی پرستش دومین سبیلی کے جری ڈاکون  
نے جو مسئلہ قبل مسیح میں گرفتار ہوئے تھے پوینچائی تھی (حوالہ سابق صفحہ ۷۵۵)۔  
شہر اسے کیا مراد ہے۔ ۹ ایک بارہ مین کوئی شبہ نہیں ہے کہ مہرا اور اسکادوت  
ورژون روشنی کے دیوتا مانے جاتے ہیں جو کا مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں گیان یا  
دہرم کے کسی پہلو کے روپک ہیں۔ میترون کا دیوتا ہے اور ورژون رات کا دن اور  
رات غالباً روح کی اصلی اور ناپاکی کی حالتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اسطور پر میترون (جسکے  
لفظی معنی دوست کے ہیں) اپنی دانش یا الہام یا سمجھ کو جو انسان کی بڑی کلا آمد دست  
سے ظاہر کرتا ہے اور ورژون زندگی کے کسی خاص فعل کو جو آؤگوں کی حالت میں  
پایا جاوے۔ چنانچہ ورژون جانداروں کی قسمت کا منصف مصنف ہے جو خود بخود  
قانون قدرت کے تابع بنتی رہتی ہے۔ ورژون کا ہندو دیوتاؤں کے کارناموں  
میں اسطور پر ذکر آیا ہے:-

”اوسکی نگاہ تیز کہی جاتی ہے کیونکہ وہ انسانوں کے دلوں کی  
بات کو جانتا ہے۔ وہ دیوتاؤں اور انسانوں کا راجہ ہے۔ وہ  
بلوان اور خوفناک ہے۔ اور کوئی اسکے حکم کو مال نہیں سکتا ہے۔  
وہ عالم کا حکمران شہنشاہ ہے۔ وہ ہی سورج کو آسمان میں  
طلوع کراتا ہے۔ وہ ہوائیں جو چلتی ہیں محض اسکے سانس ہیں۔  
اسنے دریاؤں کے راستے بہوے ہیں جو اسکے حکم سے بہتے ہیں۔  
اور اسنے سمندر کے عمق کو بنایا ہے۔ اسکے احکام مقررہ ہیں۔  
اور کوئی رد نہیں کر سکتا ہے۔ اور کئے نفاذ سے چاند روشنی میں چلتا ہے۔“

اسین ہندوستانی (Hindustani) کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو ایک زمانہ میں ایشیا کے تمام مغربی حصہ میں ہندوستان کی سرحد سے لیکر روم (Rome) تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ کم از کم اصلیت میں تو خود ہی تھا خواہ نام میں کین کہیں نہ بھی ہو۔ یہ عام طور سے قیاس کیا گیا ہے کہ ہندو دیون کے متر کا معکوس ہوا اُن کبتوں کے بموجب جو ایچ و نکرا صاحب کو بمقام بوغاز کیوی مشاعرہ میں منیاب ہوئے تھے اور بالخصوص اُسکے بموجب جس میں شاہ شہی کو یو ما اور مٹی اواندہ وہن شرت شاہ مٹی کے صلئے کا ذکر ہے متر۔ درون اندر اور سرو و اشونی کمارون کی پرستش مٹی کے ضلع میں چودھویں صدی قبل مسیح کے دور دراز زمانہ میں ہوتی تھی۔ یہ امر اس بات کی زبردست شہادت ہے کہ اوس قدیم زمانہ میں ہندوستانی آریہ لوگ ایشیا کو چمک تک حکمران تھے۔ مین مولٹن صاحب کی اس رائے سے اتفاق کرنے پر راعنہ ہوں کہ اس امر سے غالباً مجزایکے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا ہے کہ آریہ لوگ بادشاہ تھے مگر رعیت وہیں کے اصلی باشندے تھے جس پر آریہوں نے فتح پائی تھی۔ اس سے یہ بھی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ کچھ آریہ لوگ تاریخی زمانہ سے پیشتر مغرب کی طرف چلے گئے تھے جیسا کہ بعض عالمان کا خیال ہے۔

ایران کے پادشہ بلاشک ہندوستانی آریہوں کی ایک شاخ معلوم ہوتے ہیں جو کہ بہت قدیم زمانہ میں فارس میں جا کر بسے تھے اور ہندوستانی آریہوں کے خیالات و عوامات اپنے ساتھ لے گئے تھے جیسا کہ بالوگنگا پرشاد صاحب نے جنگلی رائے اس معاملہ میں یورپین محققین کی رائے سے متفق معلوم پڑتی ہے اپنی کتاب *Mountain-head of Religion* میں پورے طور سے ثابت کر دیا ہے۔ آریہ کے بادشاہ اسرینی پال (۶۲۶-۶۰۸ قبل مسیح) کے کتب خانہ کی ایک تختی ملی ہے جسکی تحریر سے مترا اور غسک ایک

پہلو ہے۔ چوبار کے بموجب ترتیبکرون کے کہے ہوئے اصولوں پر ایمان لانا سچا  
اعتقاد ہے۔ تین گائیکان جیسا جن شاستریں بتایا گیا ہے سچا علم ہے۔ اور اول اصولوں پر  
عمل کرنا جو جن مت میں گہرست اور سادہ ہو کے لئے بنائے گئے ہیں سچا چارتر یا عمل ہے۔  
لیکن چونکہ روح خود دراصل پر ماتا ہے اسلئے وہ خود ہی سچے اعتقاد سچے گیان اور  
سچے چارتر کی محترم مورتی ہے۔ در سیر سنگرہ کی تفسیر میں جسکا اہی والہ دیا گیا ہے۔  
سٹر ایس۔ سی۔ گوئشال صاحب لکھتے ہیں:-

”پورن (سچا) اعتقاد سچا علم اور سچا چارتر معمولی طور سے موکش  
کے باعث ہیں حالانکہ دراصل ان تینوں گنوں سے متصف اتما ہی  
خود نجات کا کارن ہے“ (دیکھو ایس۔ بی۔ جے جلد اصفہ ۱۱۰)۔  
یہی وجہ ہے کہ اپنی ماہیت کو جاننے والا اتما اپنے بارہ میں یہ کہنے کا مجاز ہے کہ  
”مین دہ حق اور زندگی ہوں“

وہ سلسلہ ہی جس میں ان تینوں صفات کا ذکر آیا ہے بڑا با معنی ہے کیونکہ یہ اس ہی  
سلسلہ میں ہمیشہ جن شاستروں میں باقی باقی ہیں۔ یہ سلسلہ سڑجے۔ ایل۔ جینی  
صاحب کے توارتہ سوتر کے ترجمہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے جو ایس۔ بی۔ جے  
کی دوسری جلد ہے۔

”ان میں سے سچا اعتقاد بنیاد ہے چیر باقی دونوں امور قائم ہیں  
سچے علم کے پہلے اسکا حاصل ہونا ضروری ہے۔ وہ علت ہے اور سچا  
علم معلول ہے۔ سچے گیان میں سچا اعتقاد ہمیشہ شامل ہے۔ اسی طرح پر  
سچا چارتر سچے گیان سے ہوتا ہے جو اسکے پیشتر ہوتا ہے اور سچے  
چارتر میں سچا گیان اور سچا اعتقاد شامل ہیں۔ اسوجہ سے ہم سوتر میں  
پہلے سچا اعتقاد پر سچا گیان اور سچے آخر میں سچا چارتر دیا ہوا پاتے ہیں“

جیسا کہ اب ہم کو معلوم ہو چکا ہے۔

بیان برہم انجیل مقدس کی اوس ایٹ کے ہیک ہیک مضمون کو دریافت کر کے  
لئے رکینگے جسکا مضمون "میں راہ حق اہد زندگی ہوں" (یوحنا کی انجیل باب  
۱۳- آیت ۶) ہے۔

یہ فی الحقیقت دوسرے الفاظ میں اظہارِ مینے واقعی لفظی ترجمہ ہے اعتقاد  
سچے علم اور سچے چارتر (عمل) کے رتن ترے (سہ جو اہرات) کا ہے جو ملک زمین  
کے ہو جب ملتی (نجات) کا ملاگہ ہیں۔

۱۵ = سچا مناسب یا صحیح اعتقاد۔

حق = سچا مناسب یا صحیح علم۔

زندگی = سچا مناسب یا صحیح چارتر (عمل)

سب سے پہلا ہی سوتر جینیون کے مقدس شاستر کا جسکو توار تہہ سوتر کہتے  
ہیں ہکو سکھاتا ہے کہ

**धर्म्या रश्मिस्तनचामित्राणि मोक्ष माणिः॥**

اس کا مطلب یہ ہے کہ سچا اعتقاد سچا گمان اور سچا عمل (چارتر) تینوں ملکر ملتی کارگر  
ہیں۔ اور در یہ سنگرہ کے تائیسوین شلوک میں یہ بتایا گیا ہے (دیکھو ایس۔ بی  
جے۔ جلد ۱ صفحہ ۱۱۰)۔

"کیونکہ قاعدہ کے مطابق دانشمند آدمی نجات کے دونوں کارنون

(اسباب) کو وہاں سے حاصل کر لیتا ہے اسلئے احتیاط کے ساتھ

وہاں کر دے۔

ملتی کے دونوں محوہ کارن نیچے اور پو بار کہلاتے ہیں۔ اولکھ اقیاز اس امر پر مبنی ہے  
کہ کس پہلو سے ان پر غور کیا جاوے۔ پوناہار ظاہر اور دیشی ہے مگر نیچے واقعی یا اصل

انہار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور کلام ”(انسان میں) پر ماترین“ ہے۔ چینی زبان کا لفظ جو بیان استعمال ہوا ہے وہی (ماترین) ہے جو مترجم کی عبادت تشریح (زیرین صفحہ ۳۱۷) کے بموجب انسانی روح کے لئے خدا کے معنی میں نہایت ہی عجیب استعمال اس لفظ کا ہے۔ وہ شخص جو قلع اور نقصان کو ایک نظر سے نہیں دیکھتا وہ بڑا آدمی نہیں ہے۔ (حوالہ سابق صفحہ ۲۲۹)۔ حصول مقصد کا مفہوم کیا ہے اسکی بابت ایسا کہا گیا ہے (حوالہ سابق صفحات ۲۷۲، ۲۷۳ و ۲۷۴)۔

”حصول مقصد سے مراد پورن آئند سے ہے۔۔۔۔۔۔ آج کل حصول تدما سے مراد گاڑیوں اور تاج کی دستیابی سے ہے لیکن گاڑیوں اور تاج کا اثر جسم پر پڑتا ہے۔ اونکا کوئی تعلق ہماری ذات سے جیسی وہ قدرتا ہے نہیں ہے۔ جب یہ چیزیں حاصل ہو جاتی ہیں تو وہ توڑے عرصہ کے لئے ہوتی ہیں۔ چند روزہ ہونگی ورنہ سے اونکا آنا نہیں رگ سکتا ہے اور نہ اونکا جاننا روکا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔۔ ان میں سے ایک حالت ہماری خوشی کا دوسرا ہی باعث ہو سکتی ہے جیسا دوسری کیونکہ خوشی سے مراد محض پریشانی سے آزاد ہونا ہے اب اگر ایک چند روزہ چیز کے دور ہو جانے سے ہمارا سکھ جاتا ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سکھ جو اس سے ہکولتا تھا وہ ایک ناقص چیز تھی۔ اسلئے یہ کہا گیا ہے کہ وہ لوگ جو دنیاوی اشیاء کے پیچھے اپنے تئیں بہول جاتے ہیں اور مادی چیزوں کے دہان میں اپنے اصلی سروپ کو گنوا دیتے ہیں اونکی بابت کہنا پڑتا ہے کہ وہ ایسے انسان ہیں جو ہر کام کو اٹا کرتے ہیں“

یہ سب سچے علمی (Scientific) مذہب کی تعلیم کے بالکل مطابق ہے

عقلی کارگزار ہی باقی نہ رہے۔ ہونٹوں کو کیسے خاموش رکھیں تاکہ صرف قدرتی سانس ہی اندر جاکے اور باہر آسکے۔ اگر تم من کی فضیلت کے حصول میں مصروف ہو جاؤ تو راست اور باطل محسوس ہو جاؤ۔ اگر زبان اپنے قدرتی قانون کے تابع ہو جاوے تو اوس کو نفع اور نقصان یکساں محسوس ہوگا۔

(موسمہ صفا صفحہ ۴۱)۔

اسی ذریعہ سے ہم کو یہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ”جسم سے رہائی پانے کے لئے صرف ایک ہی راہ ہے جو من سے جذبات کا نکال ڈالنا“ (حوالہ سابق صفحہ ۴۲)۔  
من مبارک تاثیروں کی نشست گاہ ہے۔

”اوس روزن کو دیکھو۔ اوسکے ذریعہ سے خالی کمرہ میں روشنی آتی ہے۔ مبارک تاثیریں (من میں جسکی بیان پر تشبیہ دی گئی ہے) اسطو پر رہتی ہیں جیسے کوئی اپنی خاص آرام گاہ میں رہے“ (ایس۔ بی۔ ای جلد ۲۹ صفحہ ۲۱۰)۔

اصلی انسان یعنی تادو کہ مرشد یادوچ کی مانند انسان کی تعریف ”بطور پہاڑی خلوت نشین کے ہے جسکی جسمانی ہیئت بدل گئی ہے اور جو آسمان پر چڑھ جاتا ہے“ (حوالہ سابق صفحہ ۲۳)۔ ”دانا آدمی“ فتح اعظم ہے“ (حوالہ سابق صفحہ ۳۸۵)۔  
”وہ انسان جنہیں اعلیٰ درجہ کی صفات پائی جاتی ہیں روشنی پر پرواز کر کے اوپر چڑھ جاتے ہیں اور جسم کی قیدیں غارت ہو جاتی ہیں“ (حوالہ سابق صفحہ ۳۲۴)۔  
انسانی روح یہ کہا جاتا ہے (حوالہ سابق صفحہ ۳۶۷) کل چیزوں کی صورت تبدیل کر دیتی ہے اور اونکی پرورش کرتی ہے۔ کسی مخصوص صورت سے اوسکا

تو وہ خدا کو بوجہ جانتا ہے“ (دیکھو گائیڈ صاحب کی  
*Science of Attraction of Attraction* (صفحہ ۲۲)  
 شاؤ نیگ (شہنشاہ) خدا کے مسکن کے بارہ میں کہتا ہے کہ  
 ”آسمان خاموش ہیں۔ کوئی آواز نہیں آتی ہے تب خدا کہاں  
 لیگا۔؟ دور دراز آسمانوں میں اسکو تلاش نہ کرو۔ وہ خود انسان  
 کے دل میں موجود ہے“ (حوالہ سابق صفحہ ۵۸)۔

آخری انجام یہی خدا ہے (حوالہ سابق صفحہ ۵۰)۔  
 ہر شخص جو بیرونی اشیاء پر زیادہ زور دیتا ہے (یعنی اونے محبت رکھتا ہے) وہ  
 اطمینان کو برقرار رکھتا ہے (یعنی *meaning of a Chinese* صفحہ ۱۰۰)  
 پورنٹا (اپنی فضیلت) میں مبتلی ہے

”..... فیاضی اور اپنے پڑوسی کے ساتھ مناسب برتاؤ کرنے سے  
 وہ نادر کے حاصل کرنے میں پائی جاتی ہے۔ سماعت کا کمال دوسروں کو  
 سننے سے نہیں ہوتا بلکہ اپنے کو سننے سے..... بصارت کا  
 کمال دوسروں کو دیکھنے سے نہیں ہوتا بلکہ خود اپنے کو دیکھنے سے  
 کیونکہ وہ شخص جو اپنے کو نہیں دیکھتا بلکہ غیروں کو دیکھتا ہے اپنے  
 کو نہیں پکڑتا ہے بلکہ اوروں کو اور اسطور پر وہ اس چیز کو پکڑتا ہے  
 جو اوروں کو پکڑنی چاہیے نہ کہ اس چیز کو جسکو اسے خود پکڑنا چاہیے  
 اپنی ذات میں قائم ہوئیگی بجائے وہ فی الواقع کوئی دیگر شخص ہو جاتا ہے  
 (حوالہ سابق صفحہ ۹۷)۔

علم کے کمال سے نیکی و بدی نابود ہو جاتی ہیں۔ ایک چینی عارف کا قول ہے:-  
 ”سوال یہ ہے کہ من کو شانتی کی حالت میں کیسے لاوین ہمیں بچا دیا



۱۹۱۱-۱۹۱۲ء میں جس کی عمر میں فانی جسم کے پندرہ دن سے آزاد ہو کر حیاتِ حامدانی کے آئندہ میں داخل ہوا۔

میرے خیال میں یہ زیادہ تر ایک پوشیدہ تعلیم ہے بہ نسبت کسی واقعہ یا واقعات کے لفظی بیان کے۔ اور اس تعلیم کی علامتی ماہیت کا ایک زبردست اشارہ دوس جزو میں پایا جاتا ہے جس میں جسم کے پندرہ دن سے رہائی پائی کا ذکر ہے جو درحقیقت زندان کی علامت ہے اور جسمانی ہستی کو کیمیائی مرکبات یا جوہر سے ہمیشہ قائم رکھنے کے خلاف ہے۔

دوست کی مخفی کتاب تاو تہ چنگ (Taoteh Ching) میں لکھا ہے کہ

”جتنا ہی زیادہ دور کوئی شخص اپنی ذات سے باہر جاتا ہے اتنا ہی کم وہ اپنے کو جانتا ہے“ (ایس۔ بی۔ ای جلد ۲۲ صفحہ ۸۰) اور حسب ذیل عبارت اسی کتاب کی

”وہ شخص جسکی ذات میں تاو کے اوصاف بہ افراط ہیں مثلاً ایک بچہ کے ہوتا ہے۔ زہریلے کپڑے او سکودنک نہیں مارتے۔ فوخور جانور او سکونہیں پکڑتے۔ شکاری چڑیاں او سکونہیں کھاتیں“ (حوالہ سابق صفحہ ۹۹)۔

اسی لہجہ میں ہے جیسا کہ مرقس کی انجیل کے سولہویں باب کے آخر میں کہی ہوئی پیشینگوئی اور ہندو مت کی تعلیم (دیکھو یوگ و ششٹ)۔ پرماتما کو جاننے کے لئے اپنی آتما کا گیان ضروری بتایا گیا ہے۔

”انسان اپنی دماغی قوتوں کو پورے طور سے کام میں لانے سے اپنی ماہیت کو سمجھ جاتا ہے۔ اور جب وہ اپنی ماہیت کو سمجھ جاتا ہے

نے محض روح کے متواتر جنون میں یکے بعد دیگرے آگاہوں کر نیکے خیال کو جس سے وہ پہلے سے واقف تھا وسعت فیکر انسانوں پر عاید کیا۔ گناہوں سے پاک..... ہوتے ہوئے وہ شخص ہی جو ایک جہنم میں ریاضت کے کمال کو نہیں پہنچ سکتا تھا متواتر جنون میں خوبی کو حاصل کرتے ہوئے دیوتاؤں اور ملکوت جیوں کی ابدیت کو پاسکتا تھا۔

میں خیال کرتا ہوں کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک جہنم میں ہمیشگی زندگی کو آگاہوں کے اسباب کے ناش ہونیکے پہلے موت کے وقوع میں آجائیکی وجہ سے حاصل کرنے سے قاصر رہا ہو تو اسکی محنت کا ثمر ضائع نہیں ہوگا بلکہ دوسرے جہنم میں اُسکے ساتھ رہیگا حتیٰ کے مستعدی کے ساتھ برابر کوشش کرنے سے چند ہی جہنم میں نیردان حاصل ہو سکتا ہے۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس چوٹے سے مسئلہ نے محققین حال کو پریشانی میں ڈال دیا ہے کیونکہ اب تک ادن کو بچے بردہانت کے علمی اصولوں سے واقفیت نہیں ہوئی ہے۔ جو کچھ اوہوں نے اب تک پڑھا ہے وہ اصلی مذہب کا علمی فلسفہ نہیں ہے بلکہ خفیہ رموز یا قصے کہانیوں والے مذاہب کے بلا سلسلہ عقاید ہیں جو مذہب کے نام سے مروج ہیں۔

چینگ تاو لنگ کا آکاش میں غائب ہو جانا اسطور پر ایس۔ بی۔ ای جلد ۳۹ کے دیباچہ صفحہ ۴۲ میں بیان کیا گیا ہے:-

”ہماری پہلی صدی میں لیا ننگ (چینگ تاو لنگ) کی اولاد میں سے ایک شخص چینگ تاو لنگ گذرا ہے جسے ریاست کی ملازمت کو پسند نہ کر کے علم کیمیا کے حصول میں اپنے من کو لگایا یہ آخر کار اب حیات یادوامی زندگی کی گودی کے بنانے میں کامیاب

دنیاوی جذبات سے آزادی حاصل کرنی ہے تاؤ تک پہنچ سکتا ہے۔ دوسری سیڑھی عقل کی روشنی ہے جب اودا سیتا عادت میں داخل ہو جاتی ہے۔ تیسرے وحدانیت کا حصول ہے جبکہ ”بغیر گہر سے باہر نکلنے کے عارف کل دنیا کا حال معلوم کر لیتا ہے“ مگر اسکا طریقہ عمل بہت طویل اور سخت ہے۔ مہندی (شاگرد) کو اولاً کسی استاد کے قدموں میں راز حقیقت کو حاصل کرنا چاہیے۔ بعد ازاں اودسکو اپنے کو شانتی کے اصول میں قائم کرنا چاہیے۔ اور اپنا کل فالتو وقت اپنی ہی آتما کے جاننے میں صرف کرنا چاہیے۔ بہر اودسکو مادی اشیاء اور دنیاوی تعلقات کے لئے اپنے دل میں پوری حقارت پیدا کرنی چاہیے۔ تب ہی وہ تاؤ یعنی ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہونے کا مستحق ہوگا۔

مذکورہ بالا احوال جو ای۔ آر۔ ای کے چینی تصوف کے مضمون سے لیا گیا ہے دراصل سچے مذہب کی تعلیم کا خلاصہ ہے اور اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ قدیم زمانہ میں اودکے اصول کس قدر دور دراز فاصلہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ ایک فرانسیسی کتاب موسومہ بہ *Histoire des Religions* کی تیسری جلد میں جس کا حوالہ میچنی کاف (*Metchni Koff*) صاحب نے اپنی نیچر اوٹ میں (*The Nature of man*) نامی کتاب میں دیا ہے لکھا ہے کہ

”تاؤ مت کے خاص خاص دعوت میں سے ایک دعوے موت کے دفعیہ کے متعلق تھا۔۔۔۔۔۔ اور تاؤ مت کے بعض مرشد جیسے چینگ تاؤ لینگ ایک پہاڑ کی اونچی چوٹی سے آسمان پر چڑھ کر غائب ہو گئے اور بہشت میں زندہ جاوید داخل ہوئے۔ اس مفقود کو حاصل کرنے کے لئے لاؤ شیو (سلفہ ۱۱۵)“

موجود ہے اور سب چیزوں پر اپنا رنگ جماتی ہے اور اُن میں مطابقت پیدا کرتی ہے۔ اور اسکا چپ چاپ کام کر پورے طور سے اثر پذیر ہونے والا طرز عمل انسانی افعال کے لئے ایک نمونہ یا مثال ہے جسکا ہر بات میں دخل دینے والے بڑپن اور کہلبلی پیدا کرنے والی خود آراء سے جو عام طور سے انسانوں میں پائی جاتی ہیں امتیاز کرنا چاہیے۔ تاؤ فی الحقیقت انسان کا قدرتی ورثہ ہے لیکن بہت حالات میں وہ دراشت دوسری قسم کی دلبستگیوں کے لئے طبیعت سے بہلا دی گئی ہے۔ تاؤ کے حصول میں ضرور ہلکو کوشاں ہونا چاہیے مگر ہم اوس امن اور کامل قناعت کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جو دنیا دار کو کبھی نصیب نہیں ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ تاؤ ہی وہ منزل بھی ہے جسکی طرف سب چیزیں رجوع ہوتی ہیں۔ منزل مقصود پر پہنچنے کے ذریعہ عام طور سے ہر شخص کو حاصل ہیں کیونکہ اسکے لئے صرف خودی کو پورے طور سے چھوڑنا ہوتا ہے۔ شیخی کے لہجہ میں اپنا اعلان کرنے والی عالمانہ دانش سے بچنا۔ دل سے پورے طور سے خود غرضی کو علیحدہ کر دینا اور تاؤ کی آمد کے لئے امن اور احساس کے سب راستوں کو کھول دینا اوس آخری انجام پر پہنچنے یعنی تاؤ پر بادِ ثقت کرنے کے لئے ضروری سیڑھیاں ہیں۔ تدریسا (خواہش) عیش و عشرت۔ دولت اور لذت۔ اوس خمسہ تاؤ کے مرید کو اپنی زندگی میں سے نکال ڈالنے چاہیں۔ اوسکو صرف شانتی کے حصول کے لئے کوشاں رہنا چاہیے کسی اور چیز کے لئے نہیں۔ نیکی کی ترقی کے لئے ہی نہیں اور نہ اپنے مذہب کو پھیلانے کے لئے ہی تاؤ کا مقصد مصنوعی (ظاہری) نیکی کو بمقابلہ اوس اندرونی نیکی کے جو تاؤ کا قدرتی پرکاش ہے بہت بے وقعت جانتا ہے۔ پس ہر طور سے تاؤ کو حاصل کرنا چاہیے۔ بھول اوسی وقت کہل سکتے ہیں جبکہ جڑ موجود ہو۔ ذریعوں میں سب سے اقل ذریعہ یا سیڑھی دل کی صفائی ہے۔ صرف وہی شخص جس نے ہمیشہ کے لئے

جینی عارف نے جولاؤ ٹرے (صفحہ - صفحہ) کے نام سے شہور تھا  
 چھٹی صدی قبل مسیح کے قریب قائم کیا تھا۔ لاؤ ٹرے کے خیالات بہت  
 کچھ ہندوستانی خیالات سے ملتے جلتے ہیں اور اصل مطلب کے لحاظ سے  
 جین مت کی تعلیم کا ہی خلاصہ ہیں۔ لفظ تاؤ (Ma) کے معنی میں نے  
 انگریزی مترجموں کو بہت پریشان کیا ہے (دیکھو ایس۔ بی۔ ای جلد ۳۹ دیا  
 صفحات ۱۵-۱۲) حیات کے ہیں اور بوجہ ان مختلف صورتوں کے جن میں  
 حیات اپنا ظہور کرتی ہے اس نے انسانی خیال کو بہت جکڑ میں ڈال دیا ہے۔  
 بعض لوگ اس کے معنی راستہ یا مادہ کے لگاتے ہیں بعضوں کا یہ خیال ہے  
 کہ وہ قدرت کے لئے استعمال ہوا ہے۔ دوسروں کا یہ خیال ہے کہ وہ  
 سمجھ کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن اس کا اصلی مفہوم حیات سے ہے جسکی بہت سی  
 مختلف صورتیں ہیں اور جو خاص کر بطور راہ۔ حق و زندگی کے ہے (دیکھو  
 یوحنا کی انجیل۔ باب ۱۴-۱۲ آیت ۶)۔ چنانچہ لاؤ ٹرے اپنے تاؤ کی تعریف  
 بطور آخری اصلیت یا ہستی کے کرتا ہے جو آسمان سے پہلے کی اور اس سے  
 برتر ہے اور جو زمانہ کی ابتداء اور ظہور میں آئے ہوئے خدا کے ماقبل ہے۔  
 واقعی حیات ابدی ہے اور جو ہر حیات اپنے ہیں ایک کامل خدا کے طور پر  
 ظاہر کرنے کے قبل سے ہے (یعنی جو ہر حیات دوامی ہے گو کہ وہ پر ماتا ہیں  
 کے کمال کو ناپاکی سے پاک ہونے پر ہی حاصل کرتا ہے)۔ لفظی اقتباس (عام  
 صفت) کے طور پر اس میں شخصیت نہیں ہے اور نہ انسانی اوصاف ہی جن میں  
 عقل ہی شامل ہے اس صورت میں زمین پاؤ جاتے ہیں۔ اس کا فعل لازمی اور  
 کل کے پرزوں کے فعل کی مانند ہوتا ہے اور وہ امور تک ہے یعنی وہ حواس  
 کے ذریعہ نہیں محسوس ہو سکتی ہے۔ مٹی کا آخری عزم وہ کل کائنات میں

اس روایت کا مطلب اور نفیس (مصنف) کے سکول کے معلم اس طور پر بتایا کرتے تھے:-

”ہم سب میں ایک ایسی عنصر ہے جو بدی سے جنگی ہے (مصلحت) علامت ہیں بالکل مغلوب نہیں ہو گیا ہے۔ اپنے ساتھ لگی ہوئی ناپاکی کی وجہ سے انسان جہنم مرن کے چکر میں پڑتے ہیں جس سے صرف پاکیزگی اور رموز کی تعلیم سے بچ سکتے ہیں اور پرماتماؤں کی صحت میں بیٹھنے کے قابل بن سکتے ہیں“ (دیکھو ای - آر - ای جلد صفحہ ۸۰)۔

میں نہیں خیال کرتا ہوں کہ مجھے ایسی مزید تشریح میں ایک لفظ ہی اور لکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ اب آپ کو یہ بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ ان رموز میں مرکز جی اور ہینکا مسئلہ خود روح کے پرماتما پر محول ہے جسکو کہٹائیٹر (Khatam) یعنی کرمون اور آواگون میں پہنچانے اور پیسائے رکھنے والی قوتوں سے چھڑانا اور امر کرنا ہے اور جسکے کل اعضاء اور قوتوں (اصلی روحانی اوصاف) کو چہرہ قائم کرنا ہے۔ ایسی مطابقت ہندو پیمانوں کی ذیل کی عبارت سے پورے پر ہوتی ہے جو ہم اپنے پہلے لیکچر میں دے چکے ہیں۔

”تمام کوتاہیوں کو چھوڑ۔

اپنی پراچین (اصلی) صورت ایک مرتبہ پہرا اختیار کر۔  
مع اون تمام اعضاء اور اوصاف کے جو پہلے تیرے تھے۔  
ہر قسم کے (مادی) میل سے پاک ہو کر۔“

اب میں چین کے ملک کے اس پرانے مذہب کی تعلیم کو مختصر طور پر بیان کرونگا جو تاوازم (Taoism) کے نام سے مروج ہے۔ اسکو ازسرنو ایک

اور رازدان کے لئے حسب ذیل قابل غور الفاظ میں ہدایت تھی۔

”اپنے دل میں اس بات کو سب سے زیادہ خیال رکھو اور اسے

یاد رکھو کہ تمہاری بقیہ زندگی اس دنیا میں بچے نذر ہو چکی ہے

اور تم اپنی ہستی کے لئے میرے مفروض ہوئے (ای۔ آر۔ ای

جلد ۹ صفحہ ۸۲)۔

تعلیم کے لحاظ سے وہ ہی پورا نامعلوم ایک خدا کی موت اور اس کے بعد کو

جی ادٹھنے کا ان سب رموز میں پایا جاتا ہے۔ ان خفیہ عبادت خانوں میں سے

ایک کا دلچسپ حال ای۔ آر۔ ای میں حسب ذیل الفاظ میں دیا ہوا ہے۔

”ڈایونی سس (Persephone) کی جلالت.....

کی خاص صورت زبیری اس (Persephone) کے نام

سے تعلق رکھتی ہے جو ڈایونی سس..... کا بھی نام

تھا۔ وہ روایات جو زبیری اس زبیری اس وفات اور مر کر

جی ادٹھنے کے بارہ میں مشہور ہیں طبیعت میں خاص کر نفرت

پیدا کرنے والی قسم کی ہیں..... زبیری اس زبی اس

(Zeus) اور پرسیفونی (Persephone)

کے ناجائز تعلق کا نتیجہ تھا۔ بچپن ہی میں ٹائیٹن (Titan)

نے اُسکو کھانے وغیرہ دیکر سہلا لیا تھا۔ اور پردے کے اوپر ٹکڑے

ٹکڑے کر کے اُسکو کھائے تھے۔ صرف دل باقی رہ گیا تھا جسکو

آہینی (Athena) نے چپن کر زبی اس کو

دیکر یا جینے اُسکے قاتلوں کو اپنے بچے سے مار ڈالا اور اس دل سے

ایک اور زبیری اس پیدا کر دیا۔“

از سر نو حمل میں آیا ہے گویا اپنے قربان شدہ دشمن سیتھ (Seth) کی زندگی کو جذب کر کے کہاں میں از سر نو پیدا ہوا ہے۔

ان سب رسمیات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اوسائیرس پر زندہ ہوتا ہے۔ اسی وقت اوس کو نذرین گذرتی ہیں اور اوس کو زبور و غیرہ سے آراستہ کرتے ہیں اور اوس کو تلج پہنایا جاتا ہے۔ اوس کو کراماتی آواز بھی حاصل ہو جاتی ہے جس سے وہ کل خطروں سے اپنی حفاظت کر سکتا ہے اور ہر چیز کو جسکی اوس کو خواہش ہو فوراً پیدا کر سکتا ہے (دیکھو ای۔ آر۔ ای جلد ۹ صفحہ ۷۷)۔

ان رسوم کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی رسوم تھیں جنکا تعلق اوسائیرس کے باک کئے جانے سے تھا جو غالباً صرف چیدہ چیدہ ازدان اشخاص کو ہی معلوم تھیں۔ یہ رسوم اسوجہ سے کی جاتی تھیں کہ وہ اُن مردوں اور عورتوں کو جو اسی قسم کی تکالیف برداشت کرین تشریف دین اور استبازی کا راستہ دکھاوین ای۔ آر۔ ای میں مصری رموز کے مضمون کے مصنف فرماتے ہیں کہ ”مصری رموز“ مثلاً Leusinian اور Javac رموز کے ..... اُس مارگ (راستہ) کو ظاہر کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں جس پر چل کر انسان ایک نئی اور مبارک زندگی کو حاصل کر سکتا ہے۔ بلکہ جتنی واقفیت ان کے بارہ میں ہے وہ سب اوسائیرس کے تعلق میں ہے جو مصر کے دیو آلودین بالخصوص مرکز بھی اونٹنے والے دیوتا کے طور پر مشہور ہے۔

اب میں یونانی رموز کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جسکی کئی قسمیں تھیں اور جسکی بابت لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ ان سے آدمیوں کو عقبی کی مصیبتوں سے نجات ملتی ہے جبکہ اُن پر عمل نہ کرنے سے انسان درگئی کو پہنچتا ہے۔ یہ صاف طور سے بتایا گیا تھا کہ آخرت میں صرف انہیں لوگوں کو سکھ ملے گا جنکا ان رموز میں دخل ہو گا



مذون نقش کو زندہ کیا اور امر کر دیا۔ اس طور پر اوسائیرس نے اپنا ملک اپنے لڑکے تھورس کے حوالہ کر دیا جو مصر کے فرعون کا مورث اور مرنے والا ہو (دیکھو ای۔ آر۔ ای جلد ۹ صفحہ ۱۰۲)۔

اوسائیرس کے رموز کی ترتیب جو ایک پُرانی تحریر سے جسکی تاریخ سنہ قبل مسیح سے از سر نو قائم کی گئی ہے حسب ذیل ہے۔ (۱) آلیسیس (نفتیس) (*Nephthys*) اوسائیرس کی نفش کو تلاش کر کے دریائے نیل (Nile) پر ڈھونڈھ نکالتے ہیں اور وہاں پر تک روٹنا پڑتا ہے۔

(۲) دادیلاؤ سنکر دیوتا فوراً آتے ہیں۔ ہورس اور آنوبیس اور تھوتہ جادو کے آئے اور تازہ پانی سے ہرے ہوئے طشت لیکر آتے ہیں۔ اوسائیرس کے جسم سے پانی کی چار دھاروں اور دھونیوں کے ذریعہ سب دھبے دھو ڈالے جاتے ہیں۔

(۳) متبرک منترؤن کے اثر سے متعدد معجزے ہوتے ہیں۔ (الف) اوسائیرس کی نفش کے سب ٹکڑے جڑ جاتے ہیں (ب) تیلون اور لیپون کے استعمال سے اور آنوبیس کے لبسولہ کی مدد سے مونہہ آنکھ اور کان اوسائیرس کے جسم میں کہوئے جاتے ہیں۔ (ج) سب اعضاء متحرک کئے جاتے ہیں اور ہر عضو میں جان ڈالی جاتی ہے۔ (د) اوسائیرس کے جسم میں دوبارہ جان ڈالنے کے لئے اور طریقے استعمال کئے جاتے ہیں۔ وہ زمین میں دفن کیا جاتا ہے۔ (۴) حیوانی جنم کے بہانہ ہی اوسائیرس میں جان ڈالی جاتی ہے۔ وہ پوجا رسی جو آنوبیس کا پارٹ کرتا ہے ایک قربان شدہ جانور کی کھال اوڑھ کر اس طرح لپٹا ہے جیسے بچہ مان کے حمل میں۔ یہ اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ اوسائیرس

بخوبی معلوم ہیں لیکن میرے ہونٹ اون کا تعظیماً اظہار کر نیسے  
باز رہینگے۔

اور پلوٹرک (Plutarch) اتنا اور کہتا ہے کہ

مد آئیسس (معدی) نہیں چاہتی کہ خود اسکے مصائب اور  
غم آلودہ سفر نامے اور ادسائیسس کی دانش اور بہادری کے  
کارنامے بھول اور خاموشی میں ڈال دیے جاویں۔ اس لئے اُس نے  
پاک مقرر رموز قائم کئے ہیں جو ادسائیسس کے مصائب کی  
مانک کے سپرائے میں نقل کرتے ہیں تاکہ وہ اُن مرد وزن کے لئے  
جو ویسی ہی مصیبتوں میں گرفتار ہیں ایک مذہبی تعلیم اور تشفی دہ  
امید کے طور پر کارآمد ہوں۔

دیکھو پلوٹرک کی آئیسس و ادسائیسس - ۲۷ -

ایک مصری روایت کے بموجب ادسائیسس کو اسکے بہائی سینتہ (Senn) نے  
جس کے نام کا مفہوم تند طوفان ہے قتل کر ڈالا تھا اور اسکی نعش تابوت میں  
بند کر کے دریائے نیل میں بہا دی گئی تھی۔ وہ وہاں سے بہہ کر ایک ایسے مقام پر پہنچی  
کہ جہاں آئیسس نے اوس کا پتہ لگایا۔ اور وہاں سے اسکو وہ مصر لگئی۔ جہاں پر  
سینتہ کو وہ نعش مل گئی جس نے اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریائے نیل میں ڈالیے  
آئیسس نے اس نعش کی پہر تلاش شروع کی اور جہاں جہاں اسکو کوئی ٹکڑہ اس کا  
طاوان وہاں اُس نے ایک قبر بنادی۔ اس کے بعد ہورس (Horus) نے  
ابن ادسائیسس اور اسکے دوست تہوتہم (Thothem) اور انویس  
(Anubis) ادسائیسس کا بدلہ لینے کے واسطے آئیسس کے مددگار  
ہوئے۔ انہوں نے دیوتاؤں کے دربار میں اسکو بے گناہ ثابت کیا اور اسکی



## چھٹا لکچر

### چند قدیم اور معدوم مذاہب

آج میرا ارادہ بعض قدیم مذاہب کے تذکرہ کرنے کا ہے۔ جیسا کہ حال میں پورے طور سے واضح ہو گیا ہے بے بی لونا (Babylonia) کے قدیم باشندے اپنے خدا تیز (Ammon) کے متعلق ایک قسم کی خفیہ رسم ادا کیا کرتے تھے۔ تیز اینی (Anini) کی مدد سے جو اسکی روتی ہوئی مان تھی اور جو انجام کار اسکی زوجیت میں آئی مرکز جی ادٹھا تھا۔ یہودیوں کی دیوی استار (Ishtar) کی روایت یہی جو جو ان تیز کی تلاش میں عالم ارواح (Madda) میں پہنچی تھی اسی قسم کی ایک کہتا ہے۔ اسطور پر مصریوں کی اوسائیرس (Sais) کی پرستش بھی ہے جسکو متعلق بعض مخصوص رسوم جو ”رموز“ کہلاتی تھیں ہر سال پوشیدہ طور سے ادا کیجاتی تھیں۔ حسب ذیل احوال اس قدیم مذہب کا ای۔ آر۔ ای جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ میں دیا ہوا ملتا ہے۔

”اسکی روایت کی تفصیل سے ہمیں سرود کار نہیں ہے مگر مختصر طور سے مصریوں کے مذہب کی تعلیم یہ تھی کہ اوسائیرس جو ایک مہربان خدا و بادشاہ تھا اپنے بدخواہ متضاد سیٹ (Set) کی نکلر امی کے باعث مارے جانے کے بعد پیرز نہ کیا گیا اور سیٹ کے الزاموں کے خلاف دیوتاؤں کے سامنے زبردستی قرار دیا گیا اور مرتیو لوک میں خدا اور منصف بنایا گیا۔ پنجم خاندان کے

آخری حوالہ اس امر کو صاف طور سے ثابت کرتا ہے کہ نجات پانچ  
 لئے ٹھیک اعمال کی ضرورت ہے۔ اب میں آج یہیں پر رک جاؤں گا  
 اور کل اور سمیت میں دیوی دیوتاؤں والے مذاہب کی تفتیش  
 جاری رکھوں گا۔

---

- (۷) کیا غفلت ہے کہ ہکواند ہا کر دیا ہو کہ موت کا خیال دل سے نکال دیا ہے۔  
 (۸) جب تک نفس روح کا مطیع نہیں ہو جاتا، دل مجروح کا علاج کیسے ممکن ہے۔  
 (۹) فقیری کا مقام عالی مقام ہے، مین اور میرے کا گذر اسمیں نہیں ہے۔  
 (۱۰) اُس منزل میں کشف و کرامات ہوتے ہیں، لیکن وہاں سے گذر جانا چاہیے۔  
 (۱۱) اگر دنیا و عقبیٰ فقیر کے سامنے آجادیں، تو بڑی نظر نہیں ڈالنی چاہیے۔  
 (۱۲) اگر تو توحید میں خانی ہو جاو، تو حقیقت میں ابدی زندگی پاد ہے۔  
 قرآن شریف کی ذیل کی آیات میں ترقی کر نیلے ذرا یوں مین علم پر  
 اصرار پایا جاتا ہے۔ ۱۵۱ الہ رسیل (عکدہ ۸) صاحب کے الکر نیری ترجمہ  
 کے صفحہ ۱۰ کا ہے۔

- (۱) ”برداشت کو عمل میں لا اور عادلانہ ہدایت کر اور جاہل سے  
 دور ہٹ جائے“ (صفحہ ۱۲۵)۔  
 (۲) ”..... کہ وہ اپنے تئیں مذہب میں اسکو سمجھ کر تعلیم  
 دے سکیں“ (صفحہ ۱۴۹)۔  
 (۳) ”کتنے آدمی ان باتوں پر اپنے من میں بچار کرتے ہیں“  
 (صفحہ ۳۵۳)۔

(۴) ”یہ ایک انسان کے لئے زیبا نہیں ہے کہ خدا اسکو ایک  
 الہامی کتاب دے اور دانش دے اور پیشین گوئی کرنے کی  
 قابلیت عطا کرے۔ اور وہ آدمیوں سے کہے کہ تم خدا کے  
 علاوہ میری پرستش کرو۔ لیکن اسکو یہ کہنا چاہیے کہ تمکو علم اور  
 عمل میں کامل سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ تم شاستروں کے جاننے  
 والے ہو اور تمکو ان پر چلنا چاہیے“ (صفحہ ۴۱)۔

مین شمش بزمیہ اور فرید الدین عطار کی تصانیف میں سے ذیل کے چند اشعار اپنے  
اس بیان کی تائید میں پیش کرتا ہوں۔

- |                                   |                              |
|-----------------------------------|------------------------------|
| (۱) زد دنیا ترک گیر از پیر دین تو | تو کل برخدا گن بالقین تو     |
| (۲) قلم اندر بصورت خویش و زدن     | حصار نفس را از تیغ بر کن     |
| (۳) واکس خنہ را چون دزد بر بند    | جو بستن و زدن با کس بخند     |
| (۴) چو باید بختت زین دار دنیا     | چرا بندی تو دل در کار دنیا   |
| (۵) بغفلتہائے دنیا خلق مغرور      | بگردہ یاد مرگ از دل بپرد     |
| (۶) علایقہائے دنیا قطع گردان      | حزین دل باش دروے چون غریبان  |
| (۷) نہ ہے غفلت کہ بار آور کرد است | کہ یاد مرگ از دل دور کرد است |
| (۸) تا نہ گزد و نفس تابع روح را   | کے دو ایابی دلیا بحدوح را    |
| (۹) مقام فقر بس کا مقام است       | منی و مادر آنجا بس حرام است  |
| (۱۰) در ان منزل بود کشف و کرامات  | وے باید گزشتن زان مقامات     |
| (۱۱) اگر دنیا و عقبی پیش آید      | نظر کردن در ان ہرگز نشاید    |
| (۱۲) اگر گردی تو در توحید فانی    | بہی یا بی بقائے زندگانی      |
- ان کا اردو میں ترجمہ اس طور پر ہے۔

- (۱) تو دین کے واسطے دنیا کو چھوڑ دے + تو خدا پر یقینا بہرہ ور ہے۔
- (۲) خودی کی صورت میں تو قلم مارے + تو نفس کے حصار کو بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دے۔
- (۳) اندر یون کو تو چور کی طرح سے قید کرے + جب چور پکڑ لیا تو توہن سے خوشی منا۔
- (۴) جب تجھے اس دنیا سے جانا ہے + تو ہر اپنے دلوں دنیا کے کاروبار میں کیوں لگتا ہے۔
- (۵) دنیا کے نشون میں خلقت مغرور ہے + بہون نے موت کا خیال سے بہلا دیا ہے۔
- (۶) دنیا کے تعلقات کو قطع کر دے + تو اوسمیں مسافر و نکلی طرح سے اودا میں چیت سے رہے۔

اور آواگون کے مسئلہ کے مطابق ہی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ کیونکہ عربی لفظ نجات جو اس  
مضمون میں آیا ہے بے معنی ہو گا سوائے اس صورت کے کہ جب وہ کسی قید یا بندش سے  
رہائی پانیکا اظہار کرے۔ اور اسکی صحیح تعبیر اسی طرح کی ہوگی جیسے انجیل مقدس کے اس  
مشہور اور معروف مضمون کی جو یوحنا کی انجیل کے آٹھویں باب کی ہتیسویں آیت میں  
ویل کے الفاظ میں درج ہے۔

”اور تم حقیقت کو جان لو گے اور حقیقت کا علم ٹکوا آزاد کر لیا“  
یہ سب اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ قرآن شریف اور انجیل مقدس  
دونوں میں آواگون کا اصول خفیہ طور سے سکھایا گیا ہے۔

اب ہم اون ذرائع پر غور کریں گے جو اسلام میں نجات پانیکے لئے قرار دیئے  
گئے ہیں۔ انہیں

(۱) قربانی۔

(۲) دعا۔

(۳) روزہ۔

(۴) حج۔ اور

(۵) عام اصول راست بازی۔

شامل ہیں۔ ہم انہیں سے پہلے دو کا تذکرہ کسی بعد کے لکچر میں کریں گے مگر حج (جائزہ)  
ہر مذہب میں بتائی گئی ہے کیونکہ وہ اعتقاد بڑھانیکا ایک زبردست ذریعہ ہے  
اور روزہ اور عام اصول راست بازی کے بارہ میں اس مقام پر کوئی غور  
تذکرہ کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ ان سب کی نشانی ہی تھی کہ خواہش کے زہریلے  
درخت کو جو تمام مصیبتوں کی جڑ ہے اکھاڑ کر ہٹا دیا جائے اور اسلام میں  
بڑے بڑے درویش ہوئے ہیں جنہوں نے ان ہدایات کو اسی معنی میں سمجھا ہے۔



جو خود بخود انسانوں کے اعمال اور ان کے قرار داد پہل کو درج کرتی رہتی ہے جن بد اعمال کی کرم فلاسفی میں صاف اور واضح طور سے دکھائی گئی ہیں۔ پس یہ کل مسئلہ کرم کے فلسفہ کا نہایت مختصر اور گہنا ہوا خلاصہ ہے۔

یہ مضمون کہ

”اے میرے لوگوں یہ کیا بات ہے کہ میں تمکو نجات کی طرف بلاتا ہوں (نجات کی ہدایت کرتا ہوں) لیکن تم مجھکو آگ کی طرف بلاتے ہو (جہنم کے حوالہ کرتے ہو)“

جو چوالیسویں سورۃ میں آیا ہے قرآن کے مسائل پر بہت بڑی روشنی ڈالتا ہے

۱۔ ذیل کی آیت قرآن کی اس سلسلہ میں قابل غور ہے (دیکھو قرآن شریف مترجمہ ابوالفضل - جلد ۲ - صفحہ ۳۸۶) :-

”یقیناً خدا نہیں بدلتا ہے ادسکو جو آدمیوں کے پاس ہے چٹک کر وہ جو ان کے اندر ہے نہیں بدلتے ہیں“

اسی آیت کا ترجمہ سیل صاحب نے ذیل کے پُر معنی الفاظ میں کیا ہے (دیکھو Quran Saleh صفحہ ۱۸۲) :-

”یقیناً اللہ اپنے فضل کو جو انسانوں میں ہے نہیں بدلیگا جب تک کہ وہ

اپنی روح کی (اندرونی) طبیعت کو گناہوں سے نہ بدل دین“

جن الفاظ کے نیچے تکرر کئی گئی ہے وہ سیل صاحب کے ترجمہ میں مفہوم کو صاف کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں جو یوں بھی کافی طور سے واضح ہے۔ یہاں صاف طور سے مطلب اس چیز کی بڑے افعال کے ذریعہ تبدیلی کرنے سے ہے جو آدمیوں کے اندر ہے۔ دیگر انفاذ میں طبیعت کے افعال سے بدل جانے سے۔ یہ یقیناً حقیقت کے مطابق ہے جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔

— (سورہ ۳ - آیت ۱۳۹) —

”خدا نے سب چیزوں کو بنایا اور وزن کیا ہے اور انکی تقدیر قائم کی ہے اور انکی رہبری کرتا ہے۔“

— (سورہ ۸۷ - آیت ۲) —

”کسی طور سے بھی ہم پر کوئی بات نہیں ہو سکتی لیکن وہ ہی جو خدا نے ہمارے لئے مقرر کر دی ہے۔“

— (سورہ ۹۰ - آیت ۵۱) —

کتاب واضح کی ایسی ماہیت ہے لیکن جو سوال یہاں پر اٹھتا ہے وہ یہ ہے کہ تقدیر کی کتاب کے احکام انسانوں کی دنیا میں کیونکر نافذ ہوتے ہیں - آسمانی محافظ خانہ میں ممکن ہے کہ ایک کتاب یا پورا کتب خانہ موجود ہو لیکن جب تک کوئی طاقت یا قوت ایسی نہ ہو کہ جو انسانوں کو ان افعال سے جو ان سے سرزد ہونگے باندھ سکے اسوقت تک یہ قیاس کے باہر ہے کہ تقدیر کے احکام کی اس سختی کی قیمت سے جس پر وہ کندہ ہیں کسی طرح سے زیادہ وقعت ہو سکے اگر ہمارے مسلمان دوست احکام تقدیر اور انسانوں اور باقی تینوں لوگوں کے جانداروں کے افعال کے تعلق کے معنی کو حل کرنے کی تکلیف گوارہ کریں تو وہ اس امر کے جاننے میں قاصر نہیں رہیں گے کہ وہ قوت جو احکام تقدیر کی پابندی کرا سکتی ہے وہ صرف کرم کی قوت ہے اور یہ کہ کتاب واضح یعنی لائح محفوظ سے مراد دراصل کرموں کے خود بخود لکھے جانے والے ہی کہانے سے ہے جس میں وہ سب باتیں درج ہیں جو سابق میں ہو چکی ہیں اور نیز وہ ہی جو آئندہ ہونے والی ہیں - یا قرآن شریف کی عبارت میں تمام انسانی افعال جن میں شامل ہیں وہ افعال ہی جو انہوں نے اپنے پہلے سے بھیجے ہیں اور وہ علامتیں ہی جو اپنے پیچھے چھوڑ گئے - کتاب تقدیر کی ماہیت اور اس کا اروانی کام

ہوا ہے یا آئندہ ہو گا وہ کلیتاً خدا کی مرضی سے ہوا ہے اور وہ سب  
 ہمیشہ کے لئے محفوظ تختی پر تقدیر کی قلم سے کندہ ہے اور کبھی  
 نہیں بدل سکتا ہے۔“

یہ محفوظ تختی خدا کے احکام کی کتاب ہے جو عربی میں لوح محفوظ کہلاتی ہے  
 اور اس میں وہ سب درج ہے جو گذشتہ زمانہ میں ہو چکا ہے اور نیز وہ بھی  
 جو آئندہ ہونے والا ہے۔

”جسکی عمر بڑھائی جاتی ہے اُس کی عمر میں کچھ بڑھایا نہیں جاتا  
 نہ کسی کی عمر میں کچھ گھٹایا جاتا ہے لیکن وہ ہی جو خدا کی ڈگریوں کی  
 کتاب میں درج ہے“ (سورۃ ۳۵)

سورۃ یسین میں یہ بتایا گیا ہے کہ

”در حقیقت وہ ہم ہیں جو مردوں کو متحرک کر نیگے اور اُن کا مون کو  
 لکھینگے جو انہوں نے اپنے پہلے پیچے ہیں اور ان علامات کو جو وہ اپنے  
 پیچے چھوڑ جائینگے۔ اور ہر چیز ہے اپنی ڈگریوں کی واضح کتاب  
 میں لکھ دی ہے“

انسانوں کے افعال اس ڈگریوں کی کتاب کے موافق سرزد ہونے ہیں اور یہ  
 ہی حال باقی سب جانداروں کی نسبت بھی صحیح ہے کیونکہ  
 ”سب چیزیں مقررۃ ڈگریوں کے مطابق ہی بنائی گئی ہیں“  
 ————— (سورۃ ۵۴ - آیت ۴۹) ————

مفصلہ ذیل آیات کا مطلب بھی ایسا ہی ہے۔

”کوئی مرنے نہیں سکتا ہے الا خدا کی مرضی سے اُس کتاب کے مطابق جس میں  
 عمر کی میعاد قائم کی گئی ہے۔“

تیری ہی اہستی تیرے چہرہ پر نقاب کی طرح مائل ہوئی ہے۔  
یہ سب پیغمبر کے اوس مختصر بیان کی تشریح میں جو ذیل میں دیا ہوا ہے:-  
”جو اپنے آپ کو جانتا ہے وہ خدا کو جانتا ہے“

(دیکھو *Sayings of Muhammad*)

اسلام کے بموجب روح کی ایسی ماہیت ہے جو اوپر دکھائی گئی ہے۔ اور مجھ کو  
اس امر کو معلوم کر کے کہ قرآن شریف میں حیوانوں کی جان کو انسان کے برابر درجہ کا  
مانا ہے بہت غرضی ہوتی ہے (دیکھو قرآن شریف باب ۶)۔

”دنیا میں کوئی کسی قسم کا جو پایا نہیں ہے نہ کوئی مرغ جو پر دن سے  
اورڑتا ہو لیکن یہ سب تمہاری طرح جاندار ہیں۔ اپنے اپنے احکام کی  
کتاب میں کسی چیز کو نہیں چوڑا ہے۔ تب وہ سب اپنے خداوند  
پر واپس پہنچینگے“

قرآن شریف میں ایسی آیتوں کو پا کر بھی کہ جن میں اس امر اقبال ہے کہ اسکے پیشتر  
اور قوموں اور ملکوں میں سچ مذہب مروج تھا دل کو فرحت ہوتی ہے۔ فی الحقیقت  
یہ امر قرآن شریف کی تعلیم کا ایک جزو ہے کہ شروع میں انسان صرف ایک ہی مذہب کے معتقد  
ہو لیکن بعد کو انہیں تفریقیں ہو گئیں (دیکھو *Quran Salees* صفحہ ۱۵)

آؤ انکو نیکو بارہ میں تقدیر کا مسئلہ کہ جسکی وجہ سے اسلام پر *fatalism*  
(تدبیر کے منکر ہونے) کا الزام لگایا گیا ہے خود روحوں کے بار بار جہنم میں کوتاہی  
کرتا ہے اگر اُس کو فلسفہ نہ نگاہ سے دیکھا جادے۔ ٹی۔ پی۔ بیو میز صاحب  
*Dictionary of Islam* میں لکھتے ہیں:-

”تقدیر یا نیکی و بدی کی نہ ٹلنے والی دگر سی اسلام کا چٹا رکن ہے۔  
اور مسلمان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ نیک و بد ابتداء میں نیا میں

دیدہ و اکن چہرہ اسرار میں۔

(۹) کشف در معنی بود رفع حجاب۔

بود تو آمد بروئے تو نقاب۔

ان کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

(۱) روح کا مقام میرے لئے بہت تعجب خیز تھا۔

میں شرمندہ ہوں کہ میں اس کی تعریف کرنے میں قاصر ہوں۔

(۲) تو ہی ظاہری عاشق طریقہ کے بموجب ہے۔

اور تو ہی دراصل خود محشوق ہی ہے۔

(۳) اگر تو اپنے راز کو پائے۔

تو خدا اور خلق کے راز سے بیشک آگاہ ہو جاوے۔

(۴) ایسوجہ سے بحر صفا میں کہا ہے۔

کہ میرے جہ میں سوائے خدا کے دوسرا نہیں ہے۔

(۵) تو تو خود آب (پانی) ہے اور پانی کو ڈھونڈتا ہے۔

اپنی پونجی کو بھول گیا ہے اور اب کہتا ہے تعجب ہے۔

(۶) تو بادشاہ ہے بہکاری کسلے بنتا ہے۔

سب خزانے تیری ملکیت میں ہیں تو مفلس کیوں ہے۔

(۷) محشوق نقاب کے اندر چہا ہوا ہے۔

مثل دریا کے کہ حجاب سے ڈھکا ہو۔

(۸) نقاب دور کر اور یار کا جمال دیکھ۔

آنکھیں کھول اور اسرار کو سمجھ۔

(۹) حجاب معنی کے بچنے سے جا تا رہتا ہے۔

کیا اس مضمون میں پڑانے ہندوستانی اعتقاد کے سوا جو بتاتا ہے کہ روح خود خدا ہے کوئی اور بات ہے یا یہ مسیح کے کلام سے مطابق نہیں ہے جو کہتا ہے "جو کہو سنی کی انجیل" باب ۱۰-آیت ۳۹)۔

وہ جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے اسے کھو گیا اور جو کوئی میرے لئے اپنی جان کھوتا ہے اسے پائیگا۔

اب میں تصوف کے چند ہمیشہ بھابھوات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

(۱) مقام روح برسن حیرت آمد۔

نشان از دے بگفتن غیرت آمد۔

(۲) توئی عاشق بظاہر در طریقت۔

توئی معشوق باطن در حقیقت۔

(۳) کہ بکنہ خود ترا باشد رہے۔

از خدا و خلق بیشک آگہے۔

(۴) ہم ازین گفت است در بحر صفا۔

نیست اندر حجبہ ام غیرے خدا۔

(۵) عین آبے آب سے جو لی عجب۔

نقد خود را نیان سے گوئی عجب۔

(۶) پادشاہی از چہ میمانی گدا۔

گنہگار می چوئی سبے خوا۔

(۷) یار پنهانست در زیر نقاب۔

ہم چو دریا کو نہاں شد در حجاب۔

(۸) پردہ بردار و جمال یار بین۔

بھی حاصل کرنا چاہیے۔ خود پیغمبر صاحب نے کہا ہے:-

”اد انسان تو اپنے کو پہچان“

عارفون میں سے ہم الہا ج کا جسکو عام طور سے لوگ منظور کہتے ہیں اور جسکا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے والد دے سکتے ہیں۔ شمس تبریز ہی انہیں میں ہوا ہے جسے کہا ہے:-

عجب من شمس تبریزم کہ گشتم شیفتہ بر خود  
چون خود را خود نظر کردم ندیدم جز خدا و خود

اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے -

میں کیا عجیب شمس تبریز ہوں کہ اپنے ہی اوپر عاشق ہو گیا ہوں -

جب میں نے اپنے کو غور سے دیکھا تو میں نے سوائے خدا کے اپنی ذات میں اور کسی کو نہیں پایا۔  
مولانا روم کہتے ہیں ”اے میری روح میں نے ایک سرے سے دوسرے سرے  
تک تلاش کیا۔ میں نے تجھ میں سوائے مطالب کے اور کسی کو نہیں پایا۔ اے میری  
روح جسکو کافر مت کہہ اگر میں کہوں کہ تو ہی مطلوب ہے۔ اے تم لوگوں جو خدا کی  
تلاش کر رہے تلاش کر رہے ہو تم کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ خدا تم ہی ہو  
خدا تم ہی ہو“

فرید الدین عطار کے ساتھ تصوف کا خیال کمال کے درجہ تک پہنچا ہے جسے

کہا ہے:-

”تاوہستی خدا کے در خواب است

تو نہ مانی چون او شود بیدار

اسکا اردو ترجمہ نظم ہی میں اسطور پر ہے -

تیری ہستی ہے باعث ایک خدا کے خواب غفلت کی

رہے جب تو نہ عالم میں تو وہ بیدار ہو جاوے

اور ہمدان ہے۔ سورہ فاتحہ میں بتایا گیا ہے۔

”جو آدمی کہ تجھے ہاتھ ملاتے ہیں وہ تجھے ہاتھ نہیں ملاتے ہیں بلکہ خدا سے ہاتھ ملاتے ہیں“

ایک اور مقام پر یہ کہا ہے کہ خدا انسان کے زیادہ نزدیک ہے بہ نسبت اونٹ کی گردن کے سورہ واکیا میں کہا ہے :-

”ہم تمہاری نسبت انسان سے زیادہ نزدیک ہیں مگر تم نہیں سمجھتے ہو“

سورہ زریعت میں یہ لکھا ہے :-

”میں انسان سے بہ نسبت اونٹ کے گلے کی رگ کے زیادہ نزدیک ہوں“

اور آخر میں اسی سورہ زریعت میں علانیہ طور سے کہا ہے :-

”میں تمہارے وجود میں موجود ہوں مگر تم نہیں سمجھتے ہو“

ان جملوں کی محض تشریح کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ جس وجہ سے کہ یہ فلسفہ کے اعلیٰ ترین اصول انسانوں کو اس بہتے دھنگ سے سکھائے گئے تھے وہ مختلف پیغمبروں کے زمانہ کے آدمیوں اور سوسائٹی کے برتاؤ سے تعلق رکھتا ہے۔ منصورانما الحق (بین خدا ہوں) کہنے پر جیسا آپ جانتے ہیں سٹولی پر چڑھایا گیا تھا۔ اور یہی بہتر ہے ایسے انسان ہوئے ہیں کہ جنکو دیوانی خلقت نے مذہبی انسانوں کے لفظی خداؤں کے نام پر پاسی طور پر مار ڈالا جسکی وجہ سے تمثیلوں میں دہرم ایڈیشن دینے کا دراج چل پڑا (دیکھو یوحنا کی انجیل باب ۱۶- آیت ۲۵ و متی کی انجیل باب ۷- آیت ۶)۔ ان تمثیلوں کا اصلی مفہوم اون لوگوں پر جو اصلی حقیقت اور رموز و عارفوں کے طرز ایڈیشن سے واقف ہیں صاف ظاہر ہے ورنہ شاعرانہ مبالغہ اور عبارت آرائی میں کہیں جاتا ہے۔

مسلمان عارفوں نے ان مضامین کو کوئی نہ سمجھا وہ حضرت علی کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ جس نے اپنے معتقدوں کو اس امر کی ہدایت کی تھی کہ اگر ضروری ہو تو انکو فلسفہ کافروں سے



دہیان کرتا ہے اور اپنے من کو اپنی چاہا میں لگا دیتا ہے تب وہ  
پرہیز آگاہ کے جلال کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ داناؤ کی خواہش ہمیشہ دینا  
کرتا رہتا ہے وہ دوس پرہیز آگاہ کی آگاہیں کرتا ہے اور دوس کو  
گفتگو بھی کر سکتا ہے۔

باقی فرشتوں میں سے دو وہ ہیں جو انسان کا اعمال نامہ تیار کرنے کے لئے مقرر  
ہیں ایک ادا کے واسطے دہانتہ اور دوسرا بائیں بیٹھتا ہے وہ ایک لفظ ہی نہیں کہہ سکتا  
لیکن ادا کے ساتھ ایک نگہبان ہے جو فوراً اس کو لکھ لیتا ہے۔  
(قرآن شریف باب ۵۰)۔ یہ صاف طور سے پران کی دو ڈاڑیاں ہیں جنکو ایڑا اور  
پنگا کہتے ہیں جو ریڑھ کے چکر وں کے سلسلہ میں جن میں تنفس کے جسمانی حرکات  
حذبات۔ عادات و خیالات کا خلاصہ محفوظ رہتا ہے گزرتی ہیں۔ یہ مناسب  
ہوگا کہ میں آپ کو یہ بتا دوں کہ ایڑا بائیں تھپنے سے اور پنگا داہنے تھپنے سے  
گزرتی ہے۔

اسلام کے اصلی اصولوں کے بارہ میں اس میں شک نہیں ہے کہ وہ ہی سب  
الحصول جو دیگر مذاہب میں پائے جاتے ہیں اسلام میں بھی موجود ہیں گو کہ جو وہ  
نمایاں کار آمد اور بے کار امور کا اجتماع قرآن شریف میں بہت زیادہ طبیعت  
کو پریشان کرنے والا ہے۔ بیشتر موقعوں پر قرآن شریف میں خدا کی تعریف  
ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ جو دیکھتا اور سنتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دیکھنا اور سننا  
ادراک یا زندگی کی صفت ہیں کسی ایک تنفس یا روح کی ملکیت نہیں ہیں۔  
سورۃ الحمد یومین ایسا آیا ہے۔

”وہ خدا تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔“  
سورۃ الرحمن میں کہا گیا ہے کہ وہ اولیٰ ہے اور آخری ہے اور ظاہر اور باطن

ہر ایک ہلال سبتے کی شکل کے اوپر مع ایک بندے کے چھائے اوپر سے اور  
مع تین بندوں کے جو پچھلے ہیں بنا ہے۔ یہ علامت ذیل کی شکل کی ہے۔



کی تشریح اس طرح ہے کہ سبتے یا اسکی چار شاخیں چار تونوں کو بتاتی ہیں جن کو تین تونوں پر الٹا جو بار بار اسکی کتابیں ہیں

(۱) دیو گتی۔ یعنی ہشتون کے باشندوں کی حالت۔

(۲) منشی گتی۔ یعنی انسانی زندگی۔

(۳) نرک گتی۔ یعنی دوزخ کے باشندوں کی حالت۔ اور

(۴) باقی تمام زندگی کی حالتیں جنکو ترجمہ گتی کہتے ہیں۔ مثلاً پرندے درندے۔

کیرے۔ کورے۔ نباتات۔ ادنیات وغیرہ وغیرہ۔

سبتے کے اوپر کی تین بندوں کا مطلب سچے اعتقاد سچے علم اور سچے عمل سے ہے  
اور ہلال سے مراد جاگ اڑھنے والے نور سے ہے جو روز بڑھتا اور افروز ہوتا  
ہے جب تک کہ وہ بڑھ کر چاند کی طرح پورن نہ ہو جاوے۔ سب سے اوپر کی  
بندی پر مابین اور پورن تا کو ظاہر کرتی ہے۔ ہلال کی یہ تشریح ہے جو خفیہ علم  
معرفت بتاتا ہے۔

جبریل فرشتہ کے بارہ مین سر سید احمد نے اسکی سبتی کو تسلیم کرنے سے انکار  
کیا اور کہا کہ جب کہ پیغمبر مبعوث ہوا کہ انکے پاس ایک فرشتہ آیا تھا تو انکا مطلب  
صرف اتنا ہی تھا کہ انکو ایک اجنبی شخص ملا تھا دیکھو خواجہ خان کی  
کتاب *معارف* صفحہ ۵۴۔ مگر اسکی اصل  
مطلب کا پتہ اور ہی مقام سے لگتا ہے۔ شیو سنگھت نامی یوگ کی مشہور کتاب  
میں ایسا لکھا ہے:-

”جب یوگی اپنی آنکھوں کو اندر کی طرف اڑھاکہ پر م آتا کا

یہ سب اوسکے ذاتی افعال ہیں گو کہ انکا محسوب کرنا اس امر کے درمیان کئے گئے ہیں  
کہ اوسے کہاں تک اصلی روحانی ترقی کی بھی ضروری ہے۔

اسمیں شبہ نہیں۔ ہے کہ اسلام کی منشاء شروع میں ضرور ان عیاشیوں اور  
زور پرستی کے متعلق جو محمد کے زمانہ میں عربوں میں پائی جاتی تھیں ایک قسم کی  
ریفادہ سے تھی لیکن تمہارے جسکو محمد اپنی حفاظت میں پہنچنے کے لئے مجبور ہوا  
اس خیال کو پورا نہیں ہونے دیا۔ میرا بیان کوئی قلعہ اسلام کے پولیٹیکل ہیرو سے  
نہیں ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ انجیل اسلام میں سابق مذاہب کی وہ تعلیم جو سادہ ہو کو  
اعلیٰ درجہ کی چھا اور شانتی کی ہدایت کرتی ہے نہیں پائی جاتی ہے اور نہ ممکن ہی تھی  
ضروریات وقت کے نتیجہ قرآن شریف میں یہ تعلیم نہ آسکتی تھی اور نہ واقعی آئی کہ  
اگر کوئی ایک گال پر تہیج مارے تو دوسرا اوسکے سامنے کر دیا جاوے۔ جہاں  
ہیرونی علامت اسلام کی ٹھہیرا گو کہ ہلال اب تک اوسکی اندرونی نشانی ہے۔

اسمیں شبہ ہے کہ آیا اسوقت کوئی زندہ مسلمان اس امر سے واقف ہے  
کہ یہ ہلال کہاں سے آیا۔ غالباً ان میں سے بہت سے اپنے من میں اوسکو معجزہ حق القوم  
سے نسبت دیتے ہوں گے لیکن اوس معجزہ کی اصلی تعبیر بالکل مختلف ہے جیسا کہ  
کی اورنولینج بن دکھا دیا گیا ہے۔ اوس معجزہ سے مراد صرف ایک قسم کی روشن  
ضمیری سے ہے جسکو غالباً تہیو سو فی دالے ایسٹرل طبقہ کا مشاہدہ یا نظارہ  
کہتے ہیں۔ یہ قیاس کیا گیا ہے کہ روشن ضمیری کو روکنے والے پردوں میں سے  
پہلا پردہ ایک نہایت لطیف مادہ کا ہے جسکو ایسٹرل مادہ کہتے ہیں اور جسکا چاند کر  
ساتھ ایک قسم کا مقناطیسی تعلق ہے اور اس معجزہ سے مطلب صرف اس  
مادے پر دے کو پور کر نگاہ کا بار نکل جانا ہے۔ ہلال کی تشریح کے بارہ میں  
مجھے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کو قدیم چین مت کی علامت کا حوالہ دوں

مذہب اس قسم کی جنگ ہائی جاتی ہے۔ کیلنگ (Chilang) اور یونانی مذہب (Eutonic) اور یونانی مذہب ہی انسانے معلوم ہوتا ہے بہت بڑے پیمانے پر بنائے گئے ہیں گو کہ وہ ہندوؤں کی عالیشان نگہوں جہاں بہت دغیرہ کو نہیں پہنچتے۔ لیکن اونگے "راسخ الاعتقاد اور مذہب" مترجموں کی کادکلائی کی وجہ سے اب ان "بت پرستوں" کے افسانوں کے اصل مطلب کا پتہ حال کی لگی ہوئی کتابوں کے ذریعہ سے پورا پورا نہیں چلتا ہے۔ یونانی لوگوں نے تو علانیہ اپنی کتاب مقدس کی تفسیر و تلوک تہیہ و انکار مان کر لی تھی اور بعض بعض یونانی روایات کا مطلب میں نے کی اوف نولینج میں لکھا دیا ہے۔

لیکن اب مجھ کو ہندوؤں اور عیسائیوں کے مذہبی افسانوں پر زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ میں اب اسلام کی طرف متوجہ ہوں گا۔ اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ قرآن شریف ہی اسی قسم کی دستاویز ہے جیسی انجیل اور وید۔ دراصل اسلام یہودیوں اور پارسیوں کے مذاہب کا بچہ ہے جیسا کہ پادری شزڈیل صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتھ اپنی شہرہ آفاق کتاب "The Sources of Islam" میں دکھایا ہے۔ غیر مسلم مصنفوں نے محمد کی ذاتی کوتاہیوں پر حملہ کرتے ہوئے بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن ہم اسکو نہیں مان سکتے ہیں۔ اسکے لیے صرف ایک ہی وجہ کافی ہے کہ محمد نے کبھی لوگوں سے اپنی تقلید کرنے کو نہیں کہا۔ مہابیر۔ بدر اور دیگر ہندوستانی مرشدوں نے تو اپنی تقلید کرنے کو لوگوں سے کہا تھا اور یسوع نے ہی ایسا ہی کہا تھا لیکن محمد نے نہیں۔ اوسنے کبھی کسی سے نہیں کہا کہ جا جو تیرے پاس ہو وہ سب بیچ ڈال ادا و سکو خیرات میں دیدے اور پیرا کر میری طبع سے چلے۔ اسلئے اگر محمد کے نو (یا گیلہ) پیروان تھیں اگر اوسنے اپنے فائدہ کے لیے احکام نافذ کئے ادا کر اوسنے اپنے یمن تیاگ اور چار تیر میں کامل نہیں بنایا تو

”ہر ایک گہائی ہر دیباگی۔ ہر ایک بہار اور ٹیلہ نچا کیا جائیگا۔  
جو ٹیلہ اسے سید بنا یا جائیگا۔ جو اد نچا نچا ہے وہ ہموار  
کیا جائیگا۔“

لیکن یہ کام بغیر مخالفت کے نہیں ہو سکتا ہے۔ تاریکی کے دیوانہ مقابلہ کو طیارہ ہیں۔  
پہلے ان سے تصفیہ کرنا ضروری ہے۔ اب خاندانوں اور قوموں کی فراہمی ہوتی ہے  
سودا پیدا ہوتے ہیں۔ بہادریوں کو سپہ گری کی تعلیم دی جاتی ہے۔ فوجیں اکٹھا  
ہوتی ہیں۔ کرکشن کی رہبری سے کمزور کم اعتقاد روح (ارجن) دشمن  
کی زبردست فوجوں سے خونخوار جنگ کرتا ہے۔ انجام کار بدی مطلوب ہوتی ہے  
روح کی فتح ہوتی ہے اور قید سے رہائی ملتی ہے۔ پھر نردان ہے اور خوشی اور  
آئندہ جہان پر نہ کوئی رٹائی رٹنے کو باقی رہتی ہے نہ کوئی دشمن خوف دلانے یا  
زیر کرنے کو۔

محقر طور سے یہ مہابہادت کا مطلب ہے۔ بعض اوقات یہ خونخوار جنگ دیوانوں  
اور آسروں (شیاطین تاریکی و غضب) کی جنگ کہلاتی ہے دیوان کی فوج کا سردار  
اندرو ہے جسکی موجودگی میں دیوتا خوب بہادری سے لڑتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے  
کہ دیوتا لوگ صرف روح کی مختلف قسم کی اصلی صفات ہیں اور اس سے علیحدہ  
کوئی چیز نہیں ہیں۔ یہ دیوتا امر میں گو کہ یہ جنگ میں اکثر شکست کھاتے ہیں۔ لیکن  
شیاطین فانی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روح کی اہی صفات دراصل روح کے  
جو ہر کی خاصیتیں ہیں جو وقتاً فوقتاً محدود و بے اثر تو ہو سکتی ہیں مگر قطعی غارت  
کبھی نہیں ہو سکتیں۔ برعکس اسکے چہالت اور غضب وہ قوتیں ہیں جو مادہ کے میل سے  
نا پاک روح میں پیدا ہوتی ہیں اور مادہ کی علیحدگی پر بالکل جاتی رہتی ہیں۔ بیشتر  
مذہبی افسانوں میں روشنی کے دیوتاؤں اور تاریکی اور بے ی کے شیاطین کے

کے من کو اپنی چوٹی انگلی پر اٹھاتا ہے اور اس طور پر انگلی رکشا کرتا ہے لہذا ہری  
 راتوں میں گویوں کو انکے شوہروں کے بستر پر سے بلانا۔ جن کے کنارہ پر کے  
 چاندنی رات کے متانہ رقص۔ چوری چھپے کے بوس و کنار جو اخلاقی لحاظ سے  
 نہایت برے افعال ہیں اگر وہ کسی واقعی شخص سے سرزد ہوں سب مسیح یا کرشن کے لئے  
 نہایت ہی انسب ہیں۔ کیونکہ کرشن گوپی (روح) کے لئے پر ماتا پن کی پورنٹا کا آورش  
 (نمونہ) ہے تاکہ وہ اس سے دل کھول کر محبت کرے۔ اسکے لئے لازم ہے کہ وہ  
 رات کی تاریکی میں یعنی اپنے من سے دنیا داری کے خیالات علیحدہ کر کے شوہر کی محبت اور  
 ہم نشینوں کے طعنوں (دنیاوی تعلقات) کا خیال دل سے نکال کر تاشقی سے پہنے والی جوا  
 (جیت یا من) کے کنارہ پر جانکے۔ جب وہ اپنے نجات دینے والے کے سامنے اپنے  
 کپڑے اوتار کر (دنیاوی مقبوضات و املاک کو چھوڑ کر) کھڑی ہو جاتی ہے جب وہ عورتوں کی  
 شرم کی آخری علامت کو بہو لجاتی ہے اور اپنی برہمنگی اور سوسائٹی کے قاعدوں کو خیال میں  
 نہ لاکر سیدھی کھڑی ہوئی حالت میں اپنے ہاتھ اپنے سر کے اوپر اٹھا کر جوڑتی ہے تب طالب  
 و مطلوب کی دوئی کا خیال دل سے نکلتا ہے اور محبت کے ثمر کا حظ آتا ہے محبت میں مبتلا گویوں  
 کی تمنائیں اور خوف انکی گہر کے کاروبار سے بے خبری۔ انکی مطلوب سے ہم بغل ہونے کی  
 پر جوش خواہش۔ یہ سب محض تشبیہیں ہیں جو اس امر کو ظاہر کرتی ہیں کہ نورانی فضیلت کے  
 حاصل کرنے کے لئے جو نجات دہندہ کرائسٹ یا کرشن کے روپ میں باندھا گیا ہے کیسے  
 غایت درجہ کی ہلکتی ہو سکر گی کی ضرورت پڑتی ہے (کی او ف نولج باب ہفتم)۔

کرشن کی پیدائش اس بڑی سے بڑی لڑائی (مہا بارت) کی ابتدا کی جو روح کو اپنی  
 زندگی میں لڑنی پڑتی ہے علامت ہے۔ جگا ہوا نور جب نہیں وہ سکتا ہے۔ اسکو بہت  
 کام کرنا ہے۔ عیسائوں کے شاستروں کی زبان میں اسکو باپ کے امور کو طے کرنا ہے۔  
 لوقا کی انجیل میں لکھا ہے (باب ۳۔ آیت ۵)۔

”ضروری ہے کہ وہ بڑی سگ اور مین گھٹن گا“

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے مسیح کا خیال ہندو مت میں ہی کرشن کی صورت میں پایا جاتا ہے جو گویوں اور گائیوں کا ناتھ ہے۔ بیان پر مبنی اس روپک کے بنیادی اصولوں کا نہایت ہی اختصار کے ساتھ بیان کر سکتا ہوں بلحاظ اس امر کے کہ اس کے چار تر نے پوری پورا فون کو بہر دیا ہے۔ اور اس روپک کے حل کرنیکی کوئی خاص ضرورت ہی اس وقت محسوس نہیں ہوتی ہے کیونکہ اب ایک مستند تشریح یہی کل مہابھارت کی گورڈھ تعلیم کی جس میں کرشن کا جیون جزیرہ ہی شامل ہے موجود ہے یہ آئیر صاحب کی کتاب ہے جس کا حوالہ پی۔ ایچ۔ بی کے اختصار کے طریق پر ہم پیشتر دے چکے ہیں۔ عام طور پر جبکہ نیک گرو مون کے پہل کے باعث کوئی تنقش اپنی آتما کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو آتما کے برامتا بن کا خیال عقل میں معکوس ہوتا ہے اور بچے اعتقاد کے حاصل ہو جانے سے اسکی آتما میں زندگی کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ پولس رسول نے اسکو ذیل کے الفاظ میں خوب ادا کیا ہے

(۱۔ کرنتھیون ۱۵) :-

”پہلا آدمی یعنی آدم زندہ نفس (روح) تھا۔ پہلا آدم زندہ نور ہو گیا“

نور کا اس طور سے زندہ ہونا ہی کرشن کی پیدائش ہے جو اصلی نجات دہندہ ہے کیونکہ جب وہ پورے طور سے جاگ اٹھتی ہے تو خود روح ہی ایک پورن برامتا ہو جاتی ہے۔ اسوجہ سے کرشن تمام صفات الہی کا مخزن ہے۔ وہ گویوں اور گویوں (دھیم و رسوم وغیرہ) کا سوامی ہے۔ بچہ پن ہی میں وہ کافی ناگ راج کو مطیع کرتا ہے جسکی تعبیر معنی خواہشات یا نفس امارہ کے مارنے کے ہم پہلے کر چکے ہیں۔ جب اندر (ناپاک جیو) گائیوں کو چڑا نا چاہتا ہے تو کرشن گویہ دین پیار (خواہشا

یہی تھی اور یا صحت کا تعلق جو تہی انجیل کے مفصلہ ذیل کلام سے معلوم ہوتا ہے  
 (یوحنا کی انجیل باب ۱۶-آیت ۷)۔

”لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے  
 کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ تسکین دینے والا تمہارے پاس آئے گا۔  
 لیکن اگر میں جاؤں گا تو میں اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔“  
 اس کا مطلب صاف طور سے یہ ہے کہ شاگردوں کی یہی تھی یا صحت کی جو آئندہ کی  
 حصول کا ذریعہ ہے مانع ہوتی۔ خود خوشی کو دلہن سے تشبیہ دی گئی ہے جو دلہن کو  
 آئندہ کے دینے والی ہے۔ اس لئے یوحنا پشمہ دینے والے نے کہا ہے۔  
 ”جسکے پاس دلہن ہے وہ ہی دلہن ہے۔“

یوحنا کی تقریر اُس کی نسبت جو مادّی ہے اور مادّی چیزوں کا ذکر کرتا ہے اور  
 اُس کی نسبت جو اوپر سے آتا ہے بہت پر معنی ہے۔ عقلی شخصیت خالص نور نہیں ہے  
 بلکہ روح اور مادہ کا مرکب باہر آتا ہے جو زمین کی خاک سے بنا ہے اور جس میں  
 زندگی کا سانس ہو نہک دیا گیا ہے۔ یہ سیرونی شخصیت ظاہری آتا ہے جو  
 نیکی اور بدی کا امتیاز کرتی ہے اور جس کا فرض منصبی روح کو اپنے پر ماتا پن کا علم  
 ہو جانے پر ختم ہو جاتا ہے۔ یہی نیم مادّی نیم نورانی شخصیت ہے جو یوحنا پشمہ دینے  
 والے کی شکل میں پیش کی گئی ہے اور جو گم ہوتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے جبکہ اُسکا رشتہ کا  
 پہنچائی یعنی فتنہ حیات بڑھتا اور افزون ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں جبکہ مادہ سے  
 علیحدگی کرنے والے عمل زندگی کی تفصیل اور پر ماتا پن کو پہنچاتے ہیں وہ اُن سب  
 قوتوں اور اندریوں کا نامش کر ڈالتے ہیں جو خالص نور کے لئے بیکار اور مضر ہیں خواہ  
 وہ غیر ملکت حیوان کے لئے کتنے ہی ضروری کیوں نہ ہوں۔ لہذا یوحنا کا ذیل کا نایت  
 درجہ کا پر معنی کلام کہ



قطع تعلق ہے۔ انگ سے مطلب پیشیا سے ہے جیسے روزہ وغیرہ۔ دیر آگیا اور  
تپ روح کے پاک کرنے کے ذریعہ ہیں۔ اسلئے مسیح روح القدس اور انگ سے  
ہمسیمہ دیتا ہے۔ روح القدس کو تسکین دینے والا بھی کہتے ہیں کیونکہ گو کہ ریاضت  
شروع شروع میں نہایت سخت اور دشوار معلوم پڑتی ہے تاہم اونچے درجہ کے  
سادہوں کو اتنی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ جس کا ذکر الفاظ میں نہیں کیا جاسکتا ہے۔  
ریاضت سے ہمہ دانی کاملتا بھی یسوع کے ذیل کے کلام سے عیان ہے (دیکھو  
یوحنا کی انجیل باب ۱۴- آیت ۲۶- اور باب ۱۶- آیات ۱۳ و ۱۴)۔

”لیکن تسکین دینے والا جو روح القدس ہے جسے باپ میرے  
نام سے بھیجا وہ ہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے  
تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔  
”مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں لیکن اُن کو ابھی تم برداشت  
نہیں کر سکتے ہو۔ البتہ جب وہ سچائی کا روح آدینا تب وہ تم کو  
سب باتیں بتا دینا گا۔“

اب اس امر کے بارہ میں کہ یہ ہمہ دانی کہاں سے پیدا ہوگی ہلکویہ پہلے ہی معلوم  
ہو چکا ہے کہ تعلیم کے معنی علم کے روح کے اندر ہی سے نکلنے کے ہیں۔ انگریزی  
لفظ (education) کا بھی اصلی نشاء یہی ہے جس کے استخراجی معنی

e + eluce باہر نکالنے کے ہیں۔ متی کی انجیل میں بھی ایسا لکھا ہے۔  
(دیکھو باب ۵- آیات ۱۴ و ۱۵)۔

”تم دنیا کے نور ہو جو شہر پہاڑ پر بسا ہوا ہے وہ چھپ نہیں سکتا۔

اور چراغ جلا کر چاند (سر پوش) کے نیچے نہیں بلکہ چراغ دان پر رکھتے ہیں  
تو اس سے گہرے شب لوگوں کو روشنی پہنچتی ہے۔“

ظریعہ سے ہم اپنی روح کی اصلی مائیت سے واقف ہو سکتے ہیں اس لئے عقل ہی آنے والے مسیح کا کہ جسکے محل میں آپسے وہ خود شکم مادر (بچہ پن) لیٹا بتدائی حالت) میں خوشی سے اچھل پڑتی ہے اکیلی شاہد یا گواہ ہے۔ لیکن اس حد تک کہ جہان تک مسیح کی زندگی میں دانش ایک نہایت ضروری جزو ہے وہ اولاً بغیر عقل کے ہتسمہ کے کامیاب نہیں ہو سکتا ہے۔ لہذا یسوع کے پُر معنی الفاظ: ”اب ایسا ہی ہونے دے کیونکہ ہکو اسی طرح ساری راستبازی پوری کرنا چاہیے“ (دیکھو متی کی انجیل باب ۲ - آیت ۱۵)۔

عقل سکھ کی ہو گئے والی نہیں ہے اسلئے وہ دولہا نہیں ہے۔ لیکن یہ اسکے لئے قدرتی فعل ہے کہ وہ دولہا کی آواز سن کر خوش ہو کیونکہ اُسکے آتے ہی بیابان بہشت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور آخری بات یہ ہے کہ چونکہ نجات کے حاصل ہونے میں ہمتانی حاصل ہوتی ہے جو عقل و حافظہ وغیرہ کے غارت ہونے کے بعد حاصل ہوتی ہے اسلئے یوحنا (عقل) کہتا ہے کہ ”ضروری ہے کہ وہ بڑے لیکن میں گھٹوں گا“

یوحنا کا اپنے شاگردوں کو اس امر کے دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ آیا یسوع (روح) مسیح یعنی نجات دینے والا ہے باوجود اسکے کہ وہ اُسکی حاملہ مان کی آواز سن کر خوشی سے اچھل پڑا تھا عقل کی خاصیت کو ظاہر کرتا ہے جو ہمیشہ شبہ و شک میں پڑی رہتی ہے اور شاذ و نادر ہی اپنے نتائج سے مطمئن ہوتی ہے۔ پس یہ ظاہر ہے کہ یوحنا ہتسمہ دینے والے کا خیال اُس انسانی عقل کی طرف اشارہ کرتا ہے جسکو آتما کے خدا ہونے کا پتہ لگ گیا ہے۔

روح القدس یا متبرک روح وہ پاک روحانی خیال ہے جو انسان کو متبرک یا کامل بناتا ہے۔ وہ پورنٹا یا متبرک پن کا دینے والا ہے یعنی صاف الفاظ میں روح القدس دیر آگاہی کا دوسرا نام ہے جس کا مفہوم دنیاوی تعلقات سے غایت درجہ کا

تصویر ہے اور یوحنا لذت دنیاوی سے بچتا کر دستکش ہونے والی عقل کی چونکہ جو ہر روح ایک ہی ہے جسکی یہ دو مختلف صورتیں ہیں اسلئے وہ آپس میں رشتہ دار ٹھہرتے ہیں۔ اس وجہ سے یسوع اور یوحنا آپس میں ماؤن کے رشتہ سے بہائی ہیں۔ یوحنا کی زندگی کی غرض مثل ایک بیابان میں رونے والی کی آواز کے ہے اور اسکے رونے کا مطلب انسانوں کو توبہ کرنے کی ہدایت کرنا اور خداوند کی آمد کے لئے راستوں کو سیدھا کرنا ہے (دیکھو مرقس کی انجیل باب ۱- آیات ۳ و ۴)۔ یہ اس من کی حالت ہوتی ہے جو صدق دل سے اپنی عاقبت پر بھار کرنے لگا ہو۔ جب انسان دنیاوی بہوگوں سے عاجز اور خواہشات نفسانی سے پریشان ہو جاتا ہے تب وہ اپنی عاقبت کا خیال کرتا ہے اور اسوقت اسکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ کوئی دوست و احباب نہ دولت نہ مرتبہ نہ جسمانی قوت نہ کوئی اور دنیاوی شے اسکو موت کے پنجہ سے چھڑا سکتی ہے اور نہ عدم کی تاریکی کو اسکی آگے آنی ہے ہٹا سکتی ہے۔ تب وہ اس دنیا کو مثل بیابان کے پاتا ہے اور تنہائی کی دہشت سے چلاتا ہے۔ پھر وہ فانی انسان کے سکھوں اور بہوگوں کو کہ جن میں اب تک اسکا دل پھنسا ہوا تھا رنجیدہ ہو کر آہستہ آہستہ یہ معلوم کر لیتا ہے کہ تمام خوشی اور سرور اور ہمیشگی کا خزانہ خود اسکا آتما ہی ہے۔ یہ حالت ہے کہ جسکی تشبیہ ایک شخص کے بیابان میں رونے سے دی گئی ہے جو یہ کہتا ہے کہ ”توبہ کر و کیونکہ آسمان کی بادشاہت قریب ہے“ اب چونکہ عقل کی کارگزاری محض جسمانی پاکیزگی پر ختم ہو جاتی ہے اور چونکہ زندگی (Life) نہ کہ عقل اصلی ترقی کا باعث ہے اسلئے یوحنا کا پیغمبر پانی پر محدود ہے۔ عقل مادہ کی بنی ہوئی مادی ہے۔ لیکن روح نور ہے اور نورانی ہے۔ اسلئے عقل سے کہلا یا گیا ہے کہ وہ مسیح کے جوتے کا تسمہ کہونے کی قابلیت نہیں رکھتی ہے۔ تاہم جو تسمہ عقل ہی کے

کی انجیل کی مشدکہ بالا آیات کی نسبت زمانہ حال کی عالمانہ چنانچہ بین کا نتیجہ ان پرچوں  
الفاظ میں دیتے ہیں (دیکھو حوالہ سابق صفحہ ۹۱) :-

”پسچے رائے فی الحقیقت یہ ہے کہ باوجود صحت کا دعویٰ کرنے کے۔

لوقا ایک بد احتیاط اور اناپ مشاب لکھنے والا مصنف تھا۔“

ایوین سن کی رائے میں لوقا کی انجیل کے پہلے دو باب

”دوسری صدی کے نو عیسائیوں میں سے بعض بے تکلف جلسا زاد تھے

بے باکانہ افسانہ گری ہیں جنہوں نے یہ قیاس کر کے کہ ان کے نئے مذہب

کے موجد کی اس میں عزت بڑھتی ہے اس امر کی کوشش کی کہ اس کی

پیدائش تو کم از کم اتنی ہی عجیب و غریب ثابت ہو جتنی بت پرستوں

کے سورماؤں اور یوتاؤں کی ہوتی ہے۔ اور جنہوں نے بعد کی

یسوع پرستی کی یعنی یسوع کے خدا کی مانند ماننے جانے کی بنیاد رکھی

جو کفر کی شدت کے لحاظ سے بت پرستوں کی بہت سی روایات سے

بھی بڑھ کر ہے۔“

————— (حوالہ سابق صفحہ ۹۲) —————

بد قسمتی سے یہ بات نہ تو ایوین سن کو اور نہ کسی حال کے زمانہ کے محقق کو اور نہ

خود پادری لوگوں ہی کو سوجھی کہ نئے عہد نامہ کی کتاب میں تحریر کے الفاظ کے مفہوم میں نہیں

لکھی گئی کہتیں اور واقعات کے بیان کے طور نہیں پڑ ہی جانی چاہئیں۔ اگر یہ بات انکو سوجھ

جاتی تو انکی کیا رائے ہوتی میں نہیں جانتا۔ لیکن اب میں یوحنا اور سیح کا مفہوم آپ کے سامنے

صل کروں گا تاکہ آپ خود اسکی وقعت کا اندازہ کر سکیں۔

یسوع اولیو حیا خود روم ہی کی مختلف حالتیں ہیں جو اسوقت پیدا ہوتی ہیں جب

کہ متفسر کے اور اس میں روحانیت کا خیال جاگ اٹھتا ہے۔ یسوع حیات فتنہ کی

کہا ہے جو آسمان سے آتا ہے وہ سب سے اوپر ہے۔“

اور یہی کہا (دیکھو یوحنا کی انجیل باب ۳- آیت ۱۴)۔

”میں تو پانی سے نہیں بپتسمہ دیتا ہوں لیکن میرے بعد ایک آنیوالا ہے جو مجھ سے بہت زیادہ زور آور ہے جسکے جوہ کا تمہ کوٹنے کے لائق

میں نہیں ہوں وہ تمکو روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دیگا۔“

یوحنا نے یہ سب کچھ کہا تاہم چند ہینون کے بعد جب ہیرو نے اسکو قید خانہ میں ڈال دیا تو اسنے واقعی اپنے شاگردوں کو بھیجا کہ وہ جا کر یسوع سے دریافت کر دین کہ ”آیا وہ وہی ہے جو آنے والا تھا“ یا وہ کسی دوسرے کے منتظر ہیں (دیکھو مستی کی انجیل باب ۱۱- آیات ۲۰-۲۲)۔

میں یوحنا کی اس عجیب قلم بازی کے متعلق خود کچھ نہیں کہوں گا بلکہ صرف ایونسن (E. H. Rieu) صاحب کو جو بہت دنوں تک عیسائی کلیسیا کے پادری تھے اور جنہوں نے بالاخر اپنے کو اس کلیسا سے بوجہ اختلاف رائے کے علیحدہ کر لیا تھا خود اپنی رائے آپ کے سامنے اس مضمون پر ظاہر کرنے دوں گا۔

دراب یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا کو جو بچپن ہی سے یسوع سے واقف تھا اور جو اس کے بارہ میں وہ سب حال جانتا ہوگا جو اسنے اپنے اور اس کے خاندانوں سے معلوم کیا ہوگا اور جسے معجزانہ طور پر اپنی ماں کے پیٹ ہی میں سے اپنی محبت اور تعظیم کا اظہار محض اسکی (یسوع کی) ماں کی آواز کے سننے پر خوشی کے مارے اچھل پڑنے سے کیا تھا کسی وقت یسوع کے منہ سے ہونے میں شبہ نہ ہو۔“

*History of New Testament Criticism*  
جس کتاب کا بیان پروردار دیا گیا ہے اس کے مصنف سٹراٹف۔ سی۔ کوئی بیرونی

”میں آپ تجھ سے پیشہ لینے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آنا ہے

(یعنی مجھ سے پیشہ لینا چاہتا ہے)“

وہ اسی وقت یسوع کو پیشہ دینے کو راضی ہوتا ہے کہ جب یسوع اسکو یقین دلاتا ہے کہ مسیح کے لئے اول اوس سے پیشہ پانا لازمی ہے (دیکھو متی کی انجیل باب ۱۲- آیت ۱۵)۔

”یسوع نے جواب میں اوس سے کہا کہ تو اب ایسا ہونے ہی دے

کیونکہ میں اسطرح ساری راستبازی پوری کرنی مناسب ہے“

اسکے بعد یوحنا نے دیکھا کہ آسمان اُٹل گیا اور خدا کی روح فاختہ کی شکل میں یسوع سے اوپر اتر مئی۔ اور اسکے بارہ میں یوحنا نے خود ایسا کہا ہے (دیکھو یوحنا کی انجیل باب ۱- آیت ۳۲)۔

”چنانچہ میں نے دیکھا اور گواہی دیتا ہوں کہ یہ خدا کا بیٹا ہے“

دوسرے روز یوحنا نے اپنے دو شاگردوں کو یسوع کو جاتے ہوئے دکھایا اور

کہا (دیکھو یوحنا کی انجیل باب ۱- آیت ۳۶)۔

”دیکھو یہ خدا کا بڑا ہے“

اپنے آنے کا مطلب یوحنا نے اسطرح پر بتلایا (دیکھو یوحنا کی انجیل باب ۳- آیت ۲۸

نہایت ۳۱)۔

”میں مسیح نہیں ہوں مگر میں اوسکے آگے بھیجا گیا ہوں۔ جسکے پاس میں ہی

وہ ہی دولہ ہے گردولہا کا دوست جو کہڑا ہوا اور اوسکی باتیں سنتا ہو

دولہا کی آواز سے بہت خوش ہوتا ہے۔ پس میری یہ خوشی پوری ہو گئی

ضرور ہے کہ وہ بڑے اور میں گھٹوں۔ جو اوپر سے آتا ہے وہ سب سے

اوپر ہے اور جو زمین کا ہے وہ زمین ہی سے ہے اور زمین ہی کی

”جکے دل بچے اعتقاد سے پاک ہو گئے ہیں وہ قبیح - پر تاپ - و دیا  
 کبرئی - لچھی - فتح اور فضیلت کے مالک ہوتے ہیں - وہ اپنے  
 گہرانوں میں پیدا ہوتے ہیں اور دہرم - ارتہد - کام و موکش  
 کے حاصل کرنے والے اور انسانوں میں برتر ہوتے ہیں -  
 ”جس نے دہرم کا امرت پیا ہے وہ جو سب قسم کے دکھوں سے  
 آزاد ہوتا ہوا اپار بنے مثال اور سب سے عمدہ موکش کے پر  
 آمد کے سمندر سے اپنی نسیکن کرتا ہے -

”جو جو دیر آگ اور دہرم کے کرے مارگ پر چلتے ہیں وہ ہمیشہ  
 کے لئے کتنی کے پر آمند (بے مثال کہہ) کو پہنچتے ہیں اور انہیں  
 لا محدود گیان - اعتقاد قوت - شانتی - خوشی - تڑپتی اور پورنتا  
 (فضیلت) پائی جاتی ہیں - اور اگر کوئی ایسی آفت ہی آجاوے جو تینوں  
 لوگوں (تمام کائنات) کے غارت کر نیکو کافی ہے تو ہی سیکر و دن کا ویکر  
 گزرنے پر کمست جیون کی حالت میں ذرہ بھی کمی نہیں ہو سکتی ہے -  
 اب ہم یسوع اور یوحنا بپتسمہ دینے والے کے باہمی تعلق کو سمجھنے کی کوشش کریں گے  
 جن میں سے آخر الذکر کی شخصیت انجیل مقدس میں نہایت پیچیدہ ہے - اول تو وہ مسیح  
 کا ادسکی مان کے رشتہ سے بہائی کے طور پر قریبی رشتہ دار ہے اور مسیح کی مان کی آواز  
 کو جب کہ مسیح اس کے پیٹ میں تھا خود اپنی حاملہ مان کے پیٹ کے اندر ہی سے سنکر  
 خوشی کے مارے اچھل پڑتا ہے (دیکھو لوقا کی انجیل باب ۱ - آیت ۴۱) - یہ ہی  
 لکھا ہے کہ یوحنا یردن ندی کے کنارہ عیسیٰ کو ملا اور جب عیسیٰ نے اس سے  
 بپتسمہ لینا چاہا تو اس نے حلیمی سے جواب دیا (دیکھو متی کی انجیل باب ۳  
 آیت ۱۴) :-

پر زیادہ زور دیا جائے۔ اگر ارواح صرف ایک ہی دفعہ پیدا ہوتے اور مرتے ہوں تو یہ الفاظ بالکل بے معنی ٹھہریں گے۔ یہ امر کہ یہ بیان صرف اون ہی پر مآتماؤن کی نسبت کہ جو اوس دنیا کو پاتے ہیں اور مردوں سے بھی اوتھتے ہیں کیا گیا تھا اس بات کے ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کہ وہ تمام ارواح سے بلا امتیاز متعلق نہیں ہے۔ پس جب کہ وہ تمام جاندار جنہوں نے اپنی آتماؤن کو پوتر نہیں کر لیا ہے آداگوں میں بار بار پیدا ہوتے اور مردہ بن جاتے ہیں وہ ارواح جنہوں نے روحانی کمال کو پورے طور سے حاصل کر لیا ہے آئندہ مرنے سے خلاصی پاتے ہیں (دیکھو کی اوف نو بیچ)۔

اب ہم بحث کا مضمون آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

”مبارک وے ہیں جو حلیم ہیں کہ وہ دنیا کے وارث ہونگے،“

(دیکھو متی کی انجیل باب ۵ آیت ۵)۔

اُسکا حاف طور سے یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ اپنے آئندہ جنوں میں بادشاہ اور انسانوں کے حاکم بنیں گے۔ قیامت کے مسئلہ کی مردہ لفظی تعبیر سے اس آیت کا مطلب بالکل خط ہو جاتا ہے کیونکہ اگر قیامت کے قبل دنیا کا خاتمہ ہو جاوے گا تو حلیم کس چیز کو ورثہ میں پائیں گے۔

اسی طور پر یہ کہا گیا ہے (دیکھو متی کی انجیل باب ۱۹ آیت ۲۹)۔

”اور جس کسی نے گہرون یا بہایکون یا بہنوں یا باپ یا مان یا پچوں

یا کہیتوں کو میرے نام کی خاطر چھوڑ دیا ہے اوکو سو گنا ملے گا اور ہمیشہ

کی زندگی کا وارث ہوگا۔“

یہ بالکل وہی بات ہے جو چین مت میں کہی گئی ہے جیسا کہ رتن کرند شراؤکا

چار کے ذیل کے مضمون سے جو گہرست دہرم پر ایک بڑا مستند شاستر ہے

ظاہر ہوگا۔



دوسرے کنارہ پر پہنچ جاتی ہے تو اسکے شہوت کے خیالات اور نیز وہ بادی جسم جو تذکیر اور تانیث کی اندریوں کے لئے ضروری ہیں دونوں ہی تپ اور گیان کی آگنی سے جل جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نروان میں جو نہ شادی کرتے ہیں اور نہ اونکی شادی کرائی جاتی ہے۔

پس فرزند ان خدا وہ پاک اور کامل بزرگ ہیں جنہوں نے اپنے اعلیٰ اکو ریش (مقصد) کو حاصل کر لیا ہے اور جو خدا ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے کرمون کی قید اور اس سے پیدا ہونے والے بار بار کے جنم مرن کے سلسلہ کو توڑ ڈالا ہے۔ اولہ اب عالم کے سکھر (چوٹی) پر جہالت اور اسکے بڑے دنی دوست موت کے فاتح کے طور پر زندہ ہیں۔ وہ فرزند ان خدا کہلاتے ہیں اسوجہ سے کہ انہوں نے خدا کے کمال کو حاصل کیا ہے جو جیون کا انجام ہے گویا پر ماتا پن یا خداوندی کو در نہ میں پایا ہے۔ خالص پورن خوشی یعنی کبھی نہ کم ہونے والا ہمیشہ کا پریم آنند موت کو مغلوب کرنے کی طاقت یعنی حیات جاودانی۔ قدرت کاملہ۔ غیر محدود گیان۔ اور غیر محدود مشاہدہ جنکو جین مت کے شاسترون میں انت چٹشٹ (چار قسم کی لامحدود غفلتیں) کہتے ہیں اونکی نورانی آتماؤن کے گن ہیں۔ وہ قوم انسان کے اصلی مرشد ہیں اور معرفت یعنی مذہب کے اصلی مخرج۔ اونکے خاص اوصاف جو یسوع نے بتائے ہیں (دیکھو لوقا کی انجیل باب ۲۲ آیات ۳۲ لغایت ۳۶) حسب ذیل ہیں۔

- (۱) روحانی قابلیت جس سے وہ اس دنیا یعنی نروان کو پاتے ہیں۔
- (۲) تذکیر اور تانیث سے مبرا ہونا یعنی سب قسم کے جسموں سے رہائی۔
- (۳) موت سے خلاصی۔ اور
- (۴) پر ماتا پن کا حصول۔

یہ ناممکن ہے کہ لوقا کی انجیل (باب ۲۲ آیت ۳۶) میں مسیح کے کہے ہوئے الفاظ ”پر کھیں“

(دیکھو دی نیچر اور فین صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴) :-

”کہا کہ (خفیہ معرفت) کے فلسفہ کے زمانہ میں یہودی آد اگون کے مسئلہ کو قبول کرتے تھے اور اس بات کو مانتے تھے کہ آدم کی روح نے داؤد میں جنم لیا تھا اور آئندہ مسیح ہوگی“

معقولوں ہے کہ آد اگون کا مسئلہ یہودیوں کے مت کے پڑانے ابتدائی اصولوں میں مفہوم ہے۔ لیکن اپنے مضمون کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے موت تو روح اور مادہ کے اختلاط کا نتیجہ ہے اسوجہ سے کہ وہ ایک دوسرے سے آزادی کی حالت میں آ رہیں۔ کیونکہ دونوں خالص نور روح اور نیز مادہ کے ذرے غیر مرکب ہیں اور اسلئے غارت ہونے کے ناقابل ہیں۔ پس جو کوئی حیات جاودانی کا طالب ہے اسکو چاہیے کہ وہ اسکو اپنی ہی ذات میں اپنی روح سے اس بیداری مادہ کے ایک ایک ذرہ کو جو اس سے لپٹا ہوا ہے علیحدہ کر کے ڈھونڈے۔ یہ ایک ہی طرح سے ممکن ہے یعنی صرف تپشیا سے۔ جب کوئی متفسس سب قسم کے راگ اور دیش سے مبرا ہو جاتا ہے تب کہا جاتا ہے کہ اسنے موت کو فتح کر لیا گو کہ وہ اس دنیا میں آدمیوں کے درمیان زندہ رہتا ہے جب تک کہ اسکا جسم (یا زیادہ صحت کے ساتھ اجسام) بالکل اس سے علیحدہ نہیں ہو جاتے۔ اس زمانہ میں وہ جیون مکت کہلاتا ہے۔ بالآخر جب وہ سب قسموں کے مادی تعلقات سے چھٹکارا پاتا ہے تو وہ فوراً اس کل کائنات کے سب سے اونچے مقام (سکر) پر مثل خالص نور کے پونچے جاتا ہے اور (*The most High*) (اللہ تعالیٰ) کہلاتا ہے۔ کیون اس دنیا میں شادی نہیں ہوتی ہے اور نہ کرائی جاتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اس دنیا میں تذکیر اور تانیث کا امتیاز ہی نہیں ہے۔ تذکیر اور تانیث کا تعلق جسم سے ہے نہ کہ روح سے۔ اسوجہ سے ایک ہی روح آد اگون کے سلسلہ میں کہی مرد اور کہی عورت کا جامہ پہنتی ہے۔ لیکن جب وہ اس سنار ساگر کے

آیا ہے (دیکھو متی کی انجیل باب ۸ آیت ۲۲) :-

”مردوں کو اپنے مردے دفن کرنے دو“

انجیل کی کتاب مکاشفہ کا یہی ایسا ہی مفہوم ہے (دیکھو باب پہلا آیت ۱۸) کہ جہاں ایک کل آلہ کے منہ سے کھلا یا گیا ہے کہ -

”میں وہ ہوں جو زندہ رہتا ہے اور مر گیا تھا اور دیکھ میں ابدالباد

زندہ رہوں گا۔ آمین۔ اور موت اور دوزخ کی کنجیاں میری پس ہیں

مردوں سے جی اٹھنے یا قیامت کے معنی پس موت کے فتح کرنے کے ہیں یعنی اس

کمزوری کے دوزخ کو دینے کے جو روحانی زوال کے باعث سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ

کمزوری راگ اور دیش کے باعث سے ہو کر جنکو شاعرانہ خیال میں نیکی اور بدی کا

پہل باندھا گیا ہے) اور افعال کو درست کر کے موت کو مغلوب کرنے سے رفع ہو جاتی ہے

جب کہ وہ اشخاص جو اس دنیا کے پانے اور مردوں سے جی اٹھنے کے قابل خیال

کئے جاتے ہیں پہر بھی نہیں مر سکتے (دیکھو لوقا کی انجیل باب ۲۰ آیت ۳۶)۔ اس طرح پر

موت کی علامت راگ اور دیش یعنی ذاتی محبت

اور نفرت پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم سابق کے سائنس دانے لکچر میں دیکھ چکے ہیں

راگ اور دیش کر مون کے بندھن اور آواگون کے اصلی کارن ہیں۔ اون سے نور

روح اور مادہ کا اختلاط ہوتا ہے جس سے روح کی طاقت کمزور پڑتی ہے۔ یہ

وہی بات ہے جو عیسائی رموز دان عارفون نے خود بتائی ہے جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے

ہیں گو کہ ادنیٰ اس کل مضمون سے تفصیل کے ساتھ واقفیت نہ تھی۔ یہودیوں کے

پوشیدہ علم معرفت میں ہی جو ادنیٰ مذہب کا سچا پہلو ہے جیسا کہ اس وقت بالکل صاف

ہو گیا ہوگا (کیونکہ لفظی تعبیر مثل بے مغز کے پوست کے ہے) آواگون کو تسلیم کیا ہے

(دیکھو ای۔ آر۔ ای۔ جلد ۷ صفحہ ۶۲۶) پروفیسر میچنی کون صاحب کا کلام ہے

فضل و کرم سے خدا کی بادشاہت میں داخل ہوئی ہے یہ امید کرنا کہ وہ مثل ایک جین  
 یا ہندو بیوہ کے سدا پر ہیز گار بنی رہیگی امر موسوم ہے۔ ہاں ایسی ہی دقتیں ہیں جن میں  
 بد عقلی پڑا کرتی ہے جب وہ واقعات کے خلاف رائے زنی پر آمادہ ہوتی ہے۔  
 تیسرا امر یعنی حیات ابدی کا زندہ شدہ متنفس کا پالینا ہی اتنا ہی تعجب خیز ہے۔  
 مجسم روح نور اور مادہ کا مرکب ہے اور مرکبات کی یہ صفت نہیں ہے کہ وہ غیر فانی ہوں  
 اور نہ حیات جادوئی کوئی ایسی شے ہے کہ جو دو دو آنہ کی پوڑیوں میں عطاروں کے یہاں  
 مل سکے۔ اصلیت یہ ہے کہ قیامت کا مسئلہ دراصل آواگون کا مسئلہ ہے گو کہ وہ خفیہ  
 راز دانی زبان میں چھپا یا گیا ہے۔ یہودی لوگ اس سے نادان تھے اور فریسی لوگ  
 علانیہ اسکو مانتے تھے انکو پہلے یہ مصریوں کو معلوم تھا جنہوں نے غالباً اسکو اہل فارس سے  
 کسی طور پر حاصل کیا تھا۔ لیکن قیامت کے دن کے خدا کا ابتدائی پیشرو ہندوؤں کا دیوتا جراج  
 ہے جو جیون کے مرنے پر اُنکے پُرن اور باپ کا موازنہ کرتا ہے اور انکو اُنکے مناسب مقلد پر  
 بھیجتا ہے۔ یہ جراج کرم کے قانون قدرت کی تصویر ہے جو بوجہ اس کے کہ وہ مختلف  
 جوہروں اور عناصر کی قدرتی صفات اور قوتوں سے پیدا ہونے والا نتیجہ ہے قطعی خطا نہیں  
 کر سکتا ہے اگر مردوں کا ایک مقررہ دن دنیا کے اختتام پر جی اُوٹنے کا خیال اس مسئلہ سے  
 کسی مذہب میں بھی تعلق نہیں رکھتا تھا گو کہ بعض بعض شاستروں کا کلام بیرونی لفظی مفہم  
 میں اس قسم کے معنی کو کہنچ تان کر قبول کر سکتا ہے۔ اصل مفہوم یہ تھا کہ ہر متنفس کے  
 مرنے پر اسکی عاقبت کا تصفیہ کرم کے قانون سے جو موت کے دیوتا کی شکل میں باندھا  
 گیا ہے خود بخود ہو جاتا ہے اور وہ ایک نئی جون میں دوبارہ جنم کے لیے قدرتی کثرت  
 سے پہنچ جاتا ہے یہ سلسلہ جنم مرن کا نردان کے حاصل ہونے تک جس کے معنی موت پر  
 فتح پانا یعنی مردوں سے جی اُوٹنا میں جاری رہتا ہے۔ مردوں سے مراد اُن تمام  
 ارواح سے ہے جو روحانیت میں زندہ نہیں ہیں جیسا کہ انجیل کی مفصلہ ذیل آیت میں

فرزند ہیں۔

یہاں یہ صاف طور سے بتا لایا ہے۔

(۱) کہ قیامت ہر شخص کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف انہیں کے لئے ہے جو اس دنیا کے پانے کے اور مردوں سے جی اٹھنے کے لائق قرار دیئے جاتے ہیں۔

(۲) کہ اس دنیا میں شادی کی قسم کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اور

(۳) جو لوگ مردوں سے جی اٹھتے ہیں وہ ابدی زندگی پاتے ہیں اور بوجہ قیامت کے فرزند ہونے کے خدا کے فرزند کہلاتے ہیں۔

لیکن ان میں سے پہلا امر ہی قیامت کے مسئلہ کے متعلق عوام کے عقیدہ کا قاتل ہے جس کے بموجب ہر شخص بلا لحاظ قابلیت زندہ کیا جائیگا۔ یسوع صاف طور سے کہتا ہے کہ وہ حالت صرف انہیں کے لئے ہے جو اسکے لائق سمجھے جائیں گے۔

دوسرا امر عوام کے عقیدہ کے اور بھی خلاف ہے جس کے بموجب مرد اور عورت مادی جسموں کے ساتھ جی اٹھیں گے اور زندان اکٹھے کر جائیں گے۔ اب اگر مردوں سے جی اٹھتے ہوئے انسانوں میں مرد و زن کا امتیاز ہوگا تو ان کی حالت ان بیواؤں کی سی ہوگی جنکو دوبارہ شادی کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے اور جنکے ساتھ عیسائی لوگ اس وجہ سے کہ جبراً اُن پر عمر بہر کا رنڈا پا ڈال دینا بے دردی اور نامنصفی کا فعل ہے نہایت بدمردی ظاہر کرتے ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ قیامت کے بعد کی دنیا کے اُن لوگوں کی کیا حالت ہوگی جو مرد اور عورت تو ہوں گے مگر جو شادی کی خوشی سے محروم رکھے جائیں گے۔ کیا انہی کا عطیہ جبکہ وہ اپنا کام نہ کر پاوے باعث ناقابل برداشت دکہہ کا نہ ہوگا۔

اور ایسی ہر روح سے جس نے کسی قسم کے قواعد اور قرینہ کی پابندی نہیں کی ہے اور جو تپشیا کے ننگ دروازہ اور سکرے راستہ میں سے نہیں بلکہ کسی نجات دہندہ کی

بلکہ اپنا آزاد نفاذ رکھتے ہیں۔ اسلئے جب بعض لوگ کہتے ہیں کہ اونکو یہ خیال بہت ٹسکین دہ معلوم ہوتا ہے کہ اونکو کوئی شخص اپنے فضل سے نجات دینا چاہتا ہے تو وہ جوٹی حفاظت سے مطمئن ہو جاتے ہیں اور اپنے تئیں ایک ایسے ظاہر میں بیجان نظر آنے والے آتش فشان پہاڑ کی چوٹی پر ٹلا دیتے ہیں جسکی ظاہری خاموشی عنقریب ہی اچانک غارت گری کی پورش سے تبدیل ہوا چاہتی ہے۔ اُن قوانین سے جو روح کے متعلق پہلے بیان کئے جا چکے ہیں یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ او سکی قید کو کوئی شخص او سکے باہر سے کسی حالت میں نہیں توڑ سکتا ہے۔ او سکی وجہ یہ ہے کہ ایک روح دوسری روح کی خواہشات پر قابو نہیں رکھتی ہے جو اسوجہ سے کہ وہ روح اور مادہ کے اختلاط کا باعث ہیں جب تک کہ وہ قائم ہیں اپنا اثر ضرور دکھاتی رہتی ہیں۔

مردون کے جی اُٹھنے کے متعلق عیسیٰ کی تعلیم جو عیسائیوں کی آواگون کی مخالفت کی آخری گرہ ہی ہے خود آواگون کو ثابت کر دیتی ہے اگر او س فلسفہ کے طریقہ سے غور کیجائے۔ یہ تعلیم بعض صدوقوں کے اس سوال کو جواب میں کفایت میں ایک خاص عورت کسکی زوجیت میں آئگی جسے اس دنیا میں سات بہائیوں سے اونکے یکے بعد دیگرے مرجانے پر شادی کی تہی دی گئی تھی۔ اور اسکا مضمون لفظ بہ لفظ حسب ذیل ہے (دیکھو لوقا کی انجیل باب ۱۲۔ آیات ۳۲ تا ۳۶)۔

”اس جہان کے فرزندون میں تو بیاہ شادی ہوتی ہے لیکن جو لوگ اس لائق قرار دیے جائیکے کہ او س جہان کو حاصل کریں اور مردون میں سے جی اوٹھیں وہ شادی نہیں کرتے اور نہ اونکی شادی کرائی جاتی ہے اور نہ وہ پھر مر سکتے ہیں کیونکہ وہ فرشتوں کے مانند ہیں اور خدا کے فرزند ہیں اسوجہ سے کہ وہ قیامت کے

اسلئے گناہ کی غلامی صاف طور سے افعال یعنی کرمون (کرم = فعل) کی بندش ہے جس سے رہائی پانے سے فرزند کی حالت حاصل ہوتی ہے۔

اب اگر پڑھنے والا اس مضمون پر اور غور کرے گا اور یہ سوال اٹھائے گا کہ روح اپنے کرمون سے کسی بندہ ہی سے تو وہ جلد اون نتیجوں پر پہنچ جائیگا جو ہم آسرو اور بندہ کے سلسلہ میں پہلے نکال چکے ہیں۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ کسی واقعی وجود رکھنے والے فنی روح یا شے کو محض خیالی باتوں یا قیاسات یا الفاظ سے باندھا جاسکے۔ اسلئے کسی باندہ بننے والی طاقت کی ضرورت ہے اور باندہ بننے والی طاقت کا کسی جو ہر یا شے کے وجود سے علیحدہ خیال میں آنا ناممکن ہے۔ یہاں پر جین مت کی ٹھیک ٹھیک تعلیم بے حد کار آمد ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب کہ بعض مذاہب محض الفاظ جیسے وہم مایاد وغیرہ سے روح کو باندھنا چاہتے ہیں بعض بہم طور پر خواہش کا تذکرہ کرتے ہیں اور بعض اس قسم کے عام الفاظ کو استعمال کرتے ہیں جیسے کرم۔ فعل۔ گناہ اور تقدیر۔ سائنس کی طرح کے ٹھیک ٹھیک علم کی ضرورت پر ہم پہلے زور دے چکے ہیں اور یہ واضح ہے کہ مذاہب کے جھگڑے اور غلط فہمیاں محض بہم مسائل ہی پر مبنی ہیں۔

یہ قرن قیاس نہیں ہے کہ اب کوئی شخص ایسا ملیگا جو یو خا کی انجیل کے آہٹوں باب کی چھتیسویں آیت میں آئے ہوئے لفظ فرزند کے معنی یسوع ناصری کے لگائے۔ لیکن اگر کوئی ایسا خیال کرے تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک روح دوسری روح کو روحانی ترقی کے معاملہ میں اس سے زیادہ مدد نہیں دے سکتی ہے کہ اسکو آواگون کی قید سے رہائی پانے کا راستہ بتا دے اور یہ ہی نہیں ہے کہ ہمارے ذاتی عقائد کا کچھ اثر اس معاملہ پر پڑتا ہو کیونکہ قوانین قدرت انسانوں یا اون سے نیچے اور اونچے طبقہ کے جانداروں کی خواہشات پر موقوف نہیں ہیں

انجام کار چھٹیویں میں بطور کیا گیا کہ قید روح واقعی (لفظ واقعی یہاں قابل لحاظ ہے) صرف فرزند ہی دے سکتا ہے جو اب تک رہے گا۔ اب لفظ فرزند کے معنی یسوع کی زبان میں اس روح ہیں جو خدا کو متبادل بالکل حاصل کر لیا ہو۔ سنیٹ پال کہتے ہیں: اس لیے کہ جتنے خدا کے کمال کو مد نظر رکھ کر چلتے ہیں وہی خدا کے بیٹے ہیں۔ . . . .

روح خود ہماری روح کے ساتھ مل کر گواہی دیتا ہے کہ ہم خدا کے فرزند ہیں اور اگر فرزند ہیں تو وارث بھی ہیں یعنی خدا کے وارث اور مسیح کے ہم میراث بشرطیکہ ہم اس کے ساتھ دکھ اور ٹھائیں تاکہ اس کے ساتھ جلال بھی پائیں (انجیل کتاب رومیوں باب ۸ آیات ۱۴ و ۱۵ و ۱۶)۔ پس اگر ہم اپنے نتائج کو سلسلہ وار درج کریں تو حسب ذیل امور حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) لفظ غلامی کے معنی مذہب میں گناہ کی قید یا بندش کے ہیں۔

(۲) یہ قید دوامی نہیں ہے مگر فرزند کی حالت ابدی ہے۔ اور

(۳) روح اصلی آزادی کو اس وقت پاتی ہے جبکہ وہ فرزند کی کا مرتبہ حاصل

کر لیتی ہے۔

یہ امور صبر و استقامت کی تعلیم سے بالکل متفق ہیں اور دراصل سائنس مذہب اس کے تین رکن ہیں اور ان سے آدھا گون کے اصول کی علت غائی پورے طور سے ظاہر نہیں ہوتی اور وہ سمجھ دار آدمی کے لئے محض اشارہ کے طور پر ہیں۔ اگر پڑھنے والا اب اپنے سے یہ سوال پوچھے کہ گناہ کیا چیز ہے تو وہ جلد اس بات کو دیکھ لے گا کہ اس نام کا کوئی ذی روح یا شے نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ تو ایک محض لفظ ہے اور اگر ہم آج سے قیامت کے دن تک اس کی تلاش کرتے رہیں تو یہ یقینی ہے کہ ہم ہمیشہ ایک محض لفظ ہی پایا جائیگا۔ اصلیت یہ ہے کہ گناہ کا مفہوم ناروا افعال کا کرنا ہے کیونکہ گناہ کوئی واقعی ذی روح یا شے قدرت میں نہیں ہے۔



بناد عالم سے اب تک پوشیدہ رہی ہیں ۴ (متی کی انجیل باب ۳۳-  
آیت ۳۵) -

یوحنا کی انجیل کے آٹھون باب کی بتیسویں آیت کا مضمون یہاں پر بہت اہمیت  
لکھتا ہے - وہ کرمون کی قید ہے جس کا حوالہ یسوع کے تحت کے بیان میں ہے -  
”اور تم حقیقت سے واقف ہو گے اور حقیقت تمکو آزاد کر لیگی“ (یوحنا  
کی انجیل باب ۸- آیت ۳۲) -

وہ فرضی مناظرہ جسکا ذکر اس کے بعد کی آیتوں میں درج ہے اس قید کی  
ماہیت کے سمجھانے کے لئے جسکا حوالہ دیا گیا ہے عاقلانہ اشارہ بس اس کے  
طور پر گھڑا گیا تھا - ذیل میں اس سلسلہ کی ضروری آیات پیش کی جاتی ہیں -

”۳۳- انہوں نے اسے جواب دیا ہم ابراہیم کی نسل سے ہیں اور کبھی کیسکی  
غلامی میں نہیں رہے تو یہ کیونکر کہتا ہے کہ تم آزاد کئے جاؤ گے“

”۳۴- یسوع نے انہیں جواب دیا میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی گناہ  
کرتا ہے وہ گناہ کا غلام ہے“

”۳۵- اور غلام ابد تک گہر میں نہیں رہتا لیکن بیٹا ابد تک رہتا ہے“

”۳۶- پس اگر بیٹا تمہیں آزاد کر لے گا تو تم واقعی آزاد ہو گے“

اگر ہم ان آیات کی ہیک تعبیر کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو چاہیے کہ پہلے ان امور کو  
دریافت کریں جو ان میں الگ الگ طے کئے گئے ہیں - احتیاط کے ساتھ غور کر دوسرے  
واضح ہو گا کہ جو بتیسویں آیت میں اس سوال کا کہ آیا غلامی سے مراد قومی یا ملکی طاعت  
سے ہے جو بتیسویں میں اٹھایا گیا ہے جواب دیا گیا ہے - جواب صاف ہے - گناہ کی  
غلامی سے مطلب ہے نہ کہ قومی غلامی سے پینتیسویں آیت میں غلامی اور فرزندگی کی  
حالتوں میں امتیاز کیا گیا ہے جنہیں سے پہلی کو ختم ہونیوالی اور دوسری کو ابدی قرار دیا ہے -

(۳) مندر کے پردہ کا پٹنا ہی ایک تخیلی راز ہے۔ جو پردہ پٹتا ہے وہ کسی ہاتھوں سے بنائے ہوئے چوئے اور اینٹ کے مندر کا نہیں بلکہ روح کے مندر کا ہے اندرونی روشنی کے ادھر جو پردہ پڑا ہوا ہے اوسکے پٹنے سے بیان مراد ہے جس سے پرماتما بن کا اصلی پرکاش ہو جاتا ہے نہ کہ ایک چوئے یا تپھر کے بنے ہوئے مندر یا اوسکے کسی حصہ کے غارت ہونے سے۔ روحانی پرکاش (روشن ضمیری) اس اندرونی پردہ کے پٹنے کا فوری نتیجہ ہے۔

(۴) لیکن سب سے دلفریب تشبیہ جو اس سلسلہ میں استعمال ہوئی ہے وہ قرون کے کہل جانے کی ہے۔ جس چیز سے بیان مراد ہے وہ صاف طور سے کسی قبرستان کی قرون کی قطارین نہیں ہیں جن میں مردے دفن رہتے ہیں اور نہ مردوں کی مڑی ہوئی لاشوں کے کسی زبردست قوت سے پینکے جانے اور عوام میں ظاہر ہونے سے ہے۔ بلکہ انسانی حافظہ کے قبرستان سے ہے جہاں گذشتہ زمانہ کے واقعات احساس و خیالات اسی طرح سے دفن پڑے رہتے ہیں جیسے زمین کے اندر مردے۔ یہ تخیل بچلی جو نون کے حالات کا یاد آنا جو ریاضت سے ممکن ہے ظاہر کرتی ہے۔

ہم سے یہ کہنا کہ آواگون عیسائی مذہب کا کوئی بنیادی اصول نہیں ہے اور یہ کہ عیسیٰ کی تعلیم کلیتاً اس مسئلہ کے مخالف ہے بے سود ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ جو لوگ ایسا خیال کرتے ہیں انہوں نے اپنی انجیل کو اس ہدایت کے لحاظ سے ”جو بڑے وہ سمجھے“ جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں نہیں پڑھا ہے جیسا اب آپ کو معلوم ہو گیا ہے انجیل میں خفیہ عقائد اور پوشیدہ مسائل بظاہر بے معنی الفاظ کے نیچے چھپے ہوئے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ کہی نہیں کہا جاتا:-

” میں تمہیلوں میں اپنی زبان کہوں گا۔ میں وہ باتیں ظاہر کروں گا جو

یہ سب تیغی رموز ہیں جو اس زمانہ میں پہلی مرتبہ آپ کو بتائے جاتے ہیں۔

(۱) چٹانوں کے پہاڑ جانے سے مراد کرمون کی سخت فولاد کی سی بندشوں کا ٹوٹنا ہے جو روح کے اندرونی جسم میں پڑی ہوئی ہیں۔ آپ نے ہندو اور جینیوں کی پرائون میں پڑا ہوا گا کہ سادہ ہون کی ریاضت سے اندر کا آسن ہلنے لگتا ہے اور بزرگ سادہ ہون کی ہمہ دانی کے حاصل ہونے کے وقت دیو لوک کے مندرون کے گہنٹے خود بخود کھینے لگتے ہیں ان عجیب و غریب واقعات کی اصلیت یہ ہے کہ دیوان کے کیسو ہونے سے جو کرمون کی بندشیں ٹوٹتی ہیں ان سے پیدا ہونے والی زبردست جنبشیں ایک لطیف برقی مادہ کے بلاتار (معاصر ہندو) کے وسیلہ سے اس لطیف مادہ سے جکے اندرون کے آسن اور دیو لوک کے گہنٹے بنے ہوئے ہیں مگر اتی ہیں جس سے وہ ہلنے اور بچنے اور آواز دینے لگتے ہیں۔ سورگون کے راجاؤں (اندرون) کے تختوں کے ہلنے اور دیون (سورگون کے باشندوں) کے محلوں کے گہنٹوں کے بچنے کی یہی وجہ ہے۔

(۲) آفتاب کے تاریک ہونے سے مطلب محدود من کے کارخانہ کے بند ہو جانے سے یعنی اندریون (حواس) و عقل کی شکستگی سے ہے۔ ہندوئی کے طلوع ہونے پر یہ سب غارت ہو جاتے ہیں اور پھر انکی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ہم حواس اور عقل کو بہت کارآمد پاتے ہیں لیکن دراصل یہ روح کی اصلی و جامع ہمہ دانی کچھ روشنی کے روکنے والے ہیں۔ انکا غارت ہو نا جب وہ ریاضت کی تکمیل کے درجہ سے ہو بڑی برکت ہے کیونکہ فوراً ہی ماضی۔ حال و مستقبل تینوں زمانوں کا پورا پورا علم انکی شکستگی پر حاصل ہو جاتا ہے گو کہ باقی اور سب موقعوں پر انکا غارت ہونا واقعی ایک مصیبت ہی

حاصل ہو سکتا جو کہ جب تک اندرونی روحانی تحریک بڑی خصلتوں - عادات اور خیالات کو کافی طور سے غارت نہ کر دے۔ پھر ریاضت کرنی پڑتی ہے جس سے بعض مخصوص عجیب و غریب قوتیں روح کو حاصل ہو جاتی ہیں۔ اب وہ وقت آ جاتا ہے کہ جب شاگرد تقدیر کے چور ہے پر اپنے تئیں زندگی اور موت کی قوتوں کو ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑا پاتا ہے کیونکہ ان غارت گرو قوتوں کا دنیاوی عروج کے لئے استعمال کرنا ہی روحانی ترقی کی جڑ کاٹنا ہے۔ یہی ترغیب ہے۔ ایک بارہ میں انجیل میں کہا گیا ہے کہ شیطان نے یسوع کو دنیا کی سلطنتیں دکھائیں جو اسکو سجدہ کرنے سے حاصل ہو سکتی تھیں۔ لیکن نجات کا خواہشمند درویش اسادہو اب اپنے اس ارادہ سے کہ وہ اپنی شخصیت کو مغلوب کرے نہیں بدل سکتا ہے۔ پس وہ اپنی صلیب اپنے ساتھ لئے پھرتا ہے اور گول گوتھا کے مقام پر جس سے مراد کہو پری کی جگہ ہے مصلوب ہوتا ہے۔ کہو پری کا خاص مفہوم یہ ہے کہ پیچے میں جوئے لے۔ بڑے چکر کا مقام ہے جس پر آخر میں دھیان لگایا جاتا ہے اس تشریح کی تائید میں انجیل کی ذیل کی آیات کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

۱۔ ”یسوع اب تک اپنے جلال کو نہ پہنچا تھا۔“ (یوحنا کی انجیل باب، آیت ۲۹)

۲۔ ”جس نے اس خوشی کے لئے جو اسکے سامنے رکھی گئی تھی شرمندگی کی پرواہ نہ کر کے صلیب کا دکھ سہا۔“ (انجیل - عبرانیوں باب ۱۲ - آیت ۲) -

اصلی زندگی میں جو ایک دم کثیر اور جلیل ہے داخل ہونے کی غرض سے جو باہر آتا (جسمانی شخصیت) کو مصلوب کیا جاتا ہے اسکا نتیجہ اس طور پر ظاہر ہوتا ہے -

(۱) چٹانوں کا پھٹنا -

(۲) آفتاب کا تاریک ہو جانا -

(۳) ہیکل (مندرجہ کے پردہ کا اوپر سے نیچے تک پھٹ جانا - اور

(۴) قبروں کا کھل جانا اور مردوں کا نمودار ہونا -

اُنکی کمال اور نہیں دنیادار آدمیوں کا جو مادہ و نفس کی اسیری سے آزاد ہو چکے ہیں حقہ سمجھتے تھے کیونکہ انکے مطابق مادہ و گناہ [ایک دوسرے سے] جدا نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس فرق کے مطابق کمالیت صرف علم کے ذریعہ سے ہے اور علم رموز میں داخل ہوتا (تعلیم پانے) سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ”وہ ایک اندرونی روحانی حالت ہے جو رموز دانی سے حاصل ہوتی ہے اور جس کا مسیح سے کوئی زندگی کا تعلق نہیں ہے“ (ای-آر-ای-جلد ۹ صفحہ ۳۳۳)۔

رموز معرفت کے تعلق میں مصلوب ہونے پر زندہ ہو جانے اور آسمان پر اوتار جانے کے مسئلوں سے عیسائی لوگ ایسے ہی ناواقف ہیں جیسے ہندو اگنی۔ اندر دوسورج کی عیسائی کی کل زندگی نازک خیالی کی تشبیہات کا ایک سلسلہ جو جسمیں روحانیت میں ترقی کر نیوالی آتما کا جلال دکھایا ہے۔ جب روح کے پر ماتما پن کا خیال دل میں پیدا ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یسوع یا کرشن کی پیدائش ہوئی۔ زندگی سے اوسکی بہت گہری آشنائی ہونیکی وجہ سے اوسکا تعلق پیدا ہونے کے وقت سے ہی گالیون سے پایا جاتا ہے۔ سنسکرت میں گائے سے مراد حواس خمسہ سے ہے اور انگور پر کرنا اور اوپر فتح حاصل کرنا گالیون کی حفاظت کرنا ہے جسکو گوار کشا کہتے ہیں (دیکھو پی۔ ایچ بی جلد ۲ صفحہ ۵۲)۔ تنواری مان مریم عقل ہے جو روح کی قدرت سے حاملہ ہوتی ہے۔ مسیح کا باب ایک بڑھئی ہے جو ایک اور نازک تشبیہ اوس ذہن کی ہے جسکا مظہر ہندو کا دیوتا گنیش ہے۔ کیونکہ بڑھئی چیزوں کو کاٹتا ہے (علم تجزیہ = منہ مسمومہ) اور جوڑتا ہے (علم مرکبات = منہ مسمومہ) مسیح کا حل میں آنا بغیر گناہ کے یعنی پاک طور سے ہوتا ہے کیونکہ یہ حل عقل کو ہوتا ہے مرد و عورت کے یکجا ہونے سے نہیں۔ بالک مسیح پوشیدہ طور سے نشوونما پاتا رہتا ہے جب تک کہ اوسکے دشمن غارت نہ ہو جائیں جسکا مطلب یہ ہے کہ صبح اعتقاد حاصل ہونے کے بعد درجہ یسائی اسوقت تک نہیں

۹۔ اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بہائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں ہو سکتا (لوقا۔ باب ۱۴۔ آیت ۲۶)۔

۱۰۔ جو کوئی اپنی جان بچانے کی کوشش کرے گا وہ اسے کھوئیگا۔ اور جو کوئی اسے کھوئیگا وہ اسکو زندہ رکھئیگا (لوقا باب ۱۷۔ آیت ۳۳)۔  
 ۱۱۔ لوطیوں کے بہت ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گونسلے مگر ابن آدم کے لئے سرد ہونے کی ہی جگہ نہیں (متی۔ باب ۸۔ آیت ۲۰)۔

۱۲۔ محنت اور مشقت میں باد بایداری کی حالت میں بہوک اور پیاس کی مصیبت میں بار بار فاقہ کشی میں سردی اور ننگے پن کی حالت میں (۲ کرنتھوں باب ۱۱۔ آیت ۲۷)۔

۱۳۔ . . . اور بعض خوبے ایسے ہیں جنہوں نے آسمان کی بادشاہت کے لئے اپنے آپ کو خوجہ بنایا ہے (متی باب ۱۹۔ آیت ۱۲)۔

۱۴۔ بلکہ میں اپنے بدن کو مارتا کوٹتا اور اسے قابو میں رکھتا ہوں (۱۔ کرنتھوں باب ۹۔ آیت ۲۷)۔

۱۵۔ اور جو مسیح یسوع کے ہیں انہوں نے جسم کو اسکی رغبتوں اور خواہشوں سمیت صلیب پر پہنچ دیا ہے (گلٹیوں باب ۵۔ آیت ۲۴)۔

۱۶۔ پس اسے بہائیوں میں خدا کی رحمتیں یاد دلا کر تم سے التماس کرتا ہوں کہ اپنے بدن زندہ اور پاک قربانی کے طور پر نہ رکرو جو خدا کو پسندیدہ ہے۔ یہی تمہاری معقول عبادت ہے۔ (رومیوں باب ۱۲۔ آیت ۱)۔

ایسی روشنی ہے جو یہ فلسفہ کے پیش بہا بکھرے ہوئے عمل و جوا سیرات ہمارے سوالات پر ڈالتے ہیں عیسائی رموز دان لوگ (gnostics) بھی

۵۔ اس قید سے رہائی ریاضت اور دیگر نینوں پر عمل کرنے سے جو خواہشات کے قائل ہیں حاصل ہوتی ہے۔

۱۔ کیونکہ اگر تم جسم کے مطابق زندگی گزارو گے تو ضرور مرد گے اور اگر روح سے بدن کے کاموں کو نیست و نابود کرو گے تو جیتے رہو گے (رومیون باب ۸۔ آیت ۱۳)  
 ۲۔ جو کوئی اپنے جسم کے لیے بوتا ہے وہ جسم سے ہلاکت کی فصل کاٹیکھا اور جو کوئی روح کے لیے بوتا ہے وہ روح سے ہمیشہ کی زندگی کی فصل کاٹیکھا (کلیدیون باب ۶۔ آیت ۸)۔

۳۔ پس اپنے اہل اعضا کو مردہ کر دو زمین پر ہیں (کلیدیون باب ۳۔ آیت ۵)۔  
 ۴۔ اور جہاں نیت موت ہے مگر روحانی نیت زندگی اور اطمینان ہے (رومیون باب ۸۔ آیت ۶)۔

۵۔ تنگ دروازہ سے داخل ہو۔ کیونکہ وہ دروازہ چوڑا ہے اور وہ راستہ کشادہ ہے جو ہلاکت کو پہنچاتا ہے اور اس سے داخل ہونے والے بہت ہیں کیونکہ وہ دروازہ تنگ ہے اور راستہ سبکڑا ہے جو زندگی کو پہنچاتا ہے اور اسکو پانے والے تہوڑے ہیں (متی باب ۷۔ آیات ۱۳ و ۱۴)۔

۶۔ افسوس ہے تم پر جواب میرا ہو کیونکہ تم بڑے ہو گے۔ افسوس ہے تم پر جواب ہنستے ہو کیونکہ تم مرد گے اور رو گے۔ مبارک ہو تم جو بڑے ہو کیونکہ آسودہ ہو گے۔ مبارک ہو تم جو اب روتے ہو کیونکہ ہنسو گے (لوقا۔ باب ۶۔ آیت ۲۱)۔

۷۔ اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی سے انکار کرے اور اپنی صلیب اٹھائے اور میرے پیچھے ہوئے۔ (متی۔ باب ۱۶۔ آیت ۲۴)۔

۸۔ اور جو کوئی اپنی صلیب نہیں اٹھاتا ہے اور میرے پیچھے چلتا ہے وہ میرے لائق نہیں ہے (متی۔ باب ۱۰۔ آیت ۳۸)۔

۵۔ ”کیونکہ دیکھو خدا کی بادشاہت تمہارے اندر ہے“ (لوقا کی انجیل۔ باب ۱۷)۔  
آیت ۲۱۔

۶۔ ”اور آسمان پر کوئی نہیں چڑھا سوائے اس کے جو آسمان سے اتر اپنے ابن آدم جو آسمان میں ہے“ (لوقا کی انجیل باب ۳۔ آیت ۱۳)۔

۲۔ آدم کا گناہ و زوال۔

۱۔ ”اس لئے کہ سب نے گناہ کیا ہے اور خدا کی جلال میں کم ہیں“ (رومیوں۔ باب ۳)۔  
آیت ۲۳۔

۲۔ ”کیونکہ خدا نے جہالت میں سب کو ڈال رکھا ہے“ (رومیوں باب ۱۱۔ آیت ۳۲)۔  
۳۔ کلیہ معرفت سے نجات کا ملنا۔

۱۔ ”اے شرع کے عاملوں تم پر افسوس ہے کہ تم نے معرفت کی کنجی غائب کر دی۔ تم آپ بھی داخل نہ ہو سکتے اور دیگر داخل ہونے والوں کو بھی تم نے روکا“ (لوقا کی انجیل باب ۱۱۔ آیت ۵۲)۔

۲۔ ”اور تم بچائی سے واقف ہو گے اور بچائی تمکو آزاد کر دیں گی“ (لوقا کی انجیل باب ۱۱۔ آیت ۳۲)۔

۳۔ ”پس چاہیے کہ تم کامل ہو جیسا کہ تمہارا آسمانی باپ کامل ہے“ (متی کی انجیل باب ۵۔ آیت ۴۸)۔

۴۔ قید گناہ لینے کے مومن کی وجہ سے ہے۔

۱۔ ”اور انسان چراغ جلا کر بیانہ کے نیچے نہیں دھرتے ہیں“ (متی کی انجیل باب ۵۔ آیت ۱۴)۔  
[بیان پر اشارہ صاف طور سے کیا تا اورنی کریم کی طرف سے جو روح کی ہر دہانی کی صفت پر پردہ کی طرح انکین = ظلم۔ آدن = پردہ حائل ہوتا ہے]۔  
۲۔ ”جو کوئی گناہ کرتا ہو گناہ کا عظام ہے“ (لوقا کی انجیل۔ باب ۸۔ آیت ۴۴)۔



## پانچوان لکچر

دیوی دیوتاؤں والے مذاہب

(ب)

نئے عہد نامہ انجیل پر جو پورائے عہد نامہ کا تکرار کیا جاتا ہے غور کرنے سے انجیلوں کی سب سے زیادہ توجہ کے قابل بات انکی تمثیلی تعلیم پائی جاتی ہے۔ جس معرفت کی کبھی کے کہو جانے پر حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل کے عالمن کو سرزنش کی تھی اسی کبھی کی مسیحائی کلام کے پوشیدہ معنی سمجھنے کے لئے ہی ضرورت ہے۔ بلاشبہ کہیں کہیں بیش بہا قیمتی حواہرات ہی سطح پر پڑے نظر آتے ہیں۔ لیکن ٹھیک اسوجہ سے کہ وہ یون کہلے پڑے ہیں اور کسی زیورین مرصع نہیں ہیں وہ ہر قسم کے سامان میں بٹائے اور چڑے جاسکتے ہیں۔ نئے عہد نامہ پر غور کرنے سے اس میں دی ہوئی مسیحائی تعلیم کے مسائل حسب ذیل پائے جاتے ہیں۔

۱۔ روح کا پر ماتا بن واسکی کمائیت۔

۱۔ ”جبکہ اسے انہیں خدا کہا“ (یوحنا کی انجیل باب ۱۰۔ آیت ۳۵)۔

۲۔ ”تم دنیا کے نور ہو۔ جو شہر پہاڑ پر بسا ہوا ہے وہ چھپ نہیں سکتا“ (متی کی انجیل باب ۵۔ آیت ۱۴)۔

۳۔ ”تم زمین کے نمک ہو“ (متی کی انجیل باب ۵۔ آیت ۱۳)۔

۴۔ ”عزیزو ہم اسوقت خدا کے فرزند ہیں اور ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہوا کہ ہم کیا کچھ ہونگے۔ ہم اتنا جانتے ہیں کہ جب وہ ظاہر ہوگا تو ہم ہی اسکے مانند ہونگے کیونکہ اسکو دیا ہی دیکھینگے جیسا وہ ہے“ (نیا عہد نامہ ۱۔ یوحنا۔ باب ۲۔ آیت ۲)۔

یہودیوں کو شاستر میں آدم کے گناہ اور زوال کا یہ مطلب ہے جو ہم نے کہا ہے۔ وہ ایک ہمہ دان خدا کے ضعیف البیاد انسانوں کے جوڑہ کی نافرمانی پر غصہ ہونے کی حکایت نہیں ہے۔ اور نہ انسانوں کے بندروں کی قوم میں سے علیحدہ ہونے کے وقت کی وحشیانہ حالت کی بچوں کی کہانی ہی ہے بلکہ وہ ایک ایسی روحانی علم کے چند پیش ہوا اصولوں کا خلاصہ ہے جسکی واقفیت روح اور اتاہ کرن کے اوصاف کی ماہیت سے آج کل کے سائنس کی نسبت بہت زیادہ صحیح اور معقول ہے۔

---

سامنے لاتے ہیں لیکن ہابیل کا ہدیہ قبول ہوتا ہے اور قاین کا نہیں۔ قاین اسپر ہابیل کو مار ڈالتا ہے جسکے باعث خدا اسکو سزاپ دیتا ہے۔ سیت (جسکے لفظی معنی تعینات کیا گیا ہیں) آدم کا تیسرا لڑکا ہے اور سیت کا لڑکا انوس ہے جس کے زمانہ میں انسان ”اپنے کو خدا کے نام سے پکارنے لگے“ (دیکھو پیدائش کی کتاب باب ۴۔ آیت ۲۶ کے متعلق حاشیہ کی تشریح)

(۱۵) بیان پر ہابیل اعتقاد ہے جو زندگی کی طرف متوجہ ہے مگر قاین عقل ہے جو مادہ سے منسوب ہے اسوجہ سے ہابیل بہیڑوں کا محافظ ہے جو زندگی کی علامت ہیں اور قاین زمین (مادہ) کا جو تنے والا ہے۔ ان ہائیوں کی قربانی یا ہدیہ سے مطلب اونکے فرائض کا نتیجہ ہے۔ ہابیل کا ہدیہ زندگی کے محکمہ کے اعلیٰ ترین تحالف مثلاً برتے کے اوصاف (اوتھ مارڈو = اعلیٰ درجہ کی حلیمی) وغیرہ ہیں اور قاین کا مادہ سیٹینس کی عمدہ ترین ایجادیں (برقی روشنی۔ ہوائی جہاز وغیرہ وغیرہ) ہیں ہابیل کی کارگزاری خدا کو جو الہی کمال اور آئندہ کا آورس (نمونہ ہے) ہے قدرتا قبول ہوتی ہے کیونکہ اوتھ مارڈو (اعلیٰ درجہ کی حلیمی) وغیرہ واقعی میں نجات کے ذریعہ ہیں لیکن عقل اور اعتقاد قدرتا ایک دوسرے کے مخالف ہیں کیونکہ ایک مکمل ہے اور دوسرا مدہ ہے پن کی اطاعت کا خواہش اسلئے ہابیل قاین کے ماتہ سے مارا جاتا ہے۔

(۱۶) قاین کا سراپ بھی عقل سے نسبت رکھتا ہے۔ کی او ف نو لیج۔ کے چوتھے باب میں اسکی تشریح کی گئی ہے۔ بیان ہمارے پاس اسکے بیان کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ لیکن سیت جسکا مطلب تعینات کئے گئے سے ہے وہ سچا گمان ہے جو مقتول ہابیل (بلا دلیل کے اعتقاد) کی جگہ لیتا ہے۔ اور اس سچے گمان کا فرزند انوس ہے جو اپنے آپ کو خدا کے پکارتا ہے یعنی جو اپنے کو خدا جانتا ہے۔

(iii) ”کانٹے اور اونٹ کا ردہ تیرے لئے“ گائیگی اور تو کھیت کی گھاس کھا لیگا۔

(iiii) ”اپنے چہرہ سے ٹپکتے ہوئے پسینہ کے ساتھ توروٹی کھا لیگا جب تک کہ تو زمین میں نہ لجاے کیونکہ تو اس سے نکالا گیا تھا اور اسلئے کہ تو خاک ہے اور ہر خاک میں جائیگا۔“

(دیکھو پیدائش کی کتاب باب ۲- آیات ۱۷- غایت ۱۹)

”ان اصطلاحات کا مطلب یہ کہ وہ آفات۔ قحط، بڑھاپا اور مصیبتیں جو دنیا میں لوگوں پر آتی ہیں وہ انسانوں کی شہوتوں۔ برائیوں بد معاشیوں اور جھلسا زبوں کا نتیجہ ہیں اور یہ کہ باوجود ہماری تمام کوششوں کے کہ دنیا اور قوانین قدرت کو اپنا مطیع بنا دیں لالچی اور شہوت پرست آدمی کو سوائے کانٹوں اور چھینے والی چیزوں کے اور کچھ دستیاب نہیں ہو سکتا ہے اور نیز یہ کہ ایک روح سے انکار کر نیوالے مادی فلسفہ میں دل کو تسکین بخشنے کی قوت نہیں ہے جو صرف روحانی گیان سے آتی ہے۔“

آدم کے خاکی پن کا احوال یہ ہے کہ شخصیت تین قسم کی ہوتی ہیں۔

(i) باہر آتما (جسمانی شخصیت)۔

(ii) انتر آتما (روح)۔ اور

(iii) پریم آتما (خدا)

بے وقوف آدمی اپنے تینوں صرف جسمانی شخصیت ہی سمجھتا ہے جو مادہ سے مل کر بنا ہے اور فانی ہے۔ سمجھدار آدمی اپنے تینوں روح جانتا ہے جو غیر فانی ہے اور جو شہد (پال) ہونے پر پریم آتما (خدا) روحانی ہے۔ ان میں سے پہلی قسم کی شخصیت کا خیال یعنی گھنکار دنیا دار کی باہر آتما وہ شخصیت ہے جسکا اظہار انجیل مقدس کے سراب میں ہے۔

(۱۴) گناہ کے بعد ہابیل اور قائن آدم کے پیدا ہوتے ہیں جن میں سے ہابیل بہتر تھا جو دانا اور قائن زمین کا جو تھے دالا ہے۔ یہ دونوں اپنے اپنے پیشوں کا ہدیہ خدا کے

پورنشا کے آدرش ( *ideal* = نمونہ ) سے ہے۔ - راجہ  
 جنم جو کاسرپ جلک بھی خواہشات کے غارت کر نیکی ایک اور عمدہ  
 تشبیہ ہے۔ (دیکھوئے۔ این آئیر صاحب کی مہا بھارت صفحہ ۱۹۱ اور ان جیم  
 انجیل کی پیدائش کی کتاب کے بوجب سانپ کو یہ بھی سراپ ملا ہے کہ وہ  
 اپنے پیٹ کے بل چلیگا) (دیکھو باب ۲- آیت ۱۴)۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نہوت  
 پرست متنفس کے لئے روحانی ترقی کا خیال ناممکن ہے کیونکہ اوسکو بشر  
 ہوگون (عواس خمسہ کی لذات) سے ایک لمحہ بھی اپنی طرف توجہ کرنے کی  
 فرصت نہیں ملتی ہے۔

(ب) حوا کا سراپ بھی عقل کی ماہیت سے پوری مطابقت رکھتا ہے اوسکی پریشانی  
 اور جننے کی طاقت بڑی مادی گئی ہیں۔ جانور کو گندہ شتہ کا افسوس اور اسیندہ کا خوف  
 نہیں ہے لیکن انسان کو جو صاحب عقل ہے دونوں باتیں پریشان کرتی ہیں۔ عقل کے  
 جننے کی طاقت کے بہت زیادہ بڑے جانیکا اشارہ عاقلوں کی طرح کی پیشمار من گھڑت  
 ریلوں کی طرف ہے جو وہ دنیا کی ابتدا وغیرہ کے بارہ میں لگا یا کرتے ہیں۔ پریشانی  
 تو بچے جنگلی اور تیری خواہش تیرے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کریگا۔

— (دیکھو پیدائش کی کتاب باب ۳- آیت ۱۶) عقل جان ( *mind* )  
 کے تابع ہے جو تشبیہ کی زبان میں اوسکا شوہر ہے اوسکے بچے وہ مختلف رائے  
 و فلسفہ قیاسات ہیں جو بڑی جہان میں کی مصیبت اور پریشانی کے بعد قائم ہوتے ہیں  
 اور اوسکی ہستی کی وجہ ہی محض اوسکے شوہر یعنی جان ( *mind* ) کی بہبودی ہو۔  
 (ج) آدم کے سراپ میں بھی سنساری حیو کی حالت کا لحاظ ہے۔

(۱) ”زمین تیرے سبب سے لعنتی ہے۔“

(۲) ”تکلیف کے ساتھ تو اپنی عمر بھروسے سے کہا یگا۔“

اپنی کارگزاری میں مصروف ہو خود عقل کو نہیں حاصل ہے بلکہ شغف کی خواہشات پر موقوف ہے اور اسکی زبردست خواہشات کے مطابق طے پایا ہے۔ جیسا کہ کی اف نریج میں بتایا گیا ہے عقل مثل ایک المین کے انسان کے پاؤں کی رہبری کے لئے ہے لیکن یہ بات کہ آیا وہ اسکو عبادت کے مقام کی طرف بوجاوے یا ایک جوئے خانہ کی طرف خود انسان کی میلان طبع پر موقوف ہے نہ کہ عقل کی مرضی پر۔

(۱۳) گنگارون کی سزا میں بھی جان (لحمہ) عقل اور خواہشات کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہیں۔

(الف) سانپ سب مویشیوں اور میدان کے چار پاؤں سے زیادہ ملعون ہے وہ اپنے پیٹ کے بل چلیگا اور عمر بھر خاک کھائیگا۔ چونکہ خواہشات انسان کو چار پاؤں اور مویشیوں سے بھی زیادہ ذلیل بنا سکتی ہیں اسلئے سانپ سب مویشیوں اور چار پاؤں سے بھی زیادہ ملعون ہوا۔ خواہشات میں لپٹا ہوا من ہمیشہ خاک کے بویار میں نگار تہا ہی جکا مطلب یہ ہے کہ وہ رات دن اندریوں کے ذریعہ لذات جو اس کا مادہ بیرونی اشیا سے اپنی طرف کھینچا کرتا ہے ان لذات احساس کا مادہ ہی جو اندریوں کے ذریعہ سے رات دن کھینچتا رہتا ہے وہ خاک ہے جو سانپ کو عمر بھر کھانے کو بتائی گئی ہے۔ سانپ اور حوا کے درمیان میں عداوت بھی قائم کی گئی ہے (دیکھو انجیل مقدس پیدائش کی کتاب باب ۳۔ آیت ۱۵)

”وہ تیرے سر کو کچلیگی اور تو اسکی ایڑی کو کاٹے گا۔“

اسکا اشارہ اس مخالفت کی طرف ہے جو عمدہ عقل اور خواہشات کی

رغبت میں ہے۔ خواہشات کا بالآخر تشنیا سے جو گیان (عقل کا بچہ) کا نتیجہ ہے ناش ہو جاتا ہے۔ اسی کو نہایت خوبی کے ساتھ ہندو شاستر میں

کرشن کا کالی ناگ کو نامہنا کہا ہے۔ کرشن سے مطلب کسی آسانی دہی دیوتا کے اوتار سے نہیں ہے بلکہ محض تشبیہ کی عمدہ زبان میں اسکی

(۸) محبت و نفرت (راگ و دریش) خواہش کی دو عام قسمیں ہیں (اچھی شے کے اپنانے کی خواہش = راگ اور بری شے کے غارت کر نیکی خواہش = دریش) اور خواہش کرم بندھن اور آواگون کا رن ہے جیسا کہ پہلے ایک لکچر میں دکھایا گیا ہے۔ لہذا نیکی و بدی کے امتیاز کا پہل کہا نامنع ہے۔

(۹) روح اموجہ سے کہ وہ غیر مرکب جو ہر ہے لافانی ہے لیکن اسکے عجم ہو نیکی وجہ سے زندگی اور موت اسکے ساتھ لگے ہوئے ہیں اسی وجہ سے انجیل میں آیا ہے (دیکھو پیدائش کی کتاب باب ۲- آیت ۱۷) کہ

”جس روز تو اسکا پہل کہا یگا تو یقیناً مر جاو یگا۔“

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آدم اسی ناپسندیدہ گھبراہٹ میں پیدا ہوا جس کی بدی کے امتیاز کے وقت کا پہل کہا جائے۔ اسکے بعد بہت برسوں تک زندہ رہا اور ۹۳ سال کی عمر میں مرا (کتاب پیدائش باب ۵- آیت ۵) پس پیدائش کی کتاب کے دوسرے باب کی سترہویں آیت کے اصلی ترجمہ ہی ہو سکتی ہے کہ ممنوع پہل سے موت انسان پر حادی ہو جاتی ہے۔

(۱۰) سانپ سے مراد جبکہ ذریعہ سے بدی کی ترغیب ہوئی خواہش سے ہے جو روح کو دہرم سے ہٹا کر ممنوع کاموں کی طرف کھینچ لیتی ہے۔

(۱۱) دنیاوی لذات کے نیک و بد کو امتیاز میں بڑا ہوا متنفس روح سے بے خبر ہوتا ہے یعنی اس امر سے ناواقف ہوتا ہے کہ روح خود پر ماتا ہے اور وہ بیرونی دنیاؤں کو خوف کہا کر چیتا پیرتا ہے۔

(۱۲) آدم گناہ کا الزام اپنی سمجھ (حوّا) پر ڈالتا ہے اور حوّا (سمجھ یا عقل) میں ہوتی ہو کر وہ خواہشات (سانپ) کے پھکانے سے گمراہ اور مغلوب ہو جی۔ یہ باتیں جان (عقل) سے (عقل اور خواہش کی اندرونی ماہیت سے بالکل مطابقت رکھتی ہیں کیونکہ جان کا رہبر (معلم) عقل ہے اور عقل خواہشات کے قابو میں ہے۔ چنانچہ اس امر کے طے کر نیکاً حق کہ عقل کس بات کے بارہ میں

جو ایک نہایت مناسب تشبیہ ہے کیونکہ بالآخر عقل تو روح ہی کی ایک شکل ہے جو  
نیند میں غائب ہو جاتی ہے اور سواٹھنے پر ظاہر ہوتی ہے۔

(۵) سب جانداروں میں انسان ہی موکش پاسکتا ہے اور اس لئے وہ ہی دہرم کی تعلیم کا مستحق ہے  
جانور اپنی عقل کی کمی اور دیگر جسم و من کے فرائض کی کوتاہیوں کی وجہ سے موکش نہیں پاسکتا  
سورگ اور نرک کے باشندے ہی اسوجہ سے کہ وہ تیشیا نہیں کر سکتے ہیں موکش نہیں پاسکتے ہیں۔  
اسلئے خاصکر انسان ہی دہرم کی تعلیم کا مستحق ٹکا گیا ہے۔

(۶) زندگی کے درخت سے مراد زندگی سے ہے اور نیکی اور بدی کے امتیاز کے درخت سے  
مراد چیزوں کی قیمت کا یعنی انکے ہمارے محفوظ کر نیکی قابلیت کا تخمینہ کرنے سے ہے۔

(۷) نیکی اور بدی کے امتیاز کا پہل (نتیجہ) راگ (انس یا محبت) اور دویش (نفرت) ہیں  
کیونکہ انسان اس چیز کے حاصل کرنے اور تحفظ، کوشش کرتا ہے جسکو وہ عمدہ سمجھتا ہے اور اسکو  
غارت کرنا چاہتا ہے جسکو وہ برا خیال کرتا ہے۔ اب اگر آپ نیکی اور بدی کی ماہیت پر غور کریں  
تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ دراصل کوئی قدرتی شے نہیں ہیں اور ہمیشہ ایک صورت میں قیام  
پزیر ہی ہو سکتی ہیں۔ وہ تو صورت نسبتی الفاظ ہیں۔ پہلے ہی ہوئی بڑھے والد کے فرزند کی مثال  
میں اس کا بڑا باپ اسکے پیدا ہونے کی خوشی مناتا ہے لیکن وہ قریبی وارث جو اسکے باپ کے لا ولد  
مرنیکا نظر بیٹا تھا غم اور ماتم میں ڈوب جاتا ہے۔ مگر وہ بچہ جسکے باعث ایک شخص کو خوشی اور دوسرے کو  
سوجھوتا ہے اپنی ذات میں صرف ایک واقعہ ہے وہ اپنے والدین کے لیے بہبودی کی علامت  
اور مبارک ہے اور اس لئے نیک ہے۔ لیکن اُن کے لئے جو اس بڑے دولت مند کے مرثیہ پر  
اسکی دولت پانے کے مشاق بیٹھے تھے بالوسی اور مصیبتوں کا باعث ہے۔ ایک کے سینہ میں وہ  
محبت اور الفت کے جذبات کو پیدا کرتا ہے یعنی راگ کو اور دوسرے کے دل میں نفرت اور غم کو  
یعنی دویش کو۔ اس طرح پر راگ (محبت) اور دویش (نفرت) نیکی اور بدی کے امتیاز کے  
درخت کے پہل ہیں۔



نیکی و بدی کے علم کے پیر رکھے جاتے ہیں تو باغ عدن کو ایک اعلیٰ باغ ماننے کی لغویت اور ہی زیادہ ہیودہ ثابت ہوگی۔ پھر نیکی و بدی کا علم انسان کے لئے ممنوع کیون ہو۔ ؟ اور پھر صرف اسکے پہل کے ایک ٹکڑے کے کہانے کی سزا اس قدر سخت کہ اس پر لعنت کیجاوے اسکو باغ سے نکال دیا جاوے اور موت اس پر حاوی بنا دیجاوے اور اسکے لڑکے پوتے اور انکی اولاد ہمیشہ کے لئے آخری آدم تک پریشان اور سرگردان ہوں۔ اور اگر سزا ہی دنیا منظور تھا (اور ایک ہمہ دان خدا کو تو شروع ہی میں معلوم ہوگا کہ آدم نافرمانی کر لگا) تو پھر ہیودہ بار بار پیغمبروں کو انسانوں کی رہبری کے لئے کیوں بھیجتا ہے۔ کیا وہ ایک لفظ سے انکو پاک نہیں بنا سکتا تھا جیسا کہ اسنے انکو لعنتی بنایا تھا ایسا کرنے سے اسکو افسوس کرنا اور پچھتا نا ہی نہ پڑتا۔

اگر آپ ان سوالات پر اور ایسے ہی اور سوالات پر جو اس دوا میت کی لفظی تعبیر میں پیدا ہوتے ہیں غور کریں گے تو آپ اور یجن (مصحف ص ۶۸) سے اس امر پر اتفاق کریں گے کہ یہ تاریخی واقعات کے طور پر نہیں سمجھی جاسکتی ہے۔ ویدک یوتاؤن کے مطلب کی طرح اسکا مطلب ہی پوشیدہ ہے۔ میں اب آپ کے سامنے اس افسانہ کے اصلی راز کو پیش کرتا ہوں۔

(۱) باغ عدن روح کے اوصاف کی تشبیہ ہے یعنی اس میں روح کو باغ اور اسکے اوصاف کو درختوں سے مشابہت دی گئی ہے۔

(۲) ان میں زلیست اور امتیاز نیک و بد دو بڑے اوصاف ہیں۔ ہذا زندگی اور نیکی و بدی کے امتیاز کے درخت باغ کے بیج میں پائے جاتے ہیں۔

(۳) آدم سے مراد اس منقش روح سے ہے جس نے انسانی جون پائی ہے۔ یعنی جسے انسانی جامہ پایا ہے۔

(۴) خواہے مراد عقل سے ہے جو آدم کے سوتے وقت اسکی پسلی میں سے بنائی گئی ہے

اسطرح پر سرشتی کار چنے والا برہما روحانی بدہی ہے جو من کی ہدایت کو دور کرتا ہے اور اوس میں پاک خیالات پیدا کرتا ہے۔ دشمن جو حفاظت کرنے والا ہو دھرم پر جس سے روحانیت کی ترقی ہوتی ہے۔ وہ برہما کی سرشتی کی حفاظت کرتا ہے مگر کسی اور چیز کی نہیں۔ آخر میں شیویا ہمیش سے مراد ویراگ سے ہے جو کرم اور بدی کا ناش کرنے والا ہو دوسرے طریقہ پر رشتہ دھرم ہے۔ بہت رشتہ کالو کا بہگتی اور بیل دھرم کا چہنہ یا علامت ہے۔ جمبودیپ فانی انسان کے لئے بہگتی کی اقلیم ہے اور بھارت ورش بہگتی کے طریقہ و معنی ہیں۔ کور و جہیز دونوں بہون کے درمیان کا چکر ہے۔ پر یاگ سے مراد ہر دی کمل (دل کے چکر) سے ہے مہار ہزار پنکھڑی والا سہس رار ہے جو کہو پری میں ہے اور گو بر وہن من کو کہتے ہیں۔ ہر دار شانتی کا مقام ہے۔ گنگا جمن اور سرستی۔ ابتر۔ پنکلا اور ششٹنا ناڑیاں ہیں اور جگ تپشیا کے درجہ ہیں جب کہ انسانی جسم ایک سال یا برس کے برابر ہے۔ اوتار سے مراد دھرم کے مارگ کے مرحلوں سے ہے جو کمال کی منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔

میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کو ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کے افسانوں کی ماہیت کا گیان کرانے کے لئے آٹا ہی کہنا کافی ہوگا۔ اب میں "Fall" (روحانی زوال) کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کروں گا جو یہودیوں اور عیسائیوں کے مذاہب کا ایک بہت ضروری ٹکسن ہے۔

سب سے پہلے آپ کو اپنے من میں سے یہ خیال نکال دینا چاہیے کہ اس دنیا میں یا آسمان پر کوئی ایسا مقام نہا جو عدن کہلاتا تھا جہاں پر کہ ایک پر ماتا نے کسی وقت پر خوبصورت درختوں کا کوئی باغ لگایا ہو۔ یعنی اورجن (Origen) صاحب کی تحریر کے حوالہ سے دیکھ لیا ہے کہ ایسا خیال کس قدر لغو ہے۔ اور اگر آپ ان دو مشہور و معروف درختوں کی طرف غور کریں گے جو زندگی اور

اہم اہم مسلون کو شاعرانہ تشبیہ کی پوشاک پہنا کر پیش کیا گیا ہے۔ گو کہ یہ مضمون نہایت دلچسپ ہے لیکن میں اب اس پر زیادہ توقف نہیں کر سکتا ہوں۔ آپ اسکا تذکرہ میری تصنیف کردہ *Practical Path* میں زیادہ تفصیل کے ساتھ پایا جائے گا۔

*Key of Knowledge* میں ہی جس میں مختلف قوموں کے دیہی دیوتاؤں کے رموز کی تفتیش بغیر کسی قسم کی طرفداری کے کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اور کتاب جسکا میں حوالہ دینا چاہوں گا وہ دی پرینیٹ ہسٹری آف بھارت و ہیش ہے جسکا اس لکچر میں پہلے ہی کئی بار تذکرہ آچکا ہے۔ اس میں سیکڑوں دیہی دیوتاؤں کے اصلی مفہوم کو سائسترون کا حوالہ دے دیکر ثابت کیا ہے گو کہ انکے تشبیہی اوصاف کی مطابقت دریافت کرنیکی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں ہندوؤں کو اس قسم کے روپک انکاروان کا ضبط ہو گیا تھا اور وہ اپنے من کی خیالی مخلوق کو تشبیہی پوشاک اور زیور سے آراستہ کرنے میں دل و جان سے مشغول ہو گئے تھے۔ ایک لفظ بھی انکی مہذس تحریروں کا اسلئے تاریخی طور پر ٹھیک نہیں ہے اور نہ بھارت اور رامائن کی نظمیں ہی تاریخی افسانے ہیں۔ انکے زمانہ اور مقامات کے حوالہ سائنس کی نگاہ میں اتنے ہی مصنوعی ہیں جتنے کہ وہ اشخاص جو اُن اوقات اور مقامات سے تعلق رکھتے ہیں و شیشٹ رشی انسان نہیں ہیں بلکہ شرتی یعنی الہام کی علامت ہے جبکہ وشوا متر منس (عقلی غور و فکر) ہے۔ انکے باہمی جھگڑوں سے مراد الہام اور عقل کے تنازعہ سے ہے جو خفیہ رموز والے مذاہب میں بسا اوقات پایا جاتا ہے لیکن شرتی انجام میں عقل پر غالب آتی ہے اور اسی لیے ہم و شیشٹ کو اپنے مخالف وشوا متر پر غالب پاتے ہیں۔ چودہ لوک (طبقہ) روحانی ترقی کی چودہ منزلیں ہیں۔ دنیا کی ادبشتی سے مراد من میں روحانی خیالات کے آباد کرنے سے ہے تحفظ سے مراد روحانی زندگی کی ترقی سے ہے اور ناش بُر سی فصلتوں اور عادات کا ہے۔

سات ہاتھ مانتا ہے۔

(۳) سات زبانیں اگنی کی بائیں و آئیں۔ اور بدہی (عقل) میں جو تپ کی اگنی میں سواہا کئے جاتے ہیں یعنی جلادیئے جاتے ہیں۔

(۴) چونکہ تپشیا کرنے سے آتما کے ابھی اوصاف ظہور میں آتے ہیں اسلئے اگنی کو دیوتاؤں (۵) خدا ہی یعنی ابھی اوصاف کا پر دہت کہا گیا جو اسکے بلانے سے آتے ہیں۔ (۵) پڑن اور پاپ دونوں بندہ ہیں یعنی آواگون کے کارن ہیں جن میں سے پاپ سے خوشگوار اور پاپ سے ناگوار جو نہیں ملتی ہیں۔ ان دونوں کو موش کے متلاشی کو چوڑنا پڑتا ہے اسلئے اگنی کو پاک (پڑن) اور ناپاک (پاپ) دونوں کا ہکشن کرنے والا کہا ہے۔

(۶) اگنی کی خوراک خواہشات یعنی طبیعت کا ماننا ہے کیونکہ تپشیا سے مطلب ہی ترک خواہشاک سے ہے۔ خواہشات کے ناش کرنے سے آتما کے ابھی اوصاف اور خاصیتیں ظاہر اور مضبوط ہوتی ہیں۔ تشبیہ کی زبان میں ان ابھی اوصاف کو دیوتا کہتے ہیں اسلئے اگنی پر بندہ ان (قربانی) چڑھانے سے دیوتاؤں کی طاقت بڑھتی ہے۔ اگنی کا ایسا سرد پ ہے جسکی آپ جانتے ہیں کہ صرف ہندو ہی نہیں بلکہ پارسی لوگ بھی پرستش کرتے ہیں انجام میں ویدک دیوتاؤں کی ترتیب میں مفصلہ ذیل امور پائے جاتے ہیں۔

(۱) ہر متنفس روح اپنی ذات میں ایک خدا ہے یعنی حیو آتما ہی پر مانتا ہے۔  
(۲) خالص روح پورن (مکمل) پر مانتا ہے اور ہمہ دانی سے جو پر مانتا کی صفت ہے مستبعد ہے۔

(۳) روح کا پر مانتا پن اسکے مادہ سے مخلوط ہونے کے باعث دبا ہوا ہے۔ اور  
(۴) تپستیا وہ مارگ ہے جو پورن اور پر مانتا پن کو بھونچتا ہے۔  
پس ہم دیکھتے ہیں کہ ویدوں کے دیوی دیوتاؤں کے افسانوں میں زندگی کے بعض

کرنے کے ہیں۔ عیسائیوں کی انجیل مقدس میں کہے ہوئے آگ کے بپتسمہ کا بھی یہی مطلب ہے۔ اگنی کی خاص علامات مفصلہ ذیل ہیں۔

(۱) اسکے تین پاؤں۔

(۲) سات ہاتھ۔

(۳) اور سات زبائین ہیں۔

(۴) وہ دیوتاؤں کا پر وہت ہے جو اس کے بلانے سے آتے ہیں۔

(۵) وہ بیکش اور ابیکش یعنی پاک اور ناپاک دونوں کو کہا جاتا ہے اور۔

(۶) وہ دیوتاؤں کو طاقت بخشتا ہے یعنی جس قدر زیادہ بلدان (قربانی) اگنی کے

اوپر چڑھایا جاوے اوتنی ہی دیوتاؤں کی طاقت بڑھتی ہے۔

ان نہایت خوبصورت خیالات کی تشریح اسطور پر ہے۔

(۱) تپ تین قسم کے ضبط سے ہوتا ہے یعنی پیشیا

(الف) سن۔

(ب) جسم۔ اور

(ج) بچن۔

کو قابو میں لانے کا نام ہے۔ اگر ان میں سے صرف دو ہی چیزوں پر قابو ہوا تو تپ ہورہ

رہے گا اور کوئی چوتھی چیز قابو میں لانے کے لئے نہیں ہے۔ اب چونکہ پیشیا

ان تین قسم کے ضبطوں پر قائم ہے اسلئے اس کے تین پاؤں کہے گئے ہیں

(۲) سات ہاتھوں سے مراد سات قسم کی ریڑھیوں سے ہے جو تپسیوں کو حاصل

ہو جاتی ہیں۔ کمر کی نارٹی میں سات قسم کے جوگ کے چکر ہیں جن میں سے ہر ایک

میں ایک قسم کی ریڑھی (قوت) خفہ ہے۔ پیشیا کرنے سے یہ قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں

چونکہ قوت کا استعمال عموماً ہاتھ کے ذریعہ ہوتا ہے اسلئے ان سات قوتوں کو اگنی کے

مادہ کے اختلاط کو ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ گویا اندر دیوتا نے اپنے گرد کی استری سے  
زنایا۔

(۲) پھوڑے پھنسیاں اگیاں جیو ہیں جو روح اور مادہ کے اختلاط کے باعث اپنے اصلی  
سرور سے ناواقف ہیں۔ وہ ابتداً اند ہے۔

(۳) جب انکو برہم گمان یعنی اس امر کا گمان کہ آتما ہی برہم ہے ہو جاتا ہو تو گویا انکی آنکھیں  
کھل جاتی ہیں۔ اسی امر کو پیرا تہنا پر برہما جی کی ہر بان ہو کر پھوڑے پھنسیوں کو  
آنکھوں میں تبدیل کر دینے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(۴) اندر اپنے باپ کے باپ ہیں کیونکہ۔

(الف) لفظ باپ کا مفہوم تشبیہ کی زبان میں اُپادان کارن ہے۔ اور

(ب)۔ کیونکہ شدھ (خالص یا پاک) جو کا اُپادان کارن شدھ (ناپاک)

جیو ہے جبکہ شدھ (ناپاک) جیو خود مادہ اور نور روح سے بنا ہے۔

اسلئے ایک دوسرے کا باپ (اُپادان کارن یعنی مادّی سبب) ہے۔

یہ مختصر طور سے اندر اور اوپر کی اپنی گرد کی عورت سے قابل ملامت آشنائی کی روایت ہے

ہمارے پاس زیادہ تفصیل میں جانیکے لئے وقت نہیں ہے لیکن یہ بیان کیا جاسکتا ہے

کہ اس دیوتا کا دشمن تاریکی کا دیو ہے جس سے مفہوم اگیا تا سے ہے۔ اور بارش جو اندر

کے نام سے وابستہ ہے شانتی کی تسکین بخشنے والی بارش ہے جو جذبات اور کفر کی بھٹ

پیش کے رفع ہو جانے پر ہوتی ہے۔ ان بڑے دیوتاؤں کی تخلیق کا تیسرا

ممبر اگنی ہے جو تپشیا کی تصویر ہے جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس

دیوتا کو آگ یا روٹی یا نیکی دو یا کاروپک ماننا کتنا لغو اور غیر متعلق ہے۔ لیکن تپ

کا تعلق خود عیان ہے۔ لفظ اگنی ہی اپنے مفہوم میں تپشیا کے اظہار کے لئے

نہایت موزون ہے کیونکہ تپشیا کے معنی دراصل ویراگ کی اگنی سے روح کو پاک

(۲) اندھو مراد ناپاک یعنی سنساری جو سے ہے جو اندریون (حواس خمسہ) کے ذریعہ

سے دنیا کے ہوا میں مصروف ہوتا ہے۔

(۳) اپنی پھینائی عورت سے جو نجات کا باعث ہے۔

تفصیل کے ساتھ اندر نے

(۱) اپنے گرد کی باسٹری کے ساتھ زند کیا۔

(۲) جسکی علت میں اسکے جسم میں پہوڑے پھنسیاں پھوٹ نکلیں۔

(۳) یہ پہوڑے پھنسیاں برہما جی کی مہربانی سے آنکھیں بن گئیں۔

(۴) علاوہ اسکے اندر اپنے باپ کا باپ بھی ہے۔

ان امور کی مطابقت حسب ذیل ہے۔

(۱) الف - زنا سے مراد نور نہ ح کا مادہ میں گھسنا ہے جو ایک ممنوع فعل ہے

کیونکہ نجات کے معنی ہی مادہ کی بغلگیری سے علیحدگی کے ہیں۔

ب - حیات اور عقل روح کی دو صورتیں ہیں جن میں سے حیات برابر قائم

رہتی ہے مگر عقل وقتاً فوقتاً نمایاں اور غائب ہو جاتی ہے جیسے خواب میں

اس کا غائب ہو جانا۔

ج - حیات کی تعلیم کا ذریعہ عقل ہے چونکہ باہری کتب یا اوستاد تو حصول

علم میں محض سہکاری کا ذریعہ (مددگار اسباب) ہی ہوتے ہیں۔

د - عقل معمولاً مادہ سے تعلق رکھتی ہے اور شاذ و نادر ہی حیات کی طرف

متوجہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر یورپین عالموں کو دیکھئے کہ جن کی

عقل کو ابھی تک روح کا پتہ نہیں ملا ہے۔

اسلئے نور کے مادہ میں داخل ہونے کے خیال کی مشاعرانہ عبارت میں ایک ممنوع فعل

یعنی زنا کاری سے اسکے ساتھ جو حیات کے اوستاد عقل سے مخصوص تعلق رکھتی ہے

(یعنی حیات کی اپنے گرد کی عورت سے زنا کرنے سے) تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ پس جیواؤ

وہ تینوں دراصل ایک ہی میں سما جاتے ہیں۔ وہ تین سورج۔ اندر اور اگنی ہیں جنکے بارہ میں حال کے زمانہ میں لوگوں نے سخت غلطیاں کی ہیں۔ انکی ماہیت کے سمجھنے کے لئے ہم کو مذہبی سائنس کے وہ نتائج جو ہم ایک ماقبل کے لکچر میں نکال چکے ہیں یاد رکھنے چاہئیں۔ انکا خلاصہ میں بیان ایک دفعہ اور کہوں گا تاکہ حوالہ دینے میں مہولیت ہو وہ اسطور پر ہے۔

(۱) روح ایک جوہر (درہم) ہے جو ہمہ دانی کی قابلیت رکھتی ہے یعنی جو ہمہ دان ہوتی اگر وہ اس خارج ہونے والی ناپاکی سے جو اسکے ساتھ لگی ہوئی ہے پاک ہوتی۔  
(۲) ناپاک روح بہت اندریوں کے ذریعہ باہر کی دنیا سے جو پار میں مصروف ہے اور آواگون میں مبتلا ہے۔

(۳) تپشیا اور نفس کشی پر ماتا پن اور پورنتا (کمال) کے حاصل کرنے کے ذریعہ ہیں دوسرے الفاظ میں ہر روح میں پر ماتا ہو جائیگی قابلیت موجود ہے۔ تاہم وہ جب تک وہ سے پٹی ہوئی ہے اسوقت تک وہ سنساری جو یا جو آتما (ناپاک روح) ہی ہے اور مادہ سے چپکرا تپشیا سے مل سکتا ہے۔ پس تین باتیں جو ہر متلاشی نجات کو جانی ضروری ہیں یہ ہیں۔

(۱) جیو درہم (جوہر روح) کی ماہیت۔

(۲) جیو آتما (ناپاک روح) کی حالت۔ اور

(۳) ناپاکی کے دور کرنے کی تدبیر۔

یہ ہی تین باتیں اب میں آپ کو بتاتا ہوں وہ امور ہیں جو ہندو دیو آتما (دیوانہ) میں تین بڑے دیوتاؤں سورج، اندر اور اگنی کے سرور میں ظاہر کئے گئے ہیں۔

(۱) سورج ہمہ دانی کی علامت ہے کیونکہ جس طرح آفتاب کے آسمان میں نمودار ہونے سے سب چیزیں دکھائی پڑتی ہیں اسی طرح جب ہمہ دانی کی صفت روح میں نمایاں ہو جاتی ہے تو اسکو تمام چیزوں کا گیان ہو جاتا ہے۔



تب ہی حاصل ہوتی ہے۔

(۴) بادِ وجود اسکے عقل دیوتاؤں میں سب سے چھوٹی ہے وہ اس امر پر اصرار کرتی ہے کہ کسی کام کے شروع میں سب سے پہلے ادسکی آؤ بہت کیجائے کیونکہ سوچ سمجھ کر کام نہ کرنے سے تباہی دہرِ بادی لازمی ہیں۔

(۵) لٹڈ سے مراد عقل کے پھل سے ہے کیونکہ عقلمند لوگ قدرتی طور سے آئندہ (خوشی) کی شیرینی کا حظ اٹھاتے ہیں۔ اور

(۶) ایک نہت کا اشارہ آدویت مت کے اصول ایکو برہم دو تیا ناستی، ایک طرف سے (برہم ایک ہے اور اسکے سوا دوسرا کوئی نہیں ہے) جو جو جب آدویت فلسفہ کے عقل کا انتہائی نتیجہ ہے۔

یہ دلفریب مورتی گینیش جی کی ہے۔ یہ دلکش اور نیر سمجھ کے بڑے مانویاں ہی جیسا کہ اس ملاقات کے کارڈ ( *Vishnu's Car* ) سے جو کٹے ہوئے

مفقود دانت میں چھپا ہوا ہے ظاہر ہے اس اعلیٰ روپک ( *Chakras* ) تیشبی استعارہ

کا مصنف ایک آدویت دادہی تھا جسکی علمی واقفیت اتنی ہی ٹھیک پائی جاتی ہے

جتنی وہ تعجب خیز ہے۔ پس گینیش جس سے ہم ابھی ملاقی ہوئے ہیں کسی

وحشی دماغ کی جو ہوا بادل یا بارش کو دیوی دیوتا ماننے پر تلا ہوا ہو گھڑنت

نہیں ہے بلکہ نجات کے حصول کے سب سے ضروری ذریعہ کی شاعرانہ خلقت یا

مورق ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ علم کے بغیر نجات نہیں مل سکتی ہے جیسا کہ وید

میں آیا ہے "رتے گیائن نہ مکٹی" (بغیر گیائن کے مکٹی نہیں ہو سکتی ہے)۔

گیائن کے دیو کو نمسکار کر نیلے بعد اب ہم ویدک دہرم کے دیوتاؤں کی

اصلیت کی تفتیش میں مصروف ہونگے۔ جیسا کہ ویدوں کا نہایت مشہور و معروف

تشریح کرنیوالا سائین کہتا ہے ویدک دیوتاؤں میں تین سب سے بڑے ہیں اور

اب ہم چند مذہبی افسانوں کا مطلب خود بیان کرینگے۔ سب سے پہلے ہم گنیش جی کا ذکر کرینگے جو اس امر پر اصرار کرتے ہیں کہ سب دیوتاؤں سے پہلے انکی پرستش کی جائے گنیش کے اوصاف حسب ذیل ہیں۔

(۱) وہ چوہے پر سوار ہوتا ہے۔

(۲) اسکے جسم میں باہتی کی سونڈ انسان کے دہڑے جڑی ہوئی ہے۔

(۳) وہ دیوتاؤں میں سب سے چوٹا ہے۔

(۴) مگر اور سب دیوتاؤں سے زیادہ کھوٹا ہے بالخصوص اسوقت جبکہ کسی کام کے شروع میں اسکا آور نہ کیا جائے۔

(۵) اسکی خوراک لڈو ہے۔ اور

(۶) اسکا نام ایک دن ہے کیونکہ اسکی سونڈ میں بجائے دو دانوں کے ایک ہی دانت ہے۔

اس بالک دیوتا کا پتہ آج تک کسی محقق کو نہیں لگا کیونکہ وہ سب دنیاوی چیزوں میں ہی اسکو ڈھونڈتے رہے اصلی ہید اسکا اس زمانہ میں پہلے پہل کی اوف نوبیج (ہمہ عالمہ سکندر) میں دیا گیا تھا گنیش سے مراد عقل یا سمجھ سے ہے جیسا کہ آپ ذیل کی مطابقت سے خود دیکھ سکتے ہیں۔

(۱) چوبیس چیزوں کے کاٹ ڈالنے کی وجہ سے بہت زیادہ مشہور ہر علم تجربہ (منہ علم) کی علامت ہے۔

(۲) گنیش جسکا جسم انسان کے دہڑ اور باہتی کی سونڈ سے جڑا کر بنا ہے خود علم مرکبات (منہ علم) کی بورتی ہے۔

(۳) عقل دیوتاؤں (اہی اور حراف) میں سب سے کم عمر (بچہ) ہے کیونکہ وہ آواگون کے چکر میں ازل سے گھومنے والی روح کو جب وہ نجات پانے کے قریب ہوتی ہے

عام طور پر اتفاق کیا ہے۔ مثال کے طور پر ابن رشد (مصدقہ اسلام)  
 کی یہ رائے تھی کہ عقل اور ایمان میں کوئی وجہ مخالفت کی نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ ایمان کی  
 مسائل دراصل فلسفہ کے اصول ہی ہیں جو تمثیلی عبارت میں بیان کئے گئے ہیں  
 (حوالہ سابق) فی الواقع وہ وقعت جو شروع کے اسلامی رہبروں کی نگاہ میں فلسفہ  
 کے لئے تھی اس بات کی شہادت ہے کہ اون لوگوں کو اس کا یقین تھا کہ آیات  
 حدیث اور سائنس میں ایک واقعی اندرونی مطابقت ہے اس بات کا کچھ اثر  
 اس نتیجہ پر نہیں پڑتا کہ مسلمانوں کی بدین بعد کی صدیوں میں علم کے غارت ہو چکا  
 باعث ہوئیں۔ خود پیغمبر صاحب نے حدیث میں عقل کی بہت تعریف کی ہے اور  
 کہا ہے: ”وہ شخص نہیں مرنے والا ہے جو اپنی زندگی علم کے حصول میں صرف کرتا ہو“

(*Mohammed of Muhammad*) حضرت علی کے بارہ میں یہی  
 یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایسا فرمایا ہے: ”فلسفہ با ایمان آدمی کی گم شدہ ہیڈ لائٹ  
 اگر نہیں اسکو کافر سے ہی حاصل کرنا پڑے تو ہی اسکو حاصل کر دے“ (ای۔ آر۔ ای جلد  
 ۹ صفحہ ۸۷۸)۔ اسی ذریعہ سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ارسطو کے معتقد مسلمان  
 اس بات کو مانتے تھے کہ فلسفہ حقیقت کا اعلیٰ درجہ ہے جو انسان حاصل کر سکتا ہے  
 بعد کے غور کرنے والوں میں سے سعدی شیرازی نے علم کے اوپر زیادہ سے زیادہ  
 زور دیا ہے جب اسنے لکھا ہے کہ بے علم نتوان خدا را شناخت (بے علم انسان  
 خدا کو نہیں پہچان سکتا ہے)۔

پس یہ ظاہر ہے کہ قرآن شریف کی عبارت کو یہی ہموالفاظ کے لفظی معنوں میں  
 نہیں پڑھنا چاہیئے اور یہ کہ اس قسم کی روایات کا شمول جیسے لوح محفوظ ممنوع  
 پہل کا کہنا وغیرہ اسلام کے دہرم شاستر کو بھی ایک دم اسی قسم کی تحریر ثابت  
 کرتا ہے جیسے وید اور نئے اور پڑانے عہد نامہ انجیل کے ہیں۔

ایک قسمت کی لوح ہے جسکے اوپر اللہ نے دنیا کے شروع میں تقدیر کی قلم سے لکھا تھا جس کا حال تاہم یہودیوں اور عیسائیوں کو نہیں معلوم تھا۔ بخلاف دیگر دلچسپ امور کے ذوالقرنین کا قصہ برادران یا جوج و ماجوج کی تاریخ و شیطان کی نافرمانی کی روایت قرآن شریف میں پائے جاتے ہیں۔ اس امر میں کہ یہ سب صاف صاف محض روایاتی تمثیلیں مثل آدم کے گناہ کی کہانی کے ہیں آج کل کوئی شبہ نہیں کر سکتا ہے۔ خود مسلمانوں کا ایک فرقہ تھا کہ جس نے دراصل اس بات کو تسلیم کیا تھا کہ قرآن شریف کے مضمون کا مفہوم صرف تمثیلی تعبیر کے اصول پر سمجھ میں آ سکتا ہے۔ جیسا ای۔ آر۔ ای (جلد ۹ صفحہ ۴۸۱) میں آیا ہے۔

” اسلامی فلسفہ کا ایک بڑا سوال یہ تھا کہ وہ اپنا تعلق قرآن اور حدیث میں بیان کئے گئے مذہب سے صاف طور سے قائم کرے۔ بہت سے مسلمان فلاسفہ جنہوں نے اہل یونان سے مذہبی کتابوں کی تعبیر کی تمثیلی طریقہ کو حاصل کیا تھا اور جو اس اوپر والے سوال سے کم و بیش آگاہی رکھتے تھے اس کوشش میں مصروف تھے کہ شرع کے مضمون کو روحانیت کے معنی پہنا دیں جن لوگوں نے اس طریقہ کا پورا پورا استعمال کیا وہ باطنی کہلاتے تھے (باطن = اندرونی)۔۔۔ انتہائی عارف عقلی فلاسفہ و ادیبان (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) لوگ سب اس طور پر ایک ہی نتیجہ پر پہنچے۔ ایک اور مسئلہ جو ان کو قبول تھا یہ تھا کہ لفظ کا خفیہ مطلب یعنی حقیقت صرف چند ہی آدمیوں کو معلوم تھا خواہ وہ اپنی الہام (معرفت) پر ہو یا اپنی غور سے (فلسفہ) یا آزادی خیال سے۔“

یہ مزید اطلاق بھی انکو ملتی ہے کہ اسطو کے مسلمان پیروں نے اس کے

زندگی کے کارنامے قرار دینے سے ممنوع ہیں۔ یسوع کی زندگی کے حالات کے متعلق انجیلوں میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں وہ ایسے بالا ارادہ اور جان بوجھ پیدا کئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ ان میں سے ایک ہی واقعی دنیا کا اصلی واقعہ نظر نہیں آتا ہے۔ ایک طرف تو تمثیلوں اور تشبیہوں کے انبار لگے ملتے ہیں اور دوسری طرف دل کو نہایت محفوظ کرنے والا ایک ارادہ پایا جاتا ہے جو واقعات کے قدرتی سلسلہ کو توڑنے۔ انسانوں کے ایجاد کرنے۔ حالات کی تکذیب اور سنسن کی تردید کرنے پر غرضیکہ سرطور پر یہ ظاہر کرنے پر کہ تاریخ اولیٰ پلٹی ہی ہونی چاہئے تیار ہے۔ نتیجہ صاف ہے لکھنے والوں کو اس بات کی فکر تھی کہ کہیں پڑھنے والے اوکلی تصنیفوں کو تاریخی طور سے نہ پڑھ لیں اور انہوں نے تاریخی مفہوم کی تردید کیلئے ہر قسم کی احتیاط کی۔ نئے عہد نامہ کی انجیلیں اس طرح پر یسوع (= روح) کی روحانی ترقی کے حالات کا ذکر کرتی ہیں نہ کہ ایک شخص یسوع کی سوانح عمری اور تعلیم کا کہ جنکو متعدد مصنفوں نے لکھا ہو۔

پس ہماری رائے یہ ہے کہ مثل ہندو شاستروں کے اختلافات کے انجیل کے اختلافات بھی یا تو اوسکی کتابوں کے مصنفوں نے بالا ارادہ پیدا کئے ہیں یا بوجہ تشبیہی صنعت عبارت کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں۔ ہم ابھی دیکھینگے کہ یہ رائے صرف ہٹیک ہی نہیں ثابت ہوگی بلکہ انجیل کی تعلیم کو قدیم مذاہب اور ساتھ ہی ساتھ سچے علمی ہرما کی تعلیم سے بھی متفق کرادی گئی۔

اس میں اسلام کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جسکو آپکو معلوم ہے کہ قریب تیرہ سو برس ہوئے ایک شخص محمد نامی نے جس کا بعد میں تاریخ سے بہت کچھ تعلق ہو گیا قائم کیا تھا اسلام کا دہرم شاستر بھی تمثیلی عبارت میں تحریر ہے اس میں زیادہ تر انجیل کے پڑانے عہد نامہ کی تعلیم شامل ہے اور اسکے علاوہ کچھ روایات و حدیث اور بھی ہیں اوسکے بوجہ

لکھنے والے بے سود چلا چلا کر اپنا گلا دکھاتے ہیں کہ جو انکی تحریر کو پڑھے وہ سمجھا کر  
(ستی کی انجیل باب ۲۴- آیت ۱۵) لیکن ہم اپنی تاریخ کے اوپر ایسے مطمئن ہیں کہ ہم  
اس ہدایت سے موثر ہونے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں۔ کتاب مکاشفہ میں ہی  
ایسا کہا ہے (دیکھو انجیل مکاشفہ - باب ۲- آیت ۷) کہ

”و جسکے کان ہوں وہ سنے کہ روح کلیساؤں سے کیا کہتا ہے۔“  
جو غالب آئے ہیں او سے اوس زندگی کے درخت میں سے جو خدا  
کے فردوس میں ہے کہا نیکیو پہل دو لگا“

میں خیال کرتا ہوں کہ مزید نظروں کی تعداد بڑھانا بے سود ہے۔ بیان پر  
بالکل صاف طور پر علامہ غیر تاریخی دستاویزات کو تاریخی طور سے پڑھنے کا ہے۔ صرف  
ایک باب اور بیسے کا رشتہ بنا جن میں سے دونوں ہمیشہ کے اور ایک دوسرے کے  
پورے طور سے ہم سرکہے جاتے ہیں تاریخی خیال کی تردید کے لیے کافی ہے جیسا  
کہ میں نے کی اوف نولج (عصر حاضر کا دور) میں کہا ہے  
ہمارے سامنے یہاں پر ایسا معاملہ نہیں ہے کہ جہاں ایک تاریخی ابتدا بعد کی  
پرستش کے واضح کرنے کے لئے ضروری ہو وہ دستاویزات جو ہمارے سامنے  
موجود ہیں وہ صاف طور سے تمثیلی قسم کی ہیں اور انکو تاریخ مان لینا ناممکن ہے  
جو شخص کے واقعی ان مذہبی تمثیلات کے بڑے اور اچھے ہوئے انبار کے عجیبے  
ہے وہ اس ابتدائی تصنیف کا مصنف ہے جسکی بنا پر ایک دوسرے سے  
اختلاف رکھنے والی انجیلیں معلوم ہوتی ہیں گئی تھیں۔ لیکن بد قسمتی سے اپنے  
اپنے کو ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ بات کہ وہ بہت دانت مند اور سمجھدار شخص تھا  
اور اسرار معرفت کے بعض نازک ترین مسئلوں اور جوگ دو یا کا پورا پورا واقف  
تھا اسکی تصنیف سے عیاں ہے گو کہ یہ ظاہر ہے کہ ہم انجیل کی روایتوں کو اسکی

”جسکے کان ہوں وہ سُن لے“ یسوع کا تکیہ کلام تھا جسکو وہ بار بار کہا کرتا تھا (دیکھو متی کی انجیل باب ۱۳- آیت ۹)۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ نئے عہد نامہ انجیل کی تعلیم میں کوئی بات ایسی تھی کہ جسکے لیے دیکھنے۔ سننے سمجھنے کی ضرورت تھی۔ صاف صاف الفاظ میں تعلیم نہیں دیجاتی تھی۔ پاک استاد تاریخ کی تعلیم لوگوں کو نہیں دے رہا تھا باوجودیکہ اس نے بعد میں تاریخ کو جسے میں خود ایک بہت بڑا حصہ لیا نئے عہد نامہ کی انجیلوں کے مصنفوں نے ہی یہودیوں کے قدیم شاستروں کو لفظی معنوں میں نہیں سمجھا۔ یسوع نے ایک نیا ایسا کہا ہے ”تکو سچ معلوم ہو جائیگا اور سچ تمکو آزاد کر دیگا (یوحنا کی انجیل باب ۸- آیت ۳۲)۔ عالمان شرع سے جو سچ کی تعلیم دینے کا دعویٰ کرتے تھے اسے کہنا (دیکھو یوحنا کی انجیل باب ۱۱- آیت ۵۲)۔

”لے شرع کے عالموں تم پر افسوس ہے کہ تمہیں معرفت کی کبھی چہین لی۔ تم آپ ہی داخل نہ ہوے اور داخل ہو نیوالو کو تمہیں روکا۔“

زمانہ حال کے ذی علم پادری کو اس امر کا مطلق علم نہیں ہے کہ اس آیت سے کیا مطلب ہے۔ یقیناً وہ کسی کبھی کے بارہ میں کچھ نہیں جانتا ہے خاص کر معرفت کی کبھی کے بارہ میں تو وہ بالکل ہی ناواقف ہے اور نہ اس نے کبھی ایسے کسی ہال یا مقام کا ذکر سنا ہے کہ جہاں داخل ہونے سے شرع کے بدقسمت عالموں نے اپنے تئیں اور اپنے پیروں کو اسکی کبھی کے غائب کردینے سے محروم کر دیا ہو۔ اسکو ہر جگہ تاریخ ہی تاریخ نظر آتی ہے یعنی جیہو کی منکر اور بت پرست نبی اسرائیل کے لئے از خود رفتہ محبت کی تاریخ۔ یا ایک نئے اعلان کئے گئے خدا کے بیٹے کی سوانح عمری کی تاریخ جو گناہگاروں کو نجات دینے کے لئے مجسم ہوا۔ انجیلوں کو





کہ خدا نے اپنے لڑکے کا وجود کسی پہلے یا پچھلے پیغمبر پر ظاہر نہیں کیا خاص کر ایسے لڑکے کا وجود جیسے یسوع جو دنیا کا نجات دینے والا ہے۔  
برعکس اوس کے یسعیاہ بنی کی معرفت خدا نے بہت صاف طور سے  
ہم کو بتایا تھا (دیکھو انجیل مقدس یسعیاہ باب ۴۲ - آیت ۱۱) "میں  
اور میں ہی خداوند ہوں اور میرے سوائے اور کوئی  
نجات دینے والا نہیں ہے" ایسی تکذیب کہیں نہیں ہوئی بلکہ تائید  
واعظ کی انجیل سے ہوتی ہے (دیکھو باب ۴ - آیت ۸)۔

” ایک اکیلا ہے اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔ ہاں اوس کے  
نہ بیٹا ہے اور نہ کوئی بہائی ہے۔“

کیا وہی خدا جو یسوع کا باپ کہا جاتا ہے یہاں پر بول رہا ہے۔  
اگر ایسا ہے تو وہ کیوں اپنے بیٹے کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ اور  
کیا وہ وہی خداوند ہے جسکو ہندو الیشور مسلمان اللہ اور پارسی  
اہورہ مزدہ کہہ کے پوجتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اوسنے اون لوگوں کو بھی  
کیوں نہیں بتایا کہ اوس کے ایک لڑکا ہے۔ اسلام عیسائی مت سے  
قریب چہ سو برس کے بعد قائم ہوا اور کہا جاتا ہے کہ وہ الہام  
پر مبنی ہے تو پھر ایسی کیا وجہ ہے کہ محمد نے یسوع کے خدا کا بیٹا ہونے سے  
انکار کیا یہاں غور کی سخت ضرورت ہے۔ ہم ان دو باتوں میں سے ایک  
ایک پر قائم ہونے کے لئے مجبور ہونگے کہ یا تو یسوع کا آسمانی باپ  
ہندوؤں کا الیشور مسلمانوں کا اللہ اور زردشت کا اہورہ مزدہ نہیں ہے  
اور یا ان سب مذاہب کی کتب تاریخی طور سے پڑھنے کے لئے نہیں  
کبھی گئیں نہیں۔ اصلیت یہ ہے کہ انجیلیں خود اس امر کو افشا کر دیتی ہیں

سلطنت میں جیسیں عیسائی مت کی ابتدا واقع ہوئی ہے  
ایک خداوند کی موت اور اس کے جی اٹھنے کا سالانہ تہوار  
بہت سے مذاہب میں پایا جاتا تھا مصر کے اوساکرس  
بے بی لونا کے مت (یا اے ڈونس) اور فریجیا کے  
اپٹس کے متون نے اس سالانہ تہوار کو نامعلوم  
زمانہ سے منایا تھا اور اسکوردم کی سلطنت کی تابع  
قوموں میں تمام مشرقی دنیا میں پھیلا دیا تھا یونانی فہم  
اس تہوار کو یسوع کے پیدا ہونے کے کئی صدیوں قبل  
ماننے لگے تھے۔ ایران میں مہترا کے مت والوں نے  
بھی اسکو مانا تھا۔ ایسا کہنا غلط نہیں ہے کہ اوس قدیم  
دنیا میں مسیح کے زمانہ کے قبل کوئی شہر بھی ایسا نہیں تھا  
جس میں ایک یا زیادہ مندر مختلف مذاہب کے ایسے  
موجود نہ ہوں جو ایک خداوند کے مرنے اور جی اٹھنے  
کی رسم کو بڑی دہوم دیام سے سالانہ عوام میں نہ مناتے  
ہوں۔

مہترا کے مندروں میں تو عیسائی مت سے اس قدر مشابہت  
پائی جاتی تھی کہ دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے والے خداوند کو انجیل کے  
مخصوص الفاظ میں یعنی ”خدا کا تراجود دنیا کے گناہوں کو دور کرتا ہے“  
کہہ کر مبارکباد دی جاتی تھی۔

یقیناً یہ سب اس خیال کو باطل کرتا ہے کہ نئے عہد نامہ کا بانی  
مہتری یسوع کوئی تاریخی شخص تھا اور یقیناً یہ بڑے تعجب کی بات ہے

کئے گئے ہیں بلکہ وہ اس عدم امتیاز کے زمانہ میں  
 ہر قوم اور ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ .....  
 رائٹ انریبل۔ جے ایم۔ روبرٹسن کی تصنیفات  
 میں علم مقابلہ و موازنہ مذاہب کی اس ضروری شاخ کی  
 پوری اور عالمانہ تفتیش موجود ہے۔ فی الواقع مسٹر  
 روبرٹسن نے روایاتی مطابقت کو اتنی باریک تفصیل  
 میں تلاش کیا ہے کہ اسکو اس امر کا یقین ہو گیا ہے  
 کہ یسوع مسیح واقعی کوئی شخص نہ تھا اور یہ کہ اوسکی  
 کل داستان ایک افسانہ ہے جو ایک مذہبی نائک  
 یار موز کے کہیں کے اوپر مبنی ہے۔ ..... جو شہادت  
 کہ مسٹر روبرٹسن نے فراہم کی ہے اور جسکے ایک  
 جزو کو مسٹر جے۔ جی۔ فریز نے اپنی *John Bowdler*  
 نامی کتاب میں وسعت کے ساتھ پیرا پیرا کیا ہے وہ کسی  
 غیر جنبدار شخص کو اس امر کا یقین دلانے کے لئے کافی  
 ہے کہ یسوع کی پیدائش جی اٹھنے اور گناہوں کے  
 کفارہ کی روایات محض اسوقت کے موجودہ مذاہب  
 کی مشہور و معروف روایات ہیں جو یسوع پر منسوب  
 کر دی گئی ہیں۔ ..... مسیح کی موت اور اوسکا جی اٹھنا  
 غالباً ایک معمولی عیسائی کے لئے عیسائی مذہب کے  
 اصلی اور عجیب اسرار ہیں۔ مگر ہر ذلیعور طالب علم مذہب  
 صدیوں سے اس امر سے واقف ہے کہ روم کی



دولنے اور ڈوپولی کی ہی تصنیفات نہیں ملتی ہیں کہ جنہوں  
میں انجیلوں کی سوانح عمری کو ایک قسم کی شمسی تمثیلین  
مانا ہے بلکہ ایک اجنبی جرم کی بتائی ہوئی کتاب کا  
ہی پتہ چلتا ہے جس کا حوالہ سٹر دس نے دیا ہے  
اور جسے سچ کورو حانیت کا ایک ایسا خیالی  
نمونہ (model) مانا ہے جو یہودیوں کو پہلے سے  
معلوم تھا گو کہ اس میں اختلاف کیلئے بھی گنجائش ہے۔

(دیکھو *Mythology and Mythology*)

مصنف: ایچ۔ ایم۔ روبرٹسن (صفحہ ۶۷۷)۔

ایک اور مشہور مصنف اور ایسا مصنف بھی کہ جو بہت  
دنوں تک خود پادری کے عہدہ پر ممتاز تھا جس سے بالآخر وہ  
استعفی ہو گیا جوزف مک کیب ہے جو اپنی کتاب  
موسومہ پر *Development of Religion* کے  
صفحات ۱۶۲ و ۱۶۳ پر لکھتا ہے کہ۔

وہ علم مقابلہ و موازنہ مذاہب ..... اس

امر کی تحقیقات کرتا ہے کہ انجیلوں کے یسوع کا

خیال کیونکر پیدا ہوا اور یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے۔

ہم یہ نہیں جانتے ہیں کہ انجیلین کہاں لکھی گئیں تھیں

لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ جس زمانہ میں وہ لکھی گئیں تھیں

اوس زمانہ میں دین عیسوی بحر روم کے مشرقی کنارہ

پر کم از کم ایلگزاندیریہ سے کورنتھ تک پھیلا ہوا تھا

وجود قائم کرے۔ جیسا کہ محققین کو معلوم ہے  
 جہان میں کی تاریخ میں یہ رائے کوئی نئی بات  
 نہیں ہے گو کہ اسکے وجود ممکن ہے نئے  
 ہوں۔ دوسری صدی میں اگر پہلی میں نہیں ایک فرقہ  
 جو ڈوسیٹی (Doceta) کہلاتا تھا  
 قائم ہوا تھا جو عیسائی مت کے بانی کو ایک قسم کا  
 بغیر جسم کا سایہ مانتے تھے جسے صرف ظاہر میں صلیب  
 کی تکلیف برداشت کی تھی اور بہت سے عیسائی  
 عارف اسکو محض ایک لفظی اقتباس کے طور پر  
 مانتے تھے۔ ان میں سے ایک دوسری رائے وقتاً  
 فوقتاً بعد کی صدیوں میں برابر ملتی ہے۔ پادریوں  
 کی ایک خفیہ جماعت ہی جو ۱۲۲۷ء کے قریب  
 اورلینس (Orleans) کے مقام پر  
 ٹورڈی گئی تھی یسوع کے متعلق پہلی قسم کی رائے  
 رکھتی تھی اور سولہویں صدی میں انگلستان اور دیگر  
 ملکوں میں مختلف فرقہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے  
 عیسائی مت کے بانی کے وجود کو ایک خفیہ راز  
 مانا ہے۔ پہر اٹھارویں صدی میں دو ٹیئر بولنگ بروک  
 کے کچھ شاگردوں کا ذکر کرتا ہے جنہوں نے تاریخی  
 وجوہ پر یسوع کے وجود سے انکار کیا ہے۔ اور  
 فرانس کے انقلاب سلطنت کے زمانہ میں صرف

گئے ہیں لیکن یورپین تحقیقات نے صرف اوسکے اختلافات  
ڈھونڈنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے اوسنے انجیلوں کی مختلف  
روایتوں کے مزجون کی ہی جستجو کی ہے۔ اور اس تحقیقات  
کے نتیجہ کے طور پر اس پر واضح ہو گیا ہے کہ:-

” عیسائیوں کی کتب مقدسہ کی بہت سی معجزانہ  
اور غیر معجزانہ باتیں جنکو کہ عیسائی لوگ تاریخی واقعات  
مانتے ہیں یا کم از کم ایسی ایزادین مانتے ہیں جو ایک  
عجیب مذہبی استاد اور بانی کی سوانح عمری کے  
گمراہ جمع ہو گئی ہیں وہ دراصل بہت پُرانے زمانہ کی  
روایتوں سے ہی لئے گئے ہیں اور اس لئے  
عیسائی مت کے بانی کی متنازعہ ذات ہی جسکا  
وجود بعض اشخاص نے صرف مان لیا ہے اور بعض نے  
نتیجہ کے طور پر اخذ کیا ہے اتنی ہی مشتبہ ہے  
جتنی پُرانی روایات کے نیم خداوندوں کی.....  
فروعات کو چھوڑ کر بحث یہ ہے کہ جب انجیلوں کے  
یسوع کی روایت کا ہر ضروری جز و کم یا زیادہ  
واضح طور سے مذہبی کہانیوں کی قسم کا ثابت  
ہوتا ہے (تعلیم کے لحاظ سے ہی ادتنا ہی جتنا  
عمل کے لحاظ سے) تو پھر بالکل کوئی بات  
باقی نہیں رہتی جو کسی شخص کو اس امر کا مجاز پھراؤ  
کہ وہ یسوع کے نام کے پیچھے کسی مجسم شخصیت کا





خلاف ہیں۔ اگر مریم اور یوسف کو معجزانہ پیدائش کا  
 علم ہوتا تو وہ جب مسیح نے ہیکل میں اپنے باپ کے  
 کام میں مشغول ہونے کا (دیکھو لوقا کی انجیل باب ۲۔  
 آیت ۵۰) ذکر کیا تھا کیون متعجب ہوتے۔ ان  
 تین سوانح عمری والی انجیلوں میں کچھ ہوئے معجزے  
 بہت کچھ یکساں ہیں لیکن جن حالات میں ان کا وقوع  
 ہونا بیان کیا گیا ہے وہ بہت مختلف ہیں۔۔۔۔۔  
 سب سے بڑا معجزہ یعنی لازہ سس کا جلنا صرٹ  
 یوحنا کی انجیل میں پایا جاتا ہے۔ باقی معجزے۔۔۔۔۔  
 اکثر تمثیلی ہیں (مثلاً روٹیوں کی تعداد کا بڑھ جانا۔  
 پانی کو شراب بنا دینا وغیرہ) جو آدمی صلیب کے  
 نیچے موجود تھے انکے نام دو انجیلوں میں یکساں نہیں  
 ملتے۔ مسیح کے جی اٹھنے کے بارہ میں ان سوانح عمری  
 والی انجیلوں کے مصنف ایک دوسرے سے بہت  
 اختلاف رکھتے ہیں۔ مرقس کی انجیل کے سولہویں  
 باب کی نوین آیت سے میسوین آیت تک کا مضمون  
 بعد کا بڑھایا ہوا ضمیمہ ہے۔۔۔۔۔ لوقا کے تالیف  
 حوالہ جہوٹے ہیں۔ ہیرودہس بادشاہ نہ تھا بلکہ گورنر تھا۔  
 سرینیس جسکو وہ یسوع کی تاریخ میں لانا تاہر سٹہ سے  
 اللہ تک حاکم تھا اور اسلئے اسکا یسوع کے قصہ سے  
 کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ سانیاس کا بھی تذکرہ کرتا ہے

اور ون کے مطابق یسوع کی زندگی کا جرم  
 آخری حصہ ہی وہاں صرف ہوا۔ یوحنا کی انجیل  
 میں جو ن پتہ دینے والے کی وقعت بہت کم پائی  
 جاتی ہے۔ اوس میں سجزہ ہی مختلف ملتے ہیں یعنی وہ  
 زیادہ تعجب خیز ہیں اور ساتھ ہی ساتھ خفیہ رموز کی  
 طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یسوع کی تمام زندگی یوحنا  
 کی انجیل میں بہ نسبت باقی ماندہ تین انجیلوں کے  
 بہت زیادہ متبرک ہے اور لوگوں (کلام = ایضاً  
 و ایکس) کی سی ہے۔ لیکن ساتھ ہی میں یسوع کو وہ  
 یوسف کا روکا جاتا ہے اور کنواری کے بچہ ہونے کا  
 ذکر نہیں کرتا ہے۔۔۔۔۔ نہ باقی تین انجیلیں ہی آئیں  
 متفق ہوتی ہیں متی یسوع کی پیدائش کی تاریخ سن  
 عیسوی سے چار برس قبل ہیرود کے زمانہ میں  
 قائم کرتا ہے۔ لوقا اسکو دس برس بعد اسم نویسی  
 کے سال میں قرار دیتا ہے سن چہ عیسوی میں مگر آگے چلکر  
 کہتا ہے کہ تیریس قیصر کے پندرہویں سال (۶۰۰ء)  
 میں مسیح قریب تیس برس کا تھا۔۔۔۔۔  
 ۔۔۔۔۔ مرقس سجزہ نہ پیدائش کا ذکر نہیں کرتا ہے۔  
 متی اور لوقا یسوع کے دو مختلف نسب نامہ یوسف  
 ازرداؤد کے ہنسوں کے دیتے ہیں لیکن یہ۔۔۔۔۔  
 اوس کے کنواری سے پیدا ہونے کی روایت کے



لکائے یعنی واقعی ایسے پیڑ نصب کئے کہ جنگو لوگ  
 دیکھہ سکیں اور چوسکیں اور ان میں سے ایک کو  
 زندگی کا اور دوسرے کو نمک ہرے امتیاز کا پیسٹر  
 نامزد کیا جنکے پہلون کو آپ اپنے مادّی جبر و ن سے  
 چبا سکیں کون اس کو مان سکتا ہے کہ خدا باغ  
 عدن میں چہل قدمی کا عادی تھا۔ یا اسکو کہ آدم ایک  
 درخت کے نیچے چہپ گیا اور فائن خدا کے چہرہ [سامنے]  
 سے بہاگ گیا۔ سمجھدار مصلح کہہ لایا اسکے پونچھنے کا مستحق  
 ہے کہ خدا کا چہرہ کیا ہے اور کس طرح پر کوئی اس سے  
 بہاگ سکتا ہے۔ اور پڑانے عہد نامہ میں ہی ایسی باتیں  
 نہیں پائی جاتی ہیں جنگو کوئی سمجھدار یا معقول شخص  
 امر واقعہ یا سچی تاریخ نہیں کہہ سکتا ہے  
 [نئے عہد نامہ کی] انجیلون میں ہی ایسے ہی  
 افسانہ بہرے ہوئے ہیں۔ یہ کیسے سچ ہو سکتا ہے  
 یا کیونکر تاریخی واقعہ ٹھیرا یا جاسکتا ہے کہ ایک ہی  
 پہاڑ کی چوٹی پر سے مادّی آنکھوں سے  
 فارس سائی تہیا (Sag China) اور ہندوستان کی  
 اقالیم متصل اور ایک ہی وقت میں نظر آ سکیں۔ اس  
 قسم کے بیشمار افسانہ احتیاط سے پڑنے والے کو  
 انجیل میں لینگے

*The History of New Testament Criticism*

کیا مراد ہے۔ وہ قدیم سانپ کا راز جو شیطان  
یا نجیث کہلاتا ہے آشکارا کرتی ہے۔ وہ انسانی  
طرح کے خالق کی تردید کرتی ہے۔ اور نہایت ہی  
اعلیٰ بندش خیال میں حیات جاودانی کے حصول کا  
جو ایک ہی ذریعہ ہے اسکو بیان کرتی ہے۔

یہ کوئی نئی گہرنت نہیں ہے جو میں آپ کے سامنے پیش  
کر رہا ہوں ایسے دور دراز وقت میں بھی جیسے کہ عیسائیوں کے  
سمبت کی چوتھی صدی اور پچن (Origen) نے جو  
Croydo. Brit. کے بموجب عیسائی کلیسا کا سب سے

مشہور اور زبردست دافکار تھا خفیہ تعبیر کے طریقہ کو انجیل  
مفسر کی تہ تک پہنچنے کے لئے استعمال کیا تھا۔ اور پچن کو  
پورا یقین تھا کہ نئے اور پُرانے عہد ناموں میں ایک لفظ ہی ایسا  
نہ تھا جو معرفت اور راز سے خالی ہو۔ وہ سوال کرتا ہے۔

”لیکن کیونکر ہم اس معرفت کے خیال کے ساتھ  
انجیل کے ایسے قصوں کو مطابق کر سکتے ہیں جیسے  
لوط کا اپنی لڑکیوں سے ہمبستر ہونا۔ ابراہیم کا پہلے  
اپنی ایک بیوی سے اور بعد کو دوسری بیوی سے  
حرام کرانا۔ آفتاب کے بنائے جانے کے قبل  
کم از کم تین رات و دن کا وقوع میں آنا۔ ایسا  
کون بیوقوف ہوگا جو یہ مان لے کہ خدا نے ایک  
معمولی مالی کی طرح پر بہشت [باغ عدن] میں درختان

اور اوسکے بجائے بعد کی صدیوں میں نئے اور  
پڑائے عہد ناموں کے الفاظ کی ظاہر ابرودہ تعلیم  
پر ایک احکامی شریعت خدا پرستی کی قائم ہو گئی۔  
اس خیال پر کہ انجیل میں الہام کے طور پر  
انسان کے ساتھ خدا کے گزشتہ زمانہ کے  
برتاؤ کا تذکرہ ہے اس کے تاریخی پہلو پر بہت  
زیادہ زور دیا گیا ہے اور وہ کتابیں جو خفیہ  
اور تمثیلی عبارت میں تحریر ہوئی ہیں تو انچ سمجھ کر  
پڑھی جاتی ہیں۔

اور کتاب نکاشفہ کے بارہ مینسٹر پر ابیں زور کے ساتھ  
رقم کرتے ہیں (دیکھو حوالہ سابق صفحہ ۵) کہ

”وہ اس خفیہ اسرار الہی کی کنجی ہے جو ہر زمانہ میں  
یکساں ہے اور سب عقیدہ دن اور فلسفوں سے  
برتر ہے یعنی اس پوشیدہ علم کی جو دراصل  
اسی قدر پوشیدہ ہے کہ وہ ہر چھوٹے سے چھوٹے  
اور بیوقوف ت بیوقوف ذی روح میں بھی درپردہ  
موجود ہے اور جس کے کہولنے کے لئے یسوعائے  
خدا اسکی ذات کے اور کوئی دامن کر نے والی کنجی کو  
نہیں گہا سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ صاف الفاظ  
میں۔۔۔۔۔۔۔ وہ مسیح کی کہانی کے معنی کو حل کر دیتی  
ہے۔ وہ یہ بتاتی ہے کہ یسوع مسیح سے دراصل

مطالعہ کرنے والا اس امر سے لازمی طور سے موثر ہو جاتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں ایک خفیہ اسرار معرفت یعنی رموز کے علم کی علامات پائی جاتی ہیں جو بہت قدیم زمانہ سے سلسل چلا آ رہا ہے۔ اس خفیہ علم کا بار بار حوالہ انجیل کے نئے عہد نامہ میں ملتا ہے اور انجیل میں بھی کہ جن میں اس کے چند حقیقی اصولوں کا امتیاط کئے ساتھ اظہار کیا گیا ہے۔ اور ادھر ادھر کے نظاروں پر جو اس کے حاصل ہوئے ہیں یہ صاف طور سے ثابت ہے کہ وہ سب پڑانے مذاہب اور فلسفوں میں بہ لحاظ اصلیت ایک ہی تھا اور واقعی ان سب کی بنیاد تھا۔ عیسائیوں کی کلیسا کی ابتدا میں جو مثل ایک خفیہ جماعت کے قائم ہوئی تھی اس مخفی اسرار الہی کی بہت احتیاط کے ساتھ حفاظت کی جاتی تھی اور اس اصول کے مطابق کہ بہت سے بلائے جاتے ہیں مگر ان میں سے چند ہی منتخب ہوتے ہیں وہ صرف انہیں کو سکھایا جاتا تھا جو اس نئی تعلیم کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ امور مملکت کی گندہ کرنے والی مصلحتوں اور خود غرض نالائق پادریوں کی اخلاقی کمزوریوں کی بدولت یہ خفیہ اسرار معرفت شروع ہی کی صدیوں میں عیسائیوں کی جماعت سے جاتا رہا





استعمال کئے گئے ہیں یہاں تک کہ انسانی خیال ایک ایسے دلفریب اور محو کرنے والے جامہ میں بلبوس پایا جاتا ہے جو مجتو کرنے والی عقل کو ہر موقع پر دھوکا دیتا ہے۔ یہودیوں کی کتب مقدسہ اور نئے عہد نامہ انجیل میں ایک طریقہ جسکو تعدادی معنی الفاظ کہنا غیر مناسب نہ ہوگا مصنف کے اصلی مفہوم کو چھپانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ یہودیوں کے مت کے رموز کباتہ ( *Chabab* ) کہلاتے ہیں۔ ایس۔ ایل۔ میلگر یگر میترز صاحب اپنی کباتہ نو بلڈ *Unveiled Chabab* کے دیباچہ میں تحریر کرتے ہیں کہ "اس بات کو اب لوگ سمجھنے لگے ہیں کہ انجیل میں جسکو غالباً اور سب کتابوں کی نسبت لوگ بہت کم سمجھ پائے ہیں بشمار ایسی آیات درج ہیں جنکو کسی ایسی کتب کی مدد کے بغیر کہ جو انکے اصلی مفہوم کو واضح کر سکے کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ وہ کتب کباتہ میں ملیگی" کباتہ تین حصوں پر منقسم ہے۔ جمیٹریا۔ نوٹیرکون اور تیمور۔ ان میں سے جمیٹریا۔ الفاظ کی قیمت پر مبنی ہے اور یہ بتاتا ہے کہ جو الفاظ ہم تعداد ہوتے ہیں وہ ہم معنی ہی ہوتے ہیں۔ باقی دو بہت پیچیدہ ہیں جیسے کسی لفظ کے حرفوں کو الگ الگ لفظ مان کر ان سے ایک جملہ بنانا وغیرہ۔ مگر ہکو ان سے یہاں کچھ سرود کار نہیں ہے۔ یہودی علم معرفت میں اس قسم کے علم ہندسہ یا شمار کے اوپر بہت زور دیا گیا ہے۔ عبرانی زبان میں ہندسے علیحدہ نہیں ہیں۔ ہر حرف کی ایک مخصوص تعداد ہے جیسے الف = ۱۔ ب = ۲۔ ج = ۳۔ د = ۴۔ وغیرہ۔ اس گنتی کے اوپر یہ اصول مبنی ہے کہ ہر لفظ ایک رقم

قانون اور مصلحت حکومت (مصنفانہ) کے پیرائے میں  
بیان کیا گیا ہے۔“

دیدون کے سمجھنے کے لئے وید انگون کا جاننا ضروری ہے اور  
وید انگون میں نزدیکست (علم تعبیر) سب سے ضروری ہے جس کے  
جانے بغیر کسی کو دیدون کا مطلب سمجھانے کی اجازت نہیں ہے۔ اپنی  
مہا بھارت کے دیباچہ میں مسٹر کے۔ این۔ آئیر صاحب لکھتے ہیں:-  
”معمولی آدمیوں کو دھرم سیکھا دینے کے لئے سلف کے  
ریشیوں نے علمی اصولوں کو فقے کہانیوں کے طور پر اوپر  
کہے ہوئے طریقہ کے مطابق بیان کیا ہے۔ مناسب  
اصطلاحات جنکے معنی نزدیکست کے قاعدہ کے بموجب  
جو وید کے چہ انگون یعنی عضومین شامل ہے انکے  
استخراج سے ظاہر ہوتے ہیں گھڑے گئے اور قائم کئے  
گئے تھے..... اور انکا مفہوم شاسترون میں  
احتیاط کے ساتھ درج کیا گیا تھا تا کہ شروع ہی سے  
غلطی سے احتیاط رہے۔“

یہ ممکن ہے کہ ہم مسٹر آئر صاحب سے اس قسم کی تعلیم کی ضرورت  
کے متعلق متفق نہ ہوں لیکن اس میں شبہ نہیں ہو سکتا ہے کہ شاسترون کے  
بنانے والوں کی نیت کبھی یہ نہ تھی کہ اون کا مضمون الفاظ کے ظاہری  
لفظی معنوں میں سمجھا جاوے۔ صرف استخراجی طریقہ ہی الفاظ کے  
مروجہ معنی کو بدلنے کے لئے استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ تشبیہ اور دیگر  
قسم کے نازک انکار (صنعت تحریر) ہی نہایت آزادی کے ساتھ



کھل جانا چاہئیں نہیں لیکن بد قسمتی سے زیادہ تر آدمی لکیر کے فقیر ہی ہوتے ہیں۔

تو پھر ویدک دھرم کی سچی تعلیم کیا ہے اور منتر و نین کہے ہوئے ایک دیوی دیوتاؤں کا راز کیا ہے۔ لیکن قبل اسکے کہ میں ان اہم سوالات کا جواب دوں یہ ضروری ہے کہ آپ کو میں بتا دوں کہ اد پر کہے ہوئے تین قسم کے دیدوں کے واقف کار یعنی توہمات سے خوف زدہ نہ بنائیں۔ دھرمی۔ ڈارونی (انسان کو بند روں کی اولاد ماننے والا) پوروہین۔ اور نیم ڈارونی ہندوستانی کیون دیدوں کے سمجھنے میں قاصر رہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دیدوں کی زبان سنسکرت نہیں ہے جیسے کہ انجیل مقدس کی زبان عبرانی اور یونانی اور قرآن شریف کی زبان عربی نہیں ہے۔ کیا اس سے آپ کو تعجب ہوتا ہے۔ تاہم یہ امر واقع ہے جن کتب ہی کا ذکر میں نے یہاں پر کیا ہے یہ سب دوزبانوں میں لکھی ہوئی ہیں ایک میں نہیں جن الفاظ میں اونکی عبارت تحریر کی گئی ہے وہ بلاشبہ ایک قوم کی زبان ہیں لیکن ان الفاظ میں مخفی ایک دوسری عبارت مفہوم کی ہے جو ان کتابوں کی اصلی زبان ہے۔ ماہران مذاہب اس چھٹی ہوئی زبان سے بالکل ناواقف تھے اور انہوں نے اپنی ساری کارگیری ان کتب مقدسہ کے مختلف زبانوں میں نقل کرنے اور ترجمہ کرنے میں صرف کر دی۔ مطلب کی یہ کو نہ پہونچنے پائے۔ یہی وجہ ہے کہ وید۔ زیندہ اوستا۔ انجیل اور قرآن ان عالموں کو بچوں کی سی کہا نیوں اور دریاؤں اور نالوں اور جہیلوں کے دیوی دیوتاؤں سے بہری ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ عموماً یہ کتب مقدسہ خود ہی ہنگو لفظی تعبیر کے خلاف

(۲۲) اسکی طرز تحریر ایک مدرسہ کے طالب علم کے مضمون کی سی ہے  
 تاکہ کسی علم یا ہنر کے عالمانہ بیان کی سی۔

یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ یہ وید کے اوس نیر کی جس کے ایک حصہ کا  
 یہ ترجمہ کیا جاتا ہے کوئی مستند تعبیر ہی نہیں ہے۔ اگر عاقباً یہ مان لیا جائے  
 کہ اس قسم کی تعبیر سے وید مقدس کی توہین نہیں ہوتی تاہم یہ کہنا تو ضرور ہی  
 پڑے گا کہ اوس سے ویدوں کی کچھ تعریف ہی نہیں ہوتی اور نہ اوس  
 ہندو جماعت کی بھی جو ویدوں کی پیروکار ہے۔

ویدوں کے سمجھنے میں سناٹن دہرمیوں نے بھی کچھ کامیابی حاصل نہیں کی  
 انہوں نے اپنے مورثوں کی غلطیوں کو اند سے پن سے دہرایا ہے اور  
 یہ نہیں سوچا کہ ایک دیوی اور دیوتاؤں کے جو کارنامہ سچات بیان  
 کئے گئے ہیں وہ دیوتاؤں کے شایان ہین یا نہیں۔ اندر نے اپنے  
 گرد کی استری کے ساتھ زنا کیا اور دیو گرو (برہمستی) نے اپنے  
 بڑے بیائی کی حاملہ عورت کو ہنگا یا اور سوم یعنی چندرمان نے خود  
 دیو گرو کی استری سے ایک لڑکا پیدا کیا۔ لیکن سناٹن دہرمی  
 لوگ دیوتاؤں کے ان اور اسی قسم کے دیگر بڑے افعالوں کو  
 نہیں دیکھتے ہیں۔ ان عجیب دیوتاؤں کی سب سے عجیب بات  
 یہ ہے کہ اب انکے کارنامے جاری نہیں ہیں۔ اون کے سب کام  
 پُرانوں کے لکھے جانے کے پہلے ہی ختم ہو چکے تھے زندہ اشخاص کے لئے  
 یہ کیسے ممکن ہے خاص کر ایسے متنفسون کے لئے جو ایک لمحہ بہر ہی اپنے  
 بڑوسی کی عورت کو ہنگانے کا خیال کئے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں۔ ان  
 دیوتاؤں کی صرف اسی خصوصیت سے سمجھ دار آدمیوں کی آنکھیں

کمزوری خود میان ہو جاتی ہے۔

”(۱) ہم ان طاقتور گھوڑوں کی قوت پیدا کرنے والی خاصیتوں کا بیان کریں گے جن میں بڑے بڑے اوصاف پائے جاتے ہیں یا حرارت کی ادس زبردست طاقت کا ذکر کریں گے جس کو ماہران علوم کام میں لانے کی غرض سے پیدا کرتے ہیں (قربانی کے لئے نہیں)۔

”(۲) وہ لوگ جو نصیحت کرتے ہیں کہ صرف ادس سرمایہ کو حاصل کرنا اور خرچ کرنا چاہئے جو کہ جائز طریقوں سے حاصل ہو سکے اور وہ لوگ جو کہ بیدار ایشی عقلمند ہیں اور دوسروں سے علم و ادب پر خوش اعلیٰ کے ساتھ سوال کرنے میں اور ضعیف العقل اشخاص کی غلطیوں کو دور کرنے میں کافی ملکہ رکھتے ہیں صرف ان ہی لوگوں کو اختیار اور حکومت کی مقادیر سنی جائیے۔

”(۳) کار آمد خاصیتوں والی بکری دودھ دیتی ہے جو گھوڑوں کے لئے مقوی غذا ہے عمدہ سے عمدہ اناج اسی وقت مفید ہوتا ہے جب کہ وہ لذیذ کھانوں کے طور پر پیش کیا جائے جسکو کسی عمدہ باورچی نے اصول و خواص اخذ یہ کے مطابق تیار کیا ہو۔“

اب آپ ایک ہی نظر میں دیکھ سکتے ہیں کہ اس خلاصہ میں خاص

باتیں یہ ہیں۔

(۱) اسکا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور

سی باتیں ایسی معلوم ہو جائیں جو اسکی سوجھ کو بہت پریشان کن محسوس ہوں اور اسکو یہ معلوم ہو جائے کہ قدیم ریشون نے اس نہایت عجیب دیوتا کا ذکر حسب ذیل طریقہ پر کیا ہے۔

(۱) ادسکے تین ٹانگیں اور سات ہاتھ اور سات زبانیں ہیں۔

(۲) وہ سب دیوتاؤں کا بھاری ہے۔

(۳) دیوتا ادسکے بلانے سے آتے ہیں۔

(۴) ادسکو کہلایا ہوا کہا ناد یوتاؤں کو پہونچتا ہے اور اس سے

ادنکی طاقت بڑھتی ہے۔ اور

(۵) وہ ہیکش (پاک) اور ابھیکش (ناپاک) دونوں کا کھانیوالا ہے۔

انکے علاوہ اور بھی اوصاف اگنی کے ہیں لیکن مجھض اتنے ہی ہماری توجہ کو اٹکانے کے لئے کافی ہیں۔ اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنی آگ یا کھانا پکانے کے علم میں اگنی کے ان اوصاف کو دکھا دیں۔ یہ بھی میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ محققین اور فصیح لکچراروں کے نتیجوں میں اس امر کو ڈھونڈیں کہ بارشش یا ابر نے کس طرح پر اپنی گرد کی استری کے ساتھ ڈنا کیا اور وہ بیماری کے داغ کہاں ہیں جنکو کہ برہما جی نے انجام کار آنکھوں میں مبتدل کر دیا۔ لیکن آپ چاہے جتنی جستجو کریں محققین کے نتیجوں میں ان امور کا آپ کو جواب نہیں ملے گا۔ اسکے علاوہ یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ آگ کو مذہب سے کیا سروکار ہے اور کھانا پکانے کا نہرنگی سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ لیکن ان سوالوں کا بھی کوئی جواب نہیں ہے۔ میں وید مقدس کے ایک برہمن کے ایک حصہ کا ترجمہ جسکو ایک آریہ سماجی نے کیا ہے پیش کرتا ہوں جس سے ادنکی تعبیر کی

لیکن ان ذی علم محققین میں سے ایک کو بھی دیدون۔ انجیل مقدس یا  
 زیندادستا کار ازین ملا۔ مشرقی علوم کی واقفیت کا دعویٰ پرار۔  
 (Mashhad-e-Mashhad) خیال کرتا ہے کہ دیدون میں جگہ ہوے  
 سورج اندر اور اگنی کو آفتاب۔ ابر اور آگ سے تشبیہ دینا اور  
 انجیل مقدس کے نئے اور پڑانے عہد ناموں کو تاریخی طور سے پڑھنا  
 بس مذہب کی تہ کو پہونچ جانا ہے۔ اور حال کے زمانہ کے علماء نے  
 اپنا ایک قسم کا تعریف سماج قائم کر لیا ہے جسکا ہر ممبر ہر وقت اس فکر  
 میں لگا رہتا ہے کہ اس بات کو معلوم کرے کہ اونکی اس قسم کی تحقیقاتوں  
 کی شاباشی کس کو دیجائے اور اسکا بغیر کسی ذاتی خود غرضی کے اعلان کرے  
 اگر میں ان محققین کی مذہبی تحقیقات و معلومات کے عشر عشر پر ہی غور  
 کروں تو اسکے لئے کم سے کم ایک ہزار صفحہ کی ضخامت کی کتاب تھے لکھنے کی  
 ضرورت ہوگی۔ یہ بات نہیں ہے کہ وہ لوگ دل کے صاف نہیں ہیں یا اونکی  
 تعلیم ناقص ہے درحقیقت ان میں سے چند تو ایسے ہیں کہ فی زمانہ قابلیت  
 میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ہیں لیکن بد قسمتی سے وہ سب کے سب بغیر کسی  
 استدلال کے عقلی کوتاہ نظری کے مریض ہیں۔ اور ان کا مرض ہی ایسا ہے  
 کہ جسکی اونکو مطلق خبر نہیں ہے۔ اونکے من کی کوتاہ نظری کا مرض اونکے  
 ایک دوسرے کے ذہن کی رسائی اور وسعت خیال کی تحسین و آفرین  
 کرتے رہنے کی وجہ سے اور بھی زیادہ مہلک ہو گیا ہے۔ اگر اوس  
 ذی علم پڑ و فیر نے جس نے یہ نتیجہ نکالا کہ اگنی سے مراد آگ سے ہے  
 یا اوس چرب زبان آریہ سماجی نے جس نے اوسکو کہا ناپکائے کا  
 علم سمجھ لیا اگنی کے عجیب و غریب اوصاف پر توجہ کی ہوتی تو اوسکو بہت



# پانچوان لکچر

دیوی دیوتاؤں والے مذاہب

(الف)

آج کی تقریر ایک ایسے مضمون پر ہے کہ جو امور مذہبی کے سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے اور جسکا جاننا اسلئے ہی نوع انسان کے لئے لازمی ہے۔ آج ہم قہقہے کہانیوں والے مذاہب کی تحقیقات کرینگے جنکو باوجود کوشش بلوغت سے موجودہ زمانہ کے لوگ نہیں سمجھ سکے ہیں۔ ان مذاہب کے محققین میں بہت اختلاف پیدا ہوا ہے اور دونوں قسم کے واقف کاروں کی یعنی خود ان مذاہب کے ماننے والوں اور نیز بیرونی ماہران کی کوشش اب تک رانگن گئی ہے۔ کیونکہ کچھ لوگوں نے تو ان مختلف ممالک اور مختلف دیوالوں کے دیوی دیوتاؤں کو واقعی زندہ متفلس اور اونکے عجیب و غریب کارناموں اور ناممکن تعلقات کو اونکے دیوتا ہونے کی دلیل مانا ہے جب کہ اون لوگوں نے جنکو کسی قسم کے مذہبی توہمات نہ تھے کہ جن سے اونکی عقل گمراہ ہو جاتی یا جنہوں نے اپنے تئیں اس قسم کے توہمات سے تعلیم وغیرہ کے ذریعہ آزاد کر لیا ان ہمیشہ دیوی دیوتاؤں کو روشنی۔ بارش۔ آگ وغیرہ جیسے طبعی واقعات یا مختلف علوم و فنون جیسے حکومت کرنے کا علم۔ کہانا پنانے کا علم وغیرہ وغیرہ کے روپک یعنی خیالی تصویرات (personifications) سمجھا ہے۔

ہوں سے واقف ہیں دنیا کی شہوتوں اور دل بہانے والی چیزوں سے  
 اس مردم خور غول کے بڑے غار سے نکلنے کے لئے منہ موڑتے ہیں -  
 لیکن باقی لوگ جو عشق اور نایاب و رنگ کے جلسوں میں لگے ہوئے ہیں  
 اور مختلف قسم کے کہانوں کے عمدہ عمدہ ذائقوں کا مزہ لینے میں مصروف  
 ہیں آداگون کے دوامی چکر میں بار بار پھر کر کھلے جاتے ہیں اور موت کے  
 طاقتور جبروں میں ادنیٰ مکر وے مکر وے کئے جاتے ہیں -

اس پر کوئی مشکل نہ سمجھتے گئے تھے۔

”افسوس ہے ایسی جوانی پر جسکو بڑے بڑے کا ڈر لگا ہوا ہے  
شوگ ہے تندرستی پر جسکو بہت سی بیماریاں ناش  
کردیتی ہیں۔ افسوس ہے انسان کی زندگی پر جو بہت  
تھوڑے عرصہ قائم رہتی ہے۔ لعنت ہے اذن  
مسمانی خواہشوں پر کہ جن سے عقلمندوں کے  
دل پھیل جاتے ہیں۔ کاش کہ نہ بڑے بڑے ہوتا نہ روگ  
ہوتا نہ موت ہوتی اور نہ موت کی تکلیف۔“  
(دیکھو اللت و ستار)۔

اسی اہمیت یہ بھی کہا ہے کہ کون سے بہری ہوئی یہ دنیا دراصل ہے  
جس میں ابتدا ہے جنم لینا ہے بوڑھا ہونا ہے  
ناش ہونا اور پھر دوبارہ پیدا ہونا ہے۔ افسوس  
اذن سب کے لئے جو زندہ ہیں بڑے بڑے اور بیماری  
اور موت اور اسی قسم کی دیگر آفتیں آتی ہیں۔  
(حوالہ سابق)۔

درحقیقت یہ دنیا جو بے سمجھ انسان کو شکہ اور دلبستگی کے اسباب  
سے بہری ہوئی معلوم ہوتی ہے مثل الف لیلا کے آدم خور غول کے  
جزیرہ کے ہے جس کے بد قسمت قیدی اس واسطے موٹے کئے جاتے ہیں  
کہ کچھ دیر بعد کہا لئے جائیں۔ یہاں ہی ہمارے لئے نیت کے جنون کا  
انجام بڑے بڑے کی تکلیف اور موت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ہم من سے  
وہ لوگ جو ہستی کے بید کو سمجھ گئے ہیں اور جن شرائط پر اس کا دار و مدار ہے

(ای-آر-ای-جلد ۲ صفحہ ۷۰)۔

ہمیں یہ نہیں معلوم کہ بڑھاپس امر پر کیا خیال کرتا یا کہتا اگر اس کو یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ سببیاں میں اپنے ٹین پکا کرنے کی کوشش بغیر گرمی آئرن کو باقاعدہ بنھائے ہوئے کے کرتا تھا۔ غالباً اوس نے اسپرکمی دیساں نہیں دیا کہ کوٹھے پر پونچنے کے لئے سیر ہی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کہ پیشیا سے سوائے تکلیف اور کلیش کے اور کچھ نہیں حاصل ہوتا جب تک وہ ٹھیک اعتقاد اور ٹھیک علم کے ساتھ نہ ہو۔ ایسٹور پر بدھ بڑی عمر تک درمیانی مارگ کا پرچار کرتا رہا اور لوگوں کو دکھ سے بچنے کے لئے نردان کی نیستی میں فنا ہو جانے کی تعلیم دیتا رہا وہ استی برس کی عمر میں سور کا گوشت کھانے سے مر گیا۔

بڑھاپس کی تعلیم کا اثر بہت لوگوں کے دلان پر خاص کر اسوجہ سے پڑا کہ اس میں کڑی پیشیا نہیں کرنا پڑتی تھی اور اسے ہٹ یوگ کی سختیوں کو جو واقعی ایک فضول طریقہ جسمانی کلیشوں کا سبب اور جس کا پیشیا کی اصلی شکلوں سے جیسا جین بدانت میں دی ہوئی ہیں امتیاز کرنا ضروری ہے بلکہ کر دیتا تھا۔ مگر ہم بڑھاپس کی فلاسفی کی بابت داد کے آواگون کے مسئلہ کی نسبت جس میں فعل کرنے دے کے بجائے ایک دوسرا شخص سزایا جاتا ہے اور اوسکی دوجوں کے فانی ہونے کی تعلیم کی بابت جاسے جو کچھ خیال کریں یا کہیں لیکن مجبوراً ہلکواوس کے سنساری جو کے دکھ کو بہت صاف طور سے محسوس کرنے کے لئے اور اوس دکھ کی الفاظ میں بے حد ٹھیک ٹھیک تصویر کھینچنے کے لئے تعریف کرنی پڑتی ہے۔ عبارت کی عمدگی کے لحاظ سے

باد جو داس اتفاق کے جب پریشاں ہے (व्यवहार) مکی  
 سختی کا سامنا پڑا جس کا مفہوم ستیاس کے متعلق سب قسم کی  
 تکلیفوں کو خوشی سے برداشت کرنا ہے اور جب اوسنے اپنے کو  
 کمزور اور دبلا پایا لیکن وہ روشن ضمیری جس کا وہ متلاشی تھا نہ ملی تو  
 بدھ نے ایسا کہا کہ :-

”ان سختیوں کے برداشت کرنے والے ناگوار راستہ سے  
 مین اوس انوکھے مکمل - اعلیٰ بلند مرتبہ (آریون کے)  
 گیان کو جو انسانی سمجھ کے باہر ہے حاصل کر پاؤنگا -  
 کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اوس کے حاصل کرنے کا کوئی  
 دوسرا طریقہ ہو؟ (ای - آر - ای - جلد ۲ صفحہ ۷۷) -

اس وقت سے اوسنے جسم کی پرورش پر شروع کر دی -  
 بالآخر وہ درمیانی طریقہ جسکی وہ تلاش میں تھا مشہور عالم بودھی  
 درخت کے نیچے حاصل ہوا - وہ درمیان کٹھن تپشیا اور بغیر روک  
 ٹوک کی عیاشی کے جو کرم یوگ (سب قسم کے دنیاوی افعال میں  
 نش کا م یعنی بلا خواہش کے مشغول ہونے) کے ہمیں میں مروج ہتی  
 ایک قسم کا صلح نامہ تھا - آیا یہ درمیانی راستہ علم سائنس کے مطابق ہو  
 یا نہیں - یہ سوال نہ تھا - مطلب یہ تھا کہ دکھ سے ہر طرح سے بچیں - اگر تپ  
 خود دکھ کا کارن ہے تو اوس سے دکھ کا ناش کیسے ہو سکتا ہے -

بدھ نے کہا ”دکھ بڑا ہے اور اس سے بچنا چاہیے - زیادتی  
 دکھ ہے - تب ایک قسم کی زیادتی ہے اور دکھ کا بڑا ہیوالا ہے  
 اوس کے برداشت کرنے سے ہی کوئی فائدہ نہیں ہوتا وہ بے سود ہے“

اچھوٹ و گنہگار (غیر) ہیں جو یہ تعلیم دیتے ہیں اور جگہ یہ  
 عقیدہ ہے کہ جو کچھ کوئی مستفس ہوگا ہے خواہ وہ سبک ہو  
 یا دیکھ ہو یا ایسا تجربہ ہو جو نہ سبک ہے اور نہ کہہ ہے وہ  
 تمام بچھلے کر مون کا پھل ہے پس جب کے ذریعہ پڑانے  
 کر مون کا ناش کرنے سے اور نئے کر مون سے  
 باز رہنے سے اُنیدہ زندگی کے لئے آسروین ہوتا ہے۔  
 آسرو کے نہ ہونے سے کرم کا ناش ہو جاتا ہے اور اسطرح پر  
 بدی کا ناش ہو جاتا ہے اور اسطرح پر سب دیکھ جاتا ہے گا  
 اے بھائیو گنہگار لوگ (یعنی) ایسا کہتے ہیں..... میں نے  
 اون سے پوچھا کیا یہ سچ ہے کہ اسکو تم مانتے ہو اور اسکی  
 تم منادی کرتے ہو..... انہوں نے جواب دیا.....  
 ہمارے بہرنا پوت (ہم سب سب) ہمدان  
 ہے..... وہ اپنی علم کی پورنٹا سے یہ بتاتا ہے کہ  
 تینے گذشتہ زمانہ میں بڑے کرم کئے ہیں انکو تم سخت  
 تیشیا اور سختیوں کے برداشت کرنے سے ناش کر دو  
 اور جتنا تم من سے بچن سے اور افعال سے اپنی عادتوں کو  
 قابو میں لاؤ گے او فنی ہی بڑے کر مون کی کمی ہوگی.....  
 اسطرح پر تمام کرم انجام کار ناش ہو جائینگے اور  
 کل تکلیف ہی۔ اس سے ہلکا اتفاق ہے۔  
 (ای۔ آر۔ ای جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ = مجسم ۲۰۲-۲۰۳)

انہوں نے اسکو کسی ایسے فرقہ سے لیا ہو کہ جو اسکو اسکے  
اصلی معنی میں استعمال کرتا ہو یعنی مختلف الفاظ میں  
جینیون سے۔ بدھ لوگ لفظ سمور کو بھی استعمال کرتے  
ہیں جیسے شیل سمور (وہرم کے اخلاقی اصولوں کی پابندی)  
اور اسم فاعل سموت (قابو) جو ایسے الفاظ ہیں جنکو  
برہمنی مذہب کے مصنفوں نے ان معنوں میں نہیں استعمال  
کیا ہے۔ اور اسکے قیاس غالب ہوتا ہے کہ وہ  
جین مت سے لیے گئے ہیں جہاں وہ اپنے لفظی معنی میں  
اپنے اصطلاحی مفہوم کو ٹیک ٹیک ظاہر کرتے ہیں پس  
ایک ہی دلیل ساتھ ہی ساتھ دونوں باتوں کو ثابت  
کرتی ہے کہ جین مت کے کرم کا مسئلہ ان کے  
درشن کا ابتدائی اور اصلی جزو ہے اور جین مت

بدھ مت کی ابتدا سے بہت زیادہ پوراتا ہے۔

فی نفسہ میری رغبت اس خیال کی طرف ہے کہ بدھ مت  
ہندوؤں کی ذاتوں کی پیچیدہ تفریق اور جینیون کی کٹھن پیشیا کے  
خلاف اعتراض کے طور پر قائم ہوا تھا کہ ایک نئے فلسفہ و دشن  
کے طور پر۔ کم از کم ابتدائین تو نہیں بدھ نے کئی برسوں تک مختلف  
مذہب کے سادھوؤں کی صحبت اختیار کی تھی اور وہ ان کے  
عقائد سے واقفیت رکھتا تھا گو کہ ان سے سائنس کے  
طور پر وہ واقف نہ تھا۔ ایک موقع پر اس نے کہا ہے:-

”اے ہائیو بعض تارک الدنیا اشخاص (اچیلک





بنایان یا ابھی دہرم اسکول کے ہو جب :-

کوئی آتما یا پد گل یا جاندار یا جیو نہیں ہے۔ یعنی برہمن

فلاسفی نے مانے ہوئے ایک اچل آتما کے وجود سے

انکار اور آواگون کرنے والے جیو یعنی روح کے وجود

سے بھی جو جسم سے علیحدہ مانا جاوے انکار۔ انسان

پانچ مرکبات کا مجموعہ ہے یعنی مادی عنصر روپ یا

شریر اور چار مانسک عناصر سنگنا (احساس) ویدنا

(حواس سے پیدا ہوا گیان) سنسکار (خیالات)

گیان (ادراک) متنفس یا انسان کا بیان اون عناصر کے

طور پر کیا گیا ہے جسے ملکہ وہ بننا ہے اور اسکو تشبیہ

ایک رتہ سے دی گئی ہے جس میں بوجہ اس کے کہ

وہ مختلف چیزوں سے ملکہ بنا ہے متنفس بن نہیں ہے

(ای۔ آر۔ ای۔ جلد ۹ صفحہ ۸۴)

دوسرا فرقہ یعنی مہایان اسکول اس سے بھی آگے بڑھا ہوا ہے اور

چیزوں کی ہستی ہی سے انکار کرتا ہے۔ یہ نیستی کا مسئلہ ہے جو ایک

غایت درجہ کامایا داد (دنیا کو محض خواب و خیال وہ ہو کہ مانتے والا) ہے

صرف بے دنی چیزیں ہی معدوم نہیں ہیں بلکہ کوئی آتما ہی نہیں ہے جو خیالوں کا

پیدا کرنے والا ہو۔ خیالات ہی شونیہ ہیں یعنی وہ کوئی شے نہیں ہیں۔

شیتا (نبیعی) ہر چیز میں ہے۔

ان خیالات کے ہوتے ہوئے یہ تو ناممکن تھا کہ زردان سے روح کے

ناش ہوئے کا مفہوم نہ ہو یا آواگون سے مراد بدی کرنے والے کی

خواہ وہ اسکو برہم یا پرماتما یا پرشس کے نام سے موسوم کریں  
اس ہستی کے وجود کا انکار کرنا تھا کہ جس کے باعث منکر واقعہ  
ناشک کہلاتا تھا۔

ہندو فلسفہ کے مضمون کو ختم کرنے کے پہلے مجھے مہابھارت کی ذیل کی نہایت  
کار آمد نصیحت کا احوال دینا نہیں ہونا چاہیے۔

”مختلف اچار یوں نے فلاسفی کے مختلف قسم کے مت چلائے  
ہیں لیکن تمکو اس کو ہی ماننا چاہیے جو دلیل وید اور اچھے  
لوگوں کے طرز عمل سے ثابت پایا جاوے۔“ (ایس ایس

پی۔ صفحہ ۵۴۵)

اب میں مختصر طور پر بقیہ وقت میں بڑھوت دالون کے فلسفہ کا ذکر کر دنگا  
اور آئندہ کے لکچر میں دیدون اور انجیل مقدس اور دیگر دایتون سے  
بہرے ہوئے متون کے پوشیدہ مفہوم کو بیان کروں گا۔

یہ معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں علم فلاسفی بڑھ کی تعلیم کا کوئی ضروری  
جز نہیں تھا۔ سچا دہرم، سوائے عملی تعلیم کے اور کچھ نہ تھا۔ دیکھ سے  
ربائی من کی پاکیزگی (سادہوین) سے ملتی ہے۔ من کی پاکیزگی خواہش کے  
دور ہونے سے حاصل ہوتی ہے اور خواہش کا دور ہونا تپشیا اور وہیان سے  
جو من میں دیراگ پیدا کرتے ہیں یعنی دنیا اور لذت جو اس غم سے  
غامت درج کی نفرت سے ممکن ہے۔ بسا اوقات خود بڑھ کی ایک رائے  
قائم نہیں رہتی تھی۔ کہی وہ ہستی کو دوامی مانتے والے کے طور پر بات چیت  
کرتا تھا اور کہی کہی ناشس (فنا) کو ہر چیز کا انجام قرار دیتا تھا۔ لیکن انجام  
میں بڑھ کی فلاسفی جو کے فانی ہونے پر زور دیتی ہے۔ بڑھوت کے

- (۱) آتما کی جیو یا برہم کے طور پر پیشگی۔  
 (۲) جو کرم بندھن اور آواگون میں پھنسا ہوا ہے۔  
 (۳) آواگون دکھ اور کلیش سے بہرا ہے۔  
 (۴) اس سنسار کے دکھ اور تکلیفوں سے نکلنے کے لئے ایک راستہ ہے۔  
 ان سب فلاسفی کے اسکولوں کی ایک مزید قابل غور صورت ہے جسکو  
 پروفیسر میکس مور حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے:-

”وگو کہ ان چہنوں اصلی کہلانے والے ورثوں میں ایک مضبوط  
 مذہبی اعتقاد پایا جاتا ہے تاہم وہ اس زمانہ کے ہیں کہ  
 جب صرف متعدد ویدک ریوتاؤن کے بجائے ایک پریشورکا  
 اعتقاد ہی بہت زمانہ پہلے نہیں قائم ہو گیا تھا۔ ..... بلکہ اس  
 ایشورگی بجائے لوگ ایک اعلیٰ قوت یا پرماتما بن کو ماننے  
 لگے تھے جسکا کوئی نام سوائے برہم یا ست کے یا نہیں ہوں جو  
 میں ہوں کے اور کچھ نہیں ہے“ (ایس۔ ایس۔ پی۔ صفحات  
 ۲۴۹ و ۲۵۰)

جسکو میکس مور صاحب یہ بھی بتاتے ہیں (حوالہ سابق صفحہ ۲۵) کہ  
 ”ہندوستانی فلاسفروں کا ناستک پن ہم اہل یورپ کے  
 ناستک پن سے بسا مختلف ہے (ہمارے لئے) اس کا  
 مفہوم ایک مداخلت کرنے والے دنیا کے بنانے میں مشغول  
 انسان کی طرح کے متفلسفہ خدا کے وجود سے جسکو ایشوریا پرہو  
 کہتے ہیں انکار کرنا ہے۔ لیکن ہندو فلاسفروں نے اس کے  
 پیچھے اور اس سے اوپر ایک ادنیٰ طاقت بانی ہے

خیال کچھ زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتا ہے۔

صرف یورپ کی مصنفوں نے ہی دید و ن کی تعلیم کو فلسفانہ خیال میں  
آراستہ کرنے والے ان درشتوں میں عیب نہیں نکالا ہے۔ بلکہ ہند و  
محققین بھی بہت کچھ اسی ڈھنگ پر لکھنے کو مجبور ہوئے ہیں۔ ایس۔ بی۔ ایچ  
کی نوین جلد کے دیباچہ میں جو ایک بہت ہی قابل اور ذہنی علم ہند و مصنفوں کی  
کار پر دازی سے چھپی ہے یہ صاف طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ

”جیسا کہ کبھی مرتبہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں..... چوں درشتوں میں سے  
ایک بھی یورپین خیال کے مطابق کوئی مکمل فلاسفی کا درشن نہ تھا  
بلکہ وہ محض سوال و جواب کی کتاب کے طور پر ہیں جنہیں کہ دید و  
اور اوپنشد و ن کے بعض بعض مسائل کو دلیل دے دے کہ  
ایک خاص قسم کے طلباء کو سمجھایا ہے بغیر انکو دنیا کے متعلق  
فلسفہ کے پریشان کرنے والے معنوں کے چکر میں ڈالنے کے  
کہ جنکو وہ اپنی عقلی اور روحانی کمزوری کے باعث سمجھنے کی  
قابلیت نہیں رکھتے تھے۔“

اس طریقہ پر درشتوں کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش سے بے شک مصنف  
کے ایمان کی مضبوطی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہند و فلاسفی میں کسی جگہ پر ادسکی  
تائید نہیں ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں یہ درشن ہند و آدرش  
(مقاصد) اور عقائد کی جنکو کہ انہوں نے فلسفانہ اصولوں پر قائم کر نیکی  
نا کامیابی کے ساتھ کوشش کی بیش قیمت شہادت ہیں۔ چونکہ ہمارا مطلب  
اصلی ہندو عقیدوں کے اصولوں کو معلوم کرنے سے ہے اسلئے میں اب آپکو  
وہ امور بتاتا ہوں جن پر ان درشتوں کا اتفاق ہے۔

ایک قسم کے بہشت میں ملتا ہے وہ پریم آئندہ نہیں خیالی  
 کیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ ایک کم درجہ کا مانا جاتا ہے۔ اون  
 لوگوں کے لئے جنہوں نے پریم پریم کو جان لیا ہے اوس  
 بہشت میں کوئی دل بہانے والی چیز نہیں ہے اور نہ اونکا  
 اوس سے واقعی اطمینان ہو سکتا ہے۔ اونکا آئندہ  
 سب گمان برہم میں ہے ہو جانا ہے۔ لیکن اسکی کوئی تفصیل  
 نہیں دی گئی ہے۔ سانکھ مت کا آئندہ ہی نہایت جہل اور  
 مبہم ہے وہ آئندہ خود پریشش ہی میں اسوقت پیدا ہو جاتا ہے  
 جب وہ ظاہری قدرت یا پرکرتی کے کاموں یا جالوں سے  
 بالکل علیحدہ ہو جاتا ہے۔ آخر آئیے اور بیشک درشتوں کا  
 اپورگ (آئندہ) بالکل نفی کا صیغہ ہے جو باطل گمان کے  
 دور ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ اون مختلف ناموں سے  
 بھی جنکو مختلف درشتوں نے استعمال کیا ہے ہمکو اس  
 آئندہ کا بہت تھوڑا پتہ چلتا ہے۔ مکتی اور موکش کا مفہوم  
 رہا ہی ہے۔ کیولیہ کا تنہائی یا علیحدگی .....  
 امرت کا ہمیشگی اور اپورگ کا آزادی ہے ..... مجھے  
 اس بات میں بھی شک ہے کہ اوپیشد ہی اپنی پریم مکتی  
 یا مکمل آزادی کی بابت کچھ بیان کرنے کی قابلیت رکھتے تھے  
 فی الواقعہ اونکو خود تسلیم ہے (تیر یا اوپیشد) کہ برہم کے  
 پریم آئندہ کو بیان کرنے میں زبان قاصر ہے۔ وہ وہاں تک  
 نہیں پہنچ سکتی ہے۔ اور جب زبان قاصر ہے تو

موجود ہو گا گی۔ قربانی کی نسبت اس وقت ہم صرف جاہلیات کو ذیل کے مضبوطی پر اکتفا کرتے ہیں۔

हिंसा सर्व भूतनामैतन्न कृत्य तमं मतम् ।

एतत्पदमनुद्भिन्नं वरिष्ठं धर्मलक्षणां ॥

हिंसा पराक्ष पे केचिये च नास्ति क वृत्तयः ॥

लौम मोह समापृक्तास्ते वै निरपगा मित्रः ॥

ترجمہ :- سب سے اہم و ہرم کا اصلی لکشن اینسا (کسی کو ایذا نہ پہنچانا)

ہی ہے ۔ ناستک پن ۔ ایذا پہنچانے کی عادت ۔ لالچ وغیرہ

زک میں لے جاتے ہیں ۔ اشمیدہ پر ب (پی) ۔ ایچ ۔ بی ۔

جلد ۲ صفحات ۴۳۷ و ۴۳۹

ہندو فلاسفی کے درشنون کے متعلق ہماری جانچ پر مال اب مکمل ہو چکی۔

ہم اکثر اوقات انہیں آپس میں متناقض اور نیز عقل سلیم کے ٹھیک نتائج کے

خلاف پاتے ہیں۔ ان میں اصلی تو نہیں ملتے ہیں۔ وہ اعلیٰ ترین مقصد جسکو وہ

حاصل کرنا چاہتے ہیں جمل اور مبہم ہے حالانکہ وہ سب ویدوں کی عزت کرنے

میں متفق ہیں۔ جیسا کہ پروفیسر میکس مولر صاحب جو ہندو فلسفہ کے ساتھ

بہت ہمدردی اور یریم رکھتے ہیں فرماتے ہیں :-

”....گو کہ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ منجملہ جہ درشنون کے ہر ایک....

دیکھ کے ٹھانے میں کامیاب ہو سکتا ہے اس امر کا معلوم

کرنا بہت مشکل ہے کہ وہ واقعی آئندہ جو دیکھ کے دور

ہونے کے بعد رہ جاتا ہے کیا ہے۔ ویدانت اس

یریم سکھ کا تذکرہ کرتا ہے جو یریم برہم کو حاصل ہے۔

لیکن وہ آئندہ جو جیون کو برہم کے تحت کے قریب یعنی

اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر ہم پر ایسور کا خود بھی پاسب کی  
سزا جزا دینا مان ہی لیون تو ہلکا اکثر اور ہلکا ظلم اور طغیانی کا  
مجرم بنانا پڑے گا اور اسلئے یہ زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے  
کہ یہ مان لیا جاوے کہ اچھے یا بُرے سب کیم اپنا اپنا  
پہل دیتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں دنیا کے انملاقا  
انتظام کے لئے کسی ایسور کی ضرورت نہیں ہے۔

(ایس۔ ایس۔ پی صفحہ ۲۱۱)

میکس مور کر مون کے خود پہل دینے کے مسئلہ پر تشریح کرتا ہوا  
لکھتا ہے کہ۔

”..... جیمنی پر میشر کو دنیا میں ظاہر اپیلی ہوئی بے انصافی کا  
ذمہ دار نہیں ٹھہراتا ہے اور اسلئے ہر ایک چیز کو علت  
و معلول کے قانون پر مبنی کرتا ہے اور دنیا کی مختلف  
حالتوں کو اچھے اور بُرے فعلوں کے سلسلہ کا قدرتی نتیجہ  
پاتا ہے۔ یہ یقیناً ناشک بن تھا بلکہ ایک قسم کی کوشش  
ایسور کو ظلم اور ناجائز طغیانی کا لازم سمجھ جانے کے لئے  
جو اس کے اوپر بار بار عاید کیا گیا ہے۔ یہ ایسور کی عقل کو  
بے عیب ٹھہرانے کی محض ایک مزید کوشش تھی اور وہ  
ناستک کہلانے کا یقیناً مستحق نہ تھا خواہ ہماری اس کے  
بارہ میں کچھ ہی رائے کیون نہ ہو“ (حوالہ سابق صفحات

۲۱۱ و ۲۱۲)۔

اس قدر جیمنی کی اس رائے کے بارہ میں کہ کر مون میں پہل دینے کی قوت

(۳) الہام - مضمون وغیرہ اور قربانی کرنے والے کے فرائض۔

(۴) بڑی اور درمیانی رسموں کا دوسری رسموں پر اثر۔

(۵) قربانی کرنے کی ترکیب۔

(۶) قربانی کرنے والوں کی صفات۔ قربانی کے عیوض وغیرہ وغیرہ۔

(۷) ایک قربانی کی رسم کا دوسری کے ساتھ میں استعمال ہونا۔

(۸) انتقال رسوم کا مزید بیان۔

(۹) بیچون وغیرہ کی موافقت۔

(۱۰) رسوم وغیرہ کا نہ کرنا۔

(۱۱) افعال کا ہرانا اور ملانا۔

(۱۲) قربانی وغیرہ کرنے کے خاص اور معمولی اغراض۔

یہ پور و میمانہ کے مضامین کی مختصر فرست آپ کو انکا علم کر دینے کے لئے کافی ہوگی۔ میں اس مضمون کی بیان تشریح نہیں کر دینا صرف اس قدر کہونگا کہ جینی کسی الیٹور یا پیدا کرنے والے یا دنیا کے انتظام کرنے والے خدا کو نہیں مانتا ہے بلکہ اسکی یہ رائے ہے کہ ہمارے کمون کا موازنہ کرنے اور انکی سزا و جزا دینے کے لئے کسی دہرم راج یعنی آسمانی منصف کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ انکا پہل قدرتی طور پر خود ملتا ہے۔

”اس بات کو سمجھانے کے لئے جینی یہ مانتا ہے کہ ایک نتیجہ یعنی ایک نظر نہ آینوالی کوئی شے یا کرم کی ایک قسم کی حالت مابعد یا نتیجہ کی نظر نہ آینوالی حالت مابعد تھی جو ایک انوکھی معجزہ کی سی حالت ہے اور جو اچھے کمون میں قدرتی طور سے موجود رہنے والے فخر کو ظاہر کرتی ہے۔“



انکا استعمال نہیں کرتے۔ اور لوگوں کے لئے انکا خیال کرنا بے سود ہے۔

اب میں ان مشہور عالم درشنوں کی تحقیقات کا خلاصہ بیان کرنے کے

قبل چند الفاظ مہندو فلسفہ کے چھٹے درشن کے بارہ میں کہوں گا چھٹے درشن

کا بانی جیمینی تھا اور یہ صرف ایک مؤلف معلوم ہوتا ہے نہ کہ اصلی مصنف

یہ درشن پورو (سابق میمانہ کے نام سے مشہور ہے اور ویدانت

اور ترہمانہ کے نام سے جس کے معنی ایک بعد کے سیدہانت (فلسفہ)

کے ہیں۔ لیکن اس لفظی تفریق سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جیمینی کا درشن

ان دونوں میں پڑانا ہے (ایس ایس۔ پی صفحہ ۱۹)۔ برعکس اسکے یہ امر بالکل

قرین قیاس ہے کہ جیمینی کے درشن کا پوزو پن (قدامت) کم

کانڈ کے لحاظ سے جسکو بعض آدمیوں نے گیان کانڈ کا پیشروان نام دیا ہو

پورو میمانہ کے مضمون کا پتہ کافی طور سے اوسکے پہلے اشلوک سے

جسکا مطلب حسب ذیل ہے ملتا ہے: اسلئے اب دھرم کی فلاسفی کی تحقیقات

شروع ہوتی ہے ۱۱ یہ اشلوک اور ترہمانہ کے جو ویدانت کے نام سے

زیادہ مشہور ہے پہلے اشلوک سے مقابلہ کرنے کے قابل ہے جس کا مضمون

یہ ہے ۱۲ اب برہم کی تحقیقات شروع ہوتی ہے ۱۳

مہندو مت میں کرم کانڈ کا خیال بلدان (قربانی) کے اصول پر

مبنی ہے جس کے بہشت اور دیگر قسم کی برکتیں اور فائدہ حاصل ہوتے ہیں

جیمینی کا درشن بلدان کے مسئلہ کی تعلیم دیتا ہے اور اسکا مطلب

اوسکے مضامین کی فرست سے جو ہم یہاں پر دیتے ہیں ظاہر ہے۔

(۱) احکام روایات وغیرہ کا مستند ہونا۔

(۲) بہمن اور قربانی کے متروک کا عجیب و غریب پہل۔

اس وقت ہر دفعہ ناکامیاب ہوا۔ اسکے چند یونگ بعد جبکہ گائے اور  
 سور دونوں کا گوشت کھانے والے عیسائی ہندوستان میں وارد ہوئے  
 تو پھر بھی یوگ دویا کو ناکامیابی ہوئی۔ اور امرتبہ تنہا نہیں بلکہ مسلمان درویشوں کی  
 کرامات کے ساتھ میں۔ مجھے ذاتی تجربہ کرامات کا بہت کم ہے لیکن جو کچھ  
 میں نے خود دیکھا ہے اور اسکے بارہ میں پڑھا ہے اس سے میں نے  
 یہ رائے قائم کی ہے کہ گدہ شتہ روایات کے بہت بڑے حصہ کو حد امکان سے  
 باہر ماننے کی کوئی حقول وجہ نہیں ہے۔ لیکن میں ان الفاظ کے بجائے  
 کوئی اور الفاظ استعمال کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ میرا یہ خیال ہے کہ معجزہ اور  
 کرامات کا بذات خود کوئی معتبر علم نہیں ہے یعنی اس حالت میں جب ہم ادوکتو مذہب  
 سے بالکل علوہ کر لیویں اور یہ خیال ہوتا ہے کہ کرامات کی طاقتیں باقاعدہ تپشیا  
 سے حاصل ہوتی ہیں گو کہ جاہلانہ مذہبی جوشش سے بھی چوٹے موٹے کرشموں کا  
 ہونا بوجہ بعض اندرونی روحانی طاقتوں کے نمایاں ہو جانیکے نامکن نہیں ہے۔ لیکن  
 اس قسم کے کرشمے اکثر ضرورت کے وقت دہو کہ دیتے ہیں اور بڑی حالتوں اور  
 درگیتوں میں انسان کو پہنچاتے ہیں کیونکہ مذہب کا دنیوی سلطنت اور تروک  
 بہرک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جذبات سے آزادی اور ویراگ (بلا خواہش  
 ہونا یا تیاگ) دہرم کے راستہ پر ترقی کرنے کے لئے بہت ضروری ہیں۔  
 اسکے جو شخص قوت کا متلاشی ہو خواہ وہ دنیوی ہو یا کسی اور قسم کی اس کے  
 بارہ میں یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنا قدم دہرم کے راستہ پر رکھا ہے  
 اس لئے اگر یہ کراماتی قوتیں یوگ شاستر میں بیان کئے ہوئے طریقہ پر حاصل ہی  
 ہو سکتی ہوں تو یہی وہ صرف ان ہی بزرگ سادہوں کو حاصل ہو سکتی ہیں  
 جو اولی خواہش نہیں کرتے اور جو کسی دشمن کو نقصان پہنچانے کے لئے بھی

(دیکھو گیارہ نوجی) اصلی سادھی اندرونی ہے اور خواہشات اور شہوات کو تابع کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ پتھلی مدیشی نے دیان کی شکون کا تذکرہ ہی نہیں کیا ہے جن سے شدہ آتم تصور حاصل ہوتا ہے جن صاحبوں کو اس مضمون میں دلچسپی ہو انکو مین کی آف فو لیج کے تیرہویں باب کا حوالہ دیتا ہوں جہاں پر کہ کل مضمون مدلل طور سے بیان کیا گیا ہے۔ اب میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ مین بیان پر ایسے پیچیدہ مضمون کا تذکرہ کروں۔

ابین یوگ کے سب سے زیادہ دلچسپ مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جس کا تعلق معجزہ و کرامات سے ہے۔ مین خیال کرتا ہوں کہ آپ مین سے بعض صاحبان کو اس بات کے جاننے کی ضرورت خواہش ہوگی کہ دیکھیں اس مضمون پر عملی تحقیقات کا آخری نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ لیکن جناب مین قانون سے ماہر ہوں اور ماہران قانون کی طبیعت قدرتاً سماعی باتوں کے خلاف ہوتی ہیں لیکن مختلف مذاہب اور عقائد کی روایتوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے جو بلا شک اس رائے کو تقویت دیتا ہے کہ پاکیزگی نیکی و تپشیا کے اصولوں پر عمل کرنے سے معجزہ و کرامات کی قوتیں حاصل ہوتی ہیں۔ میرے خیال میں یہ روایات قابل پذیرائی ہیں گو کہ اونکے قبول کرنے میں ایک خاص درجہ تک احتیاط ضرور کرنی پڑے گی۔ برخلاف اسکے یہ ایک امر واقعہ ہے اور ایک بہت بڑا واقعہ ہے کہ ہندوستان میں محمود غزنوی کے حملوں کے اور بعد ازانہ دیگر مسلمان بادشاہوں کے آنے کے زمانے کے قریب آجکل کی نسبت بہت زیادہ جوگی اور مہاتما پائے جاتے تھے۔ مین اسکو مانے لیتا ہوں کہ ہندو کو شروع کے مسلمان حملہ کرنے والوں سے دلی نفرت تھی اور اگر یوگ مین کوئی طریقہ اونکی بربادی کا ہوتا تو مسلمانوں کی صفائی کر دی گئی ہوتی۔ لیکن یوگ

و اسکے ذرا گھمبون کی وجہ بتاتا ہے۔ لیکن ہلکو اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے کو یوگ درشن کا موجد نہیں بلکہ صرف فراہم کرنیوالا بتاتا ہے۔ یہ بات پہلے ہی سوتر سے واضح ہے جو حسب ذیل ہے۔

### ॥ प्रथम योगानुशासनम् ॥

اسکے یہ معنی ہیں "اب یوگ کا تصبیح شدہ مضمون" اسلئے ہلکو کوئی مجاز پتنگلی رشی پر اون مضامین کی کمی کے باعث اعتراض کرنے کا نہیں ہے جنکو اس نے صرف فراہم کیا اور صحت کے ساتھ تالیف کیا۔ صاف طور پر اس مجموعہ میں بہت کچھ دوسروں کا مضمون لے لیا گیا ہے کیونکہ یوگ کے پانچ قسم کے نیم بالکل جین مت کے پانچ برت ہی ہیں اور اسی سلسلہ میں جس میں جین مصنف انکا ذکر کرتے ہیں دیئے ہوئے ہیں۔ ان یوگ میں انہما سابر وہی ہے جو جین مت کی خاص علامت ہے جس کا مقولہ "انہا پرودہرما" (کسی کو ایذا نہ پہونچانا ہی پر دم دہرم ہے) ہے۔

سادہ ہی پر یوگ درشن میں بہت زور دیا گیا ہے جو بے شک اپنی ہی آتما کے دیہان کی تکمیل ہے۔ لیکن اسکی تعریف ہل اور نا کافی ہے اور جو اسکے سادہ بنائے گئے ہیں وہ علی طور سے ناممکن ہیں۔ کیونکہ گہرست کے لئے شدہ آتما دیہان ممکن نہیں ہے۔ وہ گہرست آشرم اور اسکے بعد سنیا س آشرم کے کہن تپ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ پرانا نام جبرہند لوگ حال کے زمانہ میں بہت زیادہ زور دیتے ہیں حقیقت میں صرف ایک معمولی چیز ہے خود پتنگلی رشی نے اسکا بہت ہی مختصر حوالہ دیا ہے۔ یہ صرف من کی چھلٹا کے روکنے کا ذریعہ ہے۔ اور بعض دیگر درشنوں میں اسکا ذکر تک نہیں ہے اور جین مت میں ہی اسکے اوپر زیادہ زور نہیں دیا گیا۔

تیار کرنا یا محنت کے لئے اور خیالات کو قابو میں کرنے اور یہاں  
 جانے سے روکنا ہے۔ یہاں پر ہمارا اپنے ٹیگن کسی دوسرے کے  
 جوڑنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا ہے۔ نہ ایثور یا خدا کے ساتھ جوڑ نیک  
 کیونکہ ایثور میں لے ہوئے کا خیال یوگ کا کوئی جزو نہیں ہے۔  
 پتھلی رشی کل من کی طرح روح کو اور سب چیزوں سے علیحدہ کرنے پر  
 اکتفا کرتا ہے اور اس امر کی تفتیش نہیں کرتا کہ علیحدگی کے بعد وہ روح  
 کہاں اور کس حالت میں رہیگی۔ (راجندر لال متر کا کلام جو۔ ایس۔  
 ایس۔ پی کے ۲۱۰ پر درج ہے)

یقیناً ایک متنفس کا دوسرے میں جذب ہو جانا غیر ممکن ہے۔  
 روح ایک متنفس ہے اور بطور متنفس کے ہی اوس کا وجود رہے گا۔  
 پتھلی کے من میں ایثور کا خیال ایک صانع یا خالق یا دنیا کے حکمران کا  
 نہیں ہے بلکہ محض خالص نور کا ہے جس پر کہ کر مون۔ اگیان یا دکھ کا اثر نہیں  
 ہوتا۔ اور ہمہ دانی کے لحاظ سے جس کا کمال پورن ہے اور جس سے زیادہ  
 کامل اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ موکش یا خوشی یا کسی چیز کا دینے والا  
 نہیں ہے بلکہ صرف دیہان یا تصور کا نمود ہے۔ یہ سیدہ بانت قریب قریب  
 جبین سہ بانت سے مطابق ہوتا ہے جو ایک سیدھ آتما کے جلال کا دیہان  
 اور اوس کا سنساری جو کی حالت کی سوانح عمری کا مطالعہ اپنی ہی آتما  
 کے جلال کے دیہان میں قائم ہونے کا یقینی ذریعہ بتاتا ہے۔ پتھلی کا یہ  
 کہنا ہی سچ ہے کہ جو مادہ میں لہرے ہوئے ہیں اور یوگ کا نشا انکو مادہ کی  
 ہندون سے چڑانے کا ہے (ایس۔ بی۔ ایچ۔ یوگ سوتر)۔  
 مگر پتھلی کو اصلی تھون سے آگاہی نہیں ہے اور نہ وہ مادہ سے رہائی دینے

(۴) نیستی۔

جو ہر مین آتما یا روح شامل ہے۔ لیکن صفات یہ ہیں۔ رنگ۔  
ذائقہ۔ بو۔ لمس۔ شمار۔ ناپ۔ علیحدگی۔ میل۔ جدائی۔ اگلا پن۔  
پچھلا پن۔ بچہ۔ سکھ۔ دکھ۔ خواہش۔ نفرت اور ارادہ  
(ایس۔ بی۔ ایچ۔ کناڈ سوتر) ان میں آئند کا ذکر نہیں ہے اگر وہ  
سکھ میں شامل نہ سمجھا جاوے۔ مگر نیاے کے بموجب سکھ دکھ کی  
ہی ایک شکل ہے (دیکھو ایس۔ سی۔ دیا پوشن کا نیاے سوتر  
صفحات ۱۲۲ و ۱۲۳)۔ یوگش کے بارہ میں بھی کوئی واقعی حال نہیں بیان  
کیا گیا ہے جسکی یہ تعریف کی گئی ہے کہ ”شریک کے سنجوگ کی نیستی اور  
اسکے ساتھ ہی ساتھ کسی اندرونی لطیف کارن شریہ کا نہ رہنا جسکی وجہ  
سے پیر جنم نہیں ہو سکتا“ کناڈ کے فلسفہ میں ہی بندھن یا آواگون کا  
صحیح حال نہیں بتایا گیا ہے۔ اور نہ اصل متون کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جو  
دلائل پیش کیے گئے ہیں وہ سب من گھڑت تلمیح ہیں اور سائنس کے  
طرز کی جستجو تو قریب قریب ہمیشہ ہی معدوم پائی جاتی ہے۔

ولیسٹیک اسکول کی دقیقین یوگ درشن میں بھی پائی جاتی ہیں۔ چند  
مصنفوں کی رائے ہے کہ لفظ یوگ ایک مادہ سے نکلا ہے جسکے معنی  
جوڑنے کے ہیں۔ یقیناً ہی مفہوم ہے جس میں من۔ گویائی۔ اور جسم اسرو  
(روح کی طرف مادہ کی آدم کے تین یوگ (پرنایان) جن میں مست میں  
مانے گئے ہیں۔ مسٹر رام پرشاد ایم۔ اے یوگ شاستر کے متسرم  
ایس۔ بی۔ ایچ۔ میں اس کے معنی لکھتے ہیں ”سادھی لگانا۔ دیہان کو مادی  
میکس مور صاحب کے مطابق لفظ یوگ کا مفہوم کسی کام کے لئے اپنے کو

حتیٰ کہ غلط گمان سچ گمان سے ہمیشہ دور ہو سکتا ہے

(ایس۔ ایس۔ پی صفحہ ۴۲۰)

گوتم کا قول ہے کہ گمان حواس یا من کی ملک نہیں ہے بلکہ روح کی وہ آواگون کو مانتا ہے اور راک۔ دولیش اور بے وقوفی کو سب سے بڑے نقص خیال کرتا ہے جنہیں سب سے بڑی بڑی ہے۔ پٹن پاپ کے بند ہونے سے شریہ سے جو کی عطا دی ہو سکتی ہے۔ گوتم کی فلاسفی میں ایشور کا خیال اول درجہ کی اہمیت نہیں دیکھتا ہے۔ اوسکی ہستی کی ضرورت آواگون میں پڑے ہوئے لانا تھا جیون کے کرمون کا پہل دینے کے لئے ہے۔ نیائے کے تتون میں گمان کے اصلی توجو ہم سائنس مذہب کی جستجو میں قائم کر چکے ہیں شامل نہیں ہیں اور نہ موکش کی حالت کا ذکر ہے جو اصلی مقصد ہے۔

کناڈ کا ویسٹنگ اسکول قریب قریب نیائے فلاسفی کی بہن ہے۔ اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے جو اور جگہ نہ پائی جائے۔ کناڈ کی خاص قابلیت ذرتوں کی چہان میں سے متعلق ہے جسکا کچھ تذکرہ نیائے میں ہی پایا جاتا ہے مگر ویسٹنگ کے پدارتہبہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) جوہر۔

(۲) گن۔

(۳) حرکات۔

(۴) جنس نظام صفات۔

(۵) قسم یا خاص صفات۔

(۶) منجوع۔ اور

ہندو فلسفی کے دیگر درشنوں کی مانند وید کے الہامی کلام کی فلسفہ سے تائید  
 کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ہندو میں کبھی نہ کبھی ان کون کو  
 اگر ان میں اعتقاد کے تسلیم شدہ مسائل کے لئے فلسفانہ تائید نہ ہوتی یا کم  
 از کم اونکی تائید کا دعویٰ نہ ہوتا ضرور اکھاڑ ڈالتا اور وہ کبھی ہندو مت  
 کے قرابت دار نہیں مانے جاتے۔ اور جو بات ہندو مت کے عقاید  
 و ہندو فلسفی کے مختلف درشنوں کے تعلق میں صحیح پائی جاتی ہے  
 وہ ہی تصوف اور اسلام کے باہمی تعلق کی بابت صحیح ہے پس ہمارے  
 لیے سب سے زیادہ جاننے کے قابل یہ بات ہے کہ ان تینوں فلسفوں  
 میں انسانی روح کو خاصیت اور جوہر میں قطعی خدا مانا ہے۔

اب میں نیاے یا منطق کے اسکول کی طرف توجہ کر دوں گا۔ ہم پہلے ہی  
 دیکھ چکے ہیں کہ اسکی انوکھی و یا پتی جو ایک ہندو اوداہرن (مثال) پر  
 قائم کج جاتی ہے اصل اصول منطق کے خلاف ہے۔ لیکن اس درشن کے  
 بانی گوتم کی تقریر میں سے وہ فلسفہ کے دد امی معترض کا جو کہتا ہے کہ باہری  
 دنیا کی کوئی ہستی نہیں ہے کہنڈن کرتا ہے نہایت فرحت بخش ہے۔ گوتم  
 معترض کے مسئلہ کو اطور پر رد کرتا ہے۔

”پہلے اس بنا پر کہ اگر کسی باہری شے کی ہستی کا ثابت کرنا  
 ناممکن ہو تو اتنا ہی ناممکن اسکی نیستی کا ثابت کرنا ہوگا۔ اور  
 اگر خواب یا وہم کا حوالہ دیا جاوے جو سراب یا شعبہ بازی کی  
 پیدا ہوا ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ یا دداشت کی طرح سے  
 خواب ہی پہلے کی دیکھی ہوئی چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں۔  
 اور شعبہ یاد ہو کہ میں بھی ہم کو کسی واقعی شے کا دھوکہ ہوتا ہے۔“



(۷) احساس کی تحریک کا مادہ باہر کی  
 خلا رین قائم کیا جاتا ہے جو احساس کے  
 ذریعہ سے محسوس ہونے والی دنیا ہے۔  
 (۸) احساس یعنی بُود غیرہ کا لطیف مادہ  
 پانچ کیف عناصر یعنی آکاش - ہوا - آگ -  
 پانی اور خاک میں تبدیل ہو جاتا ہے جس سے یہ دنیا بنی ہے۔

پس اسطور پر صاف ہو جاتا ہے کہ کپل مَن کا فلسفہ ایک سوکرا دھتے ہوئے  
 متفلسف کی تشیل پر مبنی ہے۔ اب یہ صاف ظاہر ہو گیا ہو گا کہ کپل مَن کسی بیرونی دنیا  
 کے وجود کو نہیں مانتے ہیں بلکہ اس کو اپنے ہی احساس کے احساس کا محسوس  
 ہونے والی صفات میں تبدیل ہو جانا مانتے ہیں۔ بدقسمتی سے کپل مَن کو غالباً  
 یہ خیال نہیں آیا کہ احساس کلیتاً مَن میں ہی نہیں پیدا ہوتا ہے بلکہ ایک شے  
 اذنام بیرونی تحریک بھی ہے جو ہمارے احساس میں بہت زیادہ حصہ  
 لیتی ہے۔ اگر اوت کو احساس کی یہ خاص صورت معلوم ہوتی تو وہ آگ  
 و آب جیسے کیف عناصر کو بھی احساس کے لطیف مادہ کی تبدیلیاں  
 نہیں مان لیتے۔ وقت کی کمی کے باعث مَن سانکھہ درشن کی اور غلطیوں کا  
 تذکرہ اس وقت نہیں کر سکتا ہوں جو عناصر اور احساس کی مطابقت اور عناصر  
 کے باہمی تعلقات کی بابت پائی جاتی ہیں۔ ان مَن سے چند کا تذکرہ میری  
 کتاب کی ادب نو بیج میں آپ کو ملے گا جس کا حوالہ مرید واقفیت کے لئے  
 آپ کو دینے پر مَن بیان قناعت کروں گا۔

لیکن گو کہ دیدانت اور سانکھہ دونوں ہی بطور فلسفہ کے صحیح نہیں  
 پائے جاتے ہیں تاہم وہ دونوں ہمارے لئے بہت بیش قیمت ہیں چونکہ  
 وہ ہمارے ہندو بھائیوں کے پُرانے دیکر اعتقاد کے اصولوں پر ایک  
 قسم کی روشنی ڈالتے ہیں کیونکہ دونوں دیدکے پرمان کو مانتے ہیں اور

(۳) ”مین“ کے کاز و بار کا اظہار یعنی من اور گیان اور کرم اندریوں کا مصروفیت کا رہونا۔

(۴) اس کی تحریک یعنی احساس۔

(۵) بیرونی خلا میں احساس کے مادہ کا جنکی اشیا ربنی ہوئی ہیں ڈاننا یا قائم کرنا۔

اگر آپ مایا دایوں کے اس خیال کو نگاہ میں رکھیں کہ یہ دنیا دیکھنے والے کے من میں ہے اور اسکی اشیا ر احساس ہی ہیں جنکو ہم من کے ذریعہ سے خلا میں قائم کرتے ہیں تو آپ کو کپل من کے سدھانت کے سمجھنے میں کوئی دقت واقعہ نہ ہوگی۔ ہم سائل کے تون کی ترتیب کا مقابلہ پہلو پہلو لکھ کر اس طریقہ سے کرنیگے جسکے بموجب معلوم ہوتا ہے کہ کپل من نے سو کر اوٹھتے ہوئے متنفس کو دنیا کا گیان ہونا قیاس کیا ہے۔

### دنیا کا مرتب

### سو کر اوٹھتا ہوا من

(۱) جانکو اور سونے کی حالتوں کا یکے بعد دیگرے متواتر ہونا۔ (۲) دنیا کے اظہار و دانش کا یکے بعد دیگرے متواتر ہونا۔

(۳) سونے میں ادراک کا دانش نہیں ہوتا ہے بلکہ (۴) پرلے میں پرش کا دانش نہیں ہوتا جو بلکہ دنیا کا مرتب

کوئی دیکھنے والی چیز ہی وہاں نہیں ہوتی ہے۔ (۵) نہ ہو جاتا ہے پس کوئی دیکھنے والی چیز نہیں ہوتی۔

(۶) جاننے پر پہلے عقل کا پزیر کاش ہوتا ہے۔ (۷) دنیا کے سلسلے میں سب سے پہلے عقل (نمودار ہوتا ہے)

(۸) عقل سے انہکار پیدا ہوتا ہے۔ (۹) ہمت انہکار کی صورت میں مبتدل ہو جاتی ہے۔

(۱۰) انہکار میں سے ”مین“ کا کار یا یہ یعنی من و (۱۱) انہکار سے من پانچ گیان اندریان و پانچ کرم

گیان اندریان و کرم اندریان نمودار ہوتی ہیں۔ (۱۲) اندریان یعنی ماتہ بیرونیہ بنتے ہیں۔

(۱۳) تب احساس محسوس ہوتا ہے۔ (۱۴) انہکار سے محسوس آواز و درختاں میں لہر ہوتا ہے۔

دوامی ہیں۔ پہلے مٹ کے مت کے بموجب پرشش تو صرف ایک  
 تماشائی ہے۔ نہ وہ کام کا کرتا اور نہ اس کے پہلوں کا بہوکتا ہے۔ پس  
 تبدیلیاں تماشے یا منظر ہی سے متعلق ہیں جو اسلئے ستو (فہم) رج (حکمت)  
 اور تم (سکون) میں گون سے حصص پایا جاتا ہے۔ جسوقت یہ تین  
 مخصوص گن ستو۔ رج اور تم مساوی حالت میں ہوتے ہیں تو تماشایہ دنیا کا  
 سلسلہ بند ہو جاتا ہے اور پرشش کے دیکھنے کے لئے کوئی چیز نہیں رہتی  
 جب کچھ عرصہ کے بعد پرکرتی کی کسی انجان شکلی سے اس کے مساوی  
 ہونے کی حالت میں خلل واقع ہوتا ہے تو پر وہ پیرا دھبہ جاتا ہے اور  
 تماشہ متذکرہ بالا ترتیب سے شروع ہو جاتا ہے۔ اسطور پر دنیا کا  
 بننا اور ناش ہونا یکے بعد دیگرے ہوتے رہتے ہیں۔ اور بننے کی  
 ترتیب ناش ہونے کی ترتیب سے بالکل الٹی ہوتی ہے۔ جو چیز  
 کہ بنتے وقت سب سے آخر میں ظور میں آتی ہے وہ ناش ہو وقت  
 سب سے پہلے غائب ہوتی ہے۔

یہ سلسلہ سانکھہ درشش کا بہت ضروری حصہ ہے اور ہمارے  
 لئے ہی یہ بہت اہم ہے۔ کیونکہ یہ صاف طور سے ثابت کر دیتا ہے کہ  
 سانکھہ کی دنیا کی ترتیب ایک سوتے ہوئے آدمی کی جاگرت کی حالت میں  
 آنے کی تشبیہ پر قائم ہے۔ سرسری طور پر سو کے اوشٹنے والے متنفس کے  
 من پر جاگرت کی دنیا کا ظور کر دینے کے لئے حسب ذیل تبدیلیوں کا  
 واقعہ ہونا قیاس کیا جاسکتا ہے۔

(۱) بدھی (مقل) کا پرکاشش ہونا۔

(۲) بدھی میں انہکار یعنی "مین" کے خیال کا اٹھنا۔

شاستروں سے اٹو کہا ہے متوجہ ہوتے ہیں۔ اس ہندو فلسفہ کے مشہور درشن کی تعریف اور مذمت میں بہت آدمیوں نے کتابیں لکھی ہیں لیکن بد قسمتی سے ایک ہی مصنف اس کے بانی کے اصلی خیال تک نہیں پہنچ پایا۔ آپ کو اس درشن کے بانی کیل مَن کے بتائے ہوئے نئون کا خیال ہوگا۔ سہولیت کی غرض سے میں انکو یہاں پہر لکھ دیتا ہوں۔

### (۱) پُرشش ————— پُرشرتی

(۲) اوکیٹ یعنی اظہار کی معدومیت      ویکٹ (اظہار)

(۳) مہیت

(۴) اٹھکار

مشر کے ساتھ

سنو کے ساتھ

پانچ گیان اندریان } مہن } پانچ کم اندریان  
(۱-۶)      (۷)      (۸-۱۵)

(۱۶) آواز      (۱۷) لمس      (۱۸) روپ      (۱۹) ذائقہ      (۲۰) بو

(۲۱) آکالش      (۲۲) ہوا      (۲۳) آگ      (۲۴) پانی      (۲۵) خال

آپ کے سامنے یہ نقشہ موجود ہے جس میں تئون اور اوتے ظاہر ہوئیگی  
ترتیب درج ہے جو مہیت (۱) سے شروع ہوتی ہے۔ پہلے دو تئون

خدا کی ذات و صفات کا عکس ہیں۔ عالم (دنیا)  
 بازیر کا سکہ ہے جو دراصل ایک کپڑے کا ٹکڑہ ہے  
 (یعنی کچھ نہیں ہے) لیکن بازیر کی کاریگری کی وجہ  
 سے وہ چاندی کا روپیہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی طور پر  
 ہر چیز اسی سے ہے۔

ہم اپنے گزشتہ لکچر میں دیکھ چکے ہیں کہ ارواح دو امی ہیں کیونکہ  
 وہ اپنی ہی ذات میں اکھنڈ یعنی انباشی ہیں۔ پس وہ کسی کا عکس نہیں ہو سکتیں  
 بد قسمتی سے اس مسئلہ کے مجدد کو یہ نہیں سوچا کہ اس بات کی تائید میں  
 ایک شتمہ بہر ہی شہادت نہیں ہے کہ محض عکس میں ادراک۔ احساس  
 ارادہ۔ حافظہ۔ اور امتیاز ہو سکتے ہیں۔ سورج اور اس کے ایک  
 آتش شیشہ کے ذریعہ حاصل کئے ہوئے عکس کی مناسبت غیر  
 متعلق ہے اسوجہ سے کہ اول تو وہ اصلی عکس ہی نہیں ہے کیونکہ سورج کا  
 عکس دراصل آتش شیشہ کے ذریعہ سے محض سورج کی کرنوں کا ایک  
 مقام پر اکٹھا کرنا ہے اور دوسرے یہ کہ خود سورج کا ایک اکھنڈ کبھی  
 نابدلے والے نور بہتی سے کہ جس میں سے کسی قسم کی کرنیں نہیں نکلتی ہیں  
 مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ہے اور تیسرے اسوجہ سے کہ احساس۔ عقل  
 اور ارادہ اور ادراک کے اور دیگر خواص کسی طرح پر قابل انتقال نہیں ہیں  
 جیسا کہ پچھلے لکچر میں ثابت ہو چکا ہے۔ عکس کے فلسفہ کی تائید کسی منطقی  
 دیابتی سے ہی نہیں ہوتی ہے (ملاحظہ ہو لکچر دویم) اور اسکو ہمیں مجبوراً  
 باطل ماننا پڑتا ہے۔

اب ہم سانکھہ درشن کی طرف جو سب قسم کے مشرقی و مغربی

اچل اور کبھی نہ بدلنے والی ہستی ہے۔ تب پھر کسکی مکتی ہوگی اور کسکے لیے یہ سب سکھانا اور وعظ دنیا ہے۔ اور اونکے بارہ مین جنکی مکتی گزشتہ زمانہ میں ہو چکی ہے اگر ایسے کوئی ہوں کیا کہا جاوے۔ کیا وہ اب موجود ہیں یا بالکل ہی نیست و نابود ہو گئے۔ یہ غلط فہمی آداگون کے مسئلہ سے جسکو دیدانت تسلیم کرتا ہے اور یہی بڑھ جاتی ہے۔ آداگون کرنے والی بے شمار روحوں کو ایک ہی متنفس روح میں سے یعنی دوسری الفاظ میں ایک ہی مفرد ذات سے نکالنے کی کوشش کرنا بے سود ہے۔ اگر موکش پائی ہوئی روحیں ایک ہی اصلیت کے حصے حالتین یا صورتین ہیں تو کیا ہمکو مجبوراً یہ کہنا نہیں پڑے گا کہ ایک بغیر جزو کی ہستی کے کچھ جزو تو موکش پا گئے اور کچھ دیگر جزو روز کے جنم مرن کے دکھ اور کلیش بہوگ رہے ہیں۔ اور موکش کے معنی ہی کچھ نہیں ٹھہرتے ہیں اگر موکش پایا ہو اچھو دیا ہی بنا رہیگا جیسا وہ اسوقت ہے (تعلیم یہ نہیں ہے کہ تو وہ ہو جاوے گا بلکہ یہ ہے کہ تو وہ ہی ہے)۔ یہی اعتراضات تصوف سے ہی متعلق ہیں جو اسلامی فلسفہ میں دیدانت کے قریب تر پہنچتا ہے۔ مثلاً فرقہ شہود یہ (ہندو مذہب کا یہ مقولہ ہے کہ۔

”عالم (دنیا) خدا کا عکس ہے۔ ایک آدمی شیشہ کے

مکان میں داخل ہوتا ہے اور سینکڑوں سمت سے اپنا

عکس شیشوں میں پڑتے ہوئے دیکھتا ہے ان عکسوں

کی کوئی اصلیت فی ذاتہ نہیں ہے بلکہ انکا دار و مدار

اوس آدمی پر ہے۔ پس انسان کی خاصیتیں اور روح

محافظ سے ویسے ہی رہتی ہے۔ ترتیب اور قاعدہ دنیا میں مروج پائے جاتے ہیں اور یہ یقیناً مایا کی خاص علامات نہیں ہیں۔ پس ویدانت جو اس بات پر ترتیب دنیا کو مایا کہنے پر پُر بفسد ہے عقل کی سہما میں داخل ہونے کے ناقابل ہے۔

ویدانت کی دوسری مخصوص تعلیم کی نسبت یعنی اس بارہ میں کہ ایک ہی جوہر یا روح کا اس دنیا میں وجود ہے ہم اسکی تردید میں سائلہ درش کے بانیوں کی دلیل کو پیش کرینگے۔

”اگر ایک ہی پُرش دنیا میں ہوتا جیسا کہ ویدانت کہتا ہے تو ایک شخص کو آئندہ حاصل ہونے سے سبکو آئندہ حاصل ہو جاتا اور ایک کو تکلیف پہونچنے سے سب کو تکلیف پہونچتی اور یہی حالت قوم کی اتری و قوم کی عمدگی و تندرستی و جنم و مرن کے لحاظ سے لوگوں کی ہوتی۔ اسلئے دنیا میں ایک ہی پُرش نہیں ہے بلکہ روپ جنم۔ سکونت۔ مقدر۔ سنگت یا تنہائی کے انیک ہونے سے انیک پُرش بنے۔“

(ایس۔ ایس۔ پی صفحہ ۲۵۶)۔

میرے خیال میں سائلہ کے اس اعتراض کا جواب نہیں ہو سکتا ہے۔ ویدانت کی تیسری مخصوص تعلیم کی بابت یعنی اس بیان پر کہ نکتی برہم گیان ہونے سے حاصل ہوتی ہے مجھے ایسا معلوم پڑتا ہے کہ بیان ہی بندھن اور موکش کی نسبت ایک بڑی غلط فہمی واقع ہوئی ہے جسے کہا گیا ہے کہ دنیا میں صرف ایک ہی روح ہے اور وہ ایک

ان میں سے پہلے امر کی بابت یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منطق میں چند اصول لازمی طور سے ماننے پڑتے ہیں اور ہمارے لئے کسی درشن (فلسفہ) کی نیوڈانے کی کوشش کرنا جب تک کہ ہم انکو موجد کار نہ کریں بے سود ہے۔ یہ اصول ایسے۔ این بیز جی کی بنائی ہوئی منطق کی ایک چوٹی کتابیں (Handbook of modern logic) (see the handbook of modern logic) خوبی کے ساتھ درج ہیں اور حسب ذیل ہیں۔

- (۱) یہ کہ ہمارے من سے علیحدہ ایک مادی دنیا ہے۔
- (۲) یہ کہ ہمارا من اشیاء کا ٹیک ٹیک فوٹو کینچ سکتا ہے اور اس لئے اشیاء واقعی ویسی ہی ہیں جیسی کہ ہم کو دکائی دیتی ہیں۔
- (۳) یہ کہ سنسار کی چوٹی چوٹی تبدیلیوں میں ترتیب اور قاعدہ ہمیشہ سے موجود ہیں اور اس سے دنیا تینوں زمانوں (یعنی ماضی، مستقبل اور حال) میں سب دیکھنے والوں کے لئے بلحاظ اصلیت کے یکساں بنی رہتی ہے۔ اور
- (۴) یہ کہ جھوٹ کو سچ سے تمیز کرنے کے لئے چند ایسے قاعدہ ہیں اور ہونا چاہیں جو ہر جگہ ٹیک پائے جادین۔ یعنی ایسے قواعد جو بجا کرنے والوں کو جھوٹی دلائل کے پھندوں سے بچا کر سچ تک پہنچا سکیں۔

یہ از خود عیان اصول ہیں جو آپ کو منطق میں ماننا پڑتے ہیں اور ان سے انکار کرنا بے سود ہے۔ وہ منطقی دیابتی کی بنیاد ہیں جو انکی عدم موجودگی میں قائم نہیں ہو سکتی ہے۔ اب اودیت ویدانت کی پہلی ضد یہ ہے کہ سنسار مایا ہے جو منطق کے مندرجہ بالا اصولوں میں سے پہلے اور تیسرے کے خلاف پڑتی ہے جبکہ بموجب ہمارے من کے علاوہ ایک مادی دنیا کا وجود ہے۔ اور وہ تمام زمانوں یعنی ماضی، حال اور مستقبل میں جو سہرے



ایک موجود ہستی یا چیز ہے دیگر ہر چیز کے لئے ضروری ہوا کہ اوسکی  
 ہستی محض غائشی ہو۔ سنسار اسکے بجز نام و روپ کے بندل کے  
 اور کچھ نہیں ہے۔ یا صاف الفاظ میں یوں کہو کہ وہ مایا ہے۔ تب ہر ایک  
 متعقل روح کیا ہے۔ برہم خود! اور برہم ہونیکی وجہ سے ہر جگہ  
 حاضر و ناظر۔ ہمہ دان اور قادر مطلق! لیکن نہ تو افعال کا کرتا اور نہ اونکو  
 پہلون کا بھونکتا (Descent System of the Vedanta) اسکے  
 اسکے مصدقہ دینی برہم ہونا نہیں ہے کیونکہ روح تو ہمیشہ ہی برہم ہے۔  
 اسوقت میں ہی جب کہ اوسکو اسبات کا گیان نہیں ہے۔ روح کی  
 مکتی اوسکو اپنے مست۔ چت۔ آنند ہونے کے گیان سے ہوتی ہے  
 جن سے برہم کی صفات ظاہر ہوتی ہیں گو کہ برہم کی تعریف معمولی طور سے  
 نیتی۔ نیتی (یہ نہیں۔ یہ نہیں) ہے۔ میں محض اس نفی کے بیان کو اس  
 امر پر زور دینے کے لئے کہ برہم جو اس سے محسوس ہونے والے  
 گمنون۔ سے بری ہے مان لیتا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ویدانتی لوگ  
 اوسکے لفظی معنی لگاتے ہیں۔ روح کو اپنا برہم ہونا محسوس ہونے سے  
 ممکن فوراً ملجاتی ہے (کیونکہ ویدانت کا مسئلہ وہ تو ہے) "ہے نہ کہ  
 "وہ تو ہوا جادے گا" برہم کا گیان ہونے کے ساتھ ہی ساتھ جیو آتما  
 عالم کی روح ہو جاتا ہے۔ (Descent System)۔ ویدانت کی  
 خاص تعلیم حسب ذیل ہے۔

(الف) دنیا کا است یا باطل ہونا۔

(ب) صرف ایک ہستی کا وجود۔ اور

(ج) گیان سے ممکن کا حاصل ہونا۔

کہ وہ مشاہدہ کے واقعات پر بچار کا فعل یا نتیجہ ہے جو اپنی تکمیل میں ایک باہمی اندرونی مطابقت رکھنے والا مجموعہ علوم ہے جس سے کائنات کی اصلیت معلوم ہو سکتی ہے اور جو اسلئے سب سے اعلیٰ اور عمدہ مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے کارآمد ہو سکتا ہے۔ یہ تعریف ہماری اغراض کے لئے اور یہی زیادہ ضروری ہے کیونکہ ہلکوا بوقت ہر طرح اور قسم کے دماغی قیاسات سے کوئی سروکار نہیں ہے بلکہ صرف ادس خیال سے ہے جس کا کوئی تعلق مذہب سے ہو۔ ہلکوا کوئی دلچسپی ہی انسانی خیال کی تعریف لکھنے یا مذہب کے متعلق مختلف ملکوں اور زبانوں کے قیادی گڈا لگانے والا ان کے خیالوں کو یکجا کرنے میں نہیں ہے اور نہ ہلکوا اتنی فرصت ہی ہے۔ اس قسم کی کارروائی محض ہماری موجودہ ضروریات سے غیر متعلق ہی نہیں ہوگی بلکہ اس قدر وقت اور محنت کی خواستگار ہوگی جو لکچر ہذا کی منشا اور اس کے لکچرار کی یاقوت کے باہر ہیں۔

اسلئے ہم اپنی تقشیش کار آمد کی اقلیم یعنی ان درشنوں ہی پر محدود رکھینگے جو مروج مذاہب سے وابستہ ہیں اور ان میں سے بھی ہم کسی کی پوری پوری نکتہ چینی نہیں کریں گے سوائے ان ہوتوں کے جہاں ان کے اصلی اصولوں کو سمجھنے کے لئے ایسی نکتہ چینی واقعی ضروری پائی جاوے۔

پہلے ہم اپنی تحقیقات اودیت ویدانت سے شروع کریں گے جسکی یہ تعلیم ہے کہ اس براٹ روپ یعنی مادی سنسار کے پیچھے ہون ایک ہی اصلیت یا ہستی ہے۔ یہ ہستی برہم ہے اور چونکہ وہ ہی صرف

# چوتھا لکچر

## فلسفہ

آج کے لکچر کا مضمون میٹافزکس (فلسفہ) ہے۔ اس میں کچھ شبہ ہے کہ اس لفظ کے ٹیک سے کیا مراد ہے لیکن ابتداءً اس طے کے فلسفانہ مقولوں سے منسوب کیا گیا تھا جو اسطو کی تصانیف کی جلد میں علم طبیعی کے رسالہ کے بعد رکھے ہوئے ملے تھے۔ لیکن اس لفظ کا مفہوم چاہے جو رکھا گیا ہو میرے خیال میں ہم بغیر کسی پس و پیش کے اس کا اطلاق اس حکمہ علم سے کر سکتے ہیں جو مسلم طبیعی سے اونچے طبقہ کا ہے۔ پس فزکس (علم طبیعی) جو اس سے سید ہی سید ہی محسوس ہونے والی چیزوں کا علم ہے اور میٹافزکس یعنی فلسفہ اونکی قسمیں اور تعلقات قائم کرتا ہے اور بالآخر ایک باقاعدہ اور اپنے ہر پہلو میں مطابقت رکھنے والا علم بن جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم کو اس کے قبل کہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ فلسفہ اور سائنس کا جوڑا ہے یعنی انکے باہمی تعلق کا قطع کرنا گویا دونوں کو قتل کرنا ہے۔ کیونکہ سائنس کو فروعات ہستی سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ علم کی کل شاخوں کو اداسکی پوری وسعت میں مطابق کرنے کی کوشش کرے اور فلاسفی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مشاہدہ قدرت کا کہی ساتھ چھوڑے تاکہ اس کی مدد سے قیاس اور واقعہ قدرت کے درمیان جو عام طور پر ناواقف بائی جاتی ہے اس سے بچ سکے۔ پس میٹافزکس کی تعریف یہ ہو سکتی ہے

بچا کیا ہے تمام لوگ جسے ایسے تر تھنکر پد کو پراپت ہو کر موش کو پاتا ہے  
 اب صرف اتنا کہنا باقی رہ گیا ہے کہ جو ناکچ مینے آج کے لکچر مین نکالے  
 ہیں وہ سب جین سید ہانت مین شامل ہیں جو سائنس سے بالکل مطابق پایا  
 جاتا ہے۔ ان مین سے بہت سے ناکچ کو ہم دیگر مذاہب مین ہی پا سکتے  
 جبکہ اونکی تفتیش کی باری آئیگی۔

حالات کے بموجب لگاتار چاہیے۔ لیکن اس امر کو بھی نہیں بھولنا  
 چاہیے کہ روحانی عظم اور عمل کی جو یعنی حیات ابدی کے ہمیشہ  
 سرسبز رہنے والے پودہ کا اصلی بیج صحیح اعتقاد ہی ہے جس کے  
 بارہ بین تن کرند شراو کا چار میں جو ایک بہت پر اچین شاستر ہے  
 ایسا کہا ہے ”تین لوک اور مچک میں جیون کا سچے اعتقاد کے برابر  
 کلیان کرنے والا دوسرا نہیں ہے اور نہ باطل عقیدہ کے مانند  
 ایذا رسان۔ سچے اعتقاد والے آدمی جلال۔ پر تاب۔ و دیا۔  
 شہرت۔ دولت۔ فتح اور بزرگی کے مالک ہوتے ہیں۔  
 وہ اونچے خاندانوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ دسہم ارتھ کام موکش  
 کے سادہک اور انسانوں میں برتر ہوتے ہیں۔ صحیح اعتقاد والے  
 جو سورگون میں جنیدر ( *stamhana* ) بہگیا ان کے بہگت  
 ہوتے ہیں اور آٹھ قسم کی روہنیوں (کرماقی قوتوں) کو حاصل  
 کر کے دیون اور دیوانگناؤں کی محبت میں بہت عرصہ تک آسند ہو گتے ہیں  
 بنو مل سچے اعتقاد والے پرشس چکورتی راجہ ہوتے ہیں جنکے چرون پر  
 بہت راجہ سر جھکاتے ہیں اور جو فو بندھیوں اور چودہ رتوں اور پہم  
 کہندون کے سوامی ہوتے ہیں۔ صحیح اعتقاد ہی ہے شرن جتنی ایسے جیو  
 جوارہت۔ روگ رہت۔ اکشی رہت۔ بادہارہت۔ شوک۔ بے شکارہت  
 موکش کو پراپت ہوتے ہیں جس کا مفہوم گیان اور آنند کی پورنسا  
 اور سب قسم کے کرموں کے میل سے پاک ہونے کا ہے۔ جنیدر کی  
 ہے بہگت جس کے ایسا ہو (موکش گائی جیو) پرست دیوندر سموہ کی  
 مہاکا اور مہاکاؤن کے مستک سے پوجینک چکورتی کے چکر کو اور

جو پھول تک ہلکے نہیں ہو نچا دیتا بشرطیکہ ہسکوا کے ڈھونڈ رہے ہوں  
 طریقہ آدے اور اسکی تلاش میں سرگرم ہوں۔ اگر آپ کانٹے کو  
 نظر انداز کر کے پھول تک پہنچا جاتے ہیں تو آپ کو اسکے صدمہ  
 کی پوری جیل جلاہٹ برداشت کرنی پڑے گی لیکن اگر آپ  
 پہلے کانٹے سے نہٹ لیں تو پھر پھول آپ کا ہے چاہے جہان  
 اسکو لیجا دیں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں یہاں راہ  
 نجات کی مختلف منازل کا حال بیان کر سکوں لیکن اتنا اس سلسلہ میں  
 ضرور کہوں گا کہ چند ہی روز میں سادہو ایسی خوشی کو محسوس کرنے  
 لگتا ہے جو بڑے بڑے کرد و رپتی اور بادشاہوں کے بھی خیال میں نہیں  
 آسکتی ہے۔ گہرست کو بھی بعض مرتبہ اسکی محنت کا پھل اپنی زندگی  
 کی اندرونی شادمانی کے محسوس ہونے سے ملجاتا ہے لیکن اسکی زندگی  
 میں ایسے موقع بہت کم ہوتے ہیں اور اسکے جذبات کی شانتی  
 اور دنی ویراگیہ کی عمدگی پر موقوف ہیں۔ سادہو نردان حاصل  
 کرنے کے پہلے ہمہ دانی کو حاصل کرتا ہے گو کہ زمانہ کے انقلاب سے  
 آجکل دنیا کے ادس حصہ میں جس میں ہم رہتے ہیں ایسے کوئی سروگیہ  
 (ہمہ دان) سادہو نہیں ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ سابق کے  
 اپنے بزرگوں کی نسبت بہت چھوٹے درجہ کے انسان ہیں اور چونکہ  
 ہم نے انکے بجز ایسے شری نہیں پائے ہیں اس لئے ان کی پانہند  
 ہم اہل دہیان ہی نہیں لگا سکتے ہیں۔ لیکن گو کہ ہسکوا آتما کا خدہ اہل  
 دہیان تو نصیب نہیں ہو سکتا ہے تاہم ہم باقی اور قسم کے دہیانوں کے  
 فائدہ سے محروم نہیں ہیں اور ہسکوا اپنے من کو ان میں اپنی طاقت اور

بیٹھے نہیں دینگے۔ رحم حیات کے ان دشمنوں کے لئے نہیں ہے۔  
وہ خود رجم سے مبرا ہیں اور آخر تک لڑتے ہیں۔

کیا اتنی سخت جسر ہائی کے خیال سے تلو خوف معلوم  
ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کو انسان نہیں کر سکتا ہو  
اگر وہ ایک مرتبہ اپنی ہمت کو اس کے کرنے کے لئے کس لے۔  
اور اگر پوری کامیابی نہ ہو فوراً ہی نہ بھی لے تو یہی موت کے  
واقع ہونے سے محنت رائگان نہیں جاتی ہے۔ اعتقاد اور  
عمل کا نیک ثمرہ روح کے ساتھ ایک یون سے دوسری یون کو  
کارمان شریہ کی عمدہ قسم کی تبدیلیوں کی شکل میں جاتا ہے۔ اور  
آئندہ کی زندگی کے جسم و تعلقات کے بنانے میں پورا حصہ لیتا ہے  
تب میں کی سرگرمی و طبیعت کی بشاشی ہی دو ضروری جزو صحیح اعتقاد  
کے حاصل ہونے پر کامیابی کے لئے ہیں۔ اگر کسی بڑے قانون دان کو  
جبکہ وہ ماں کی گود میں بچتے کی حالت میں تہا ان کتابوں کی تعداد جسکو  
اسکو بعد کو پڑھنا ہوگا اور انکی ہی جنکا اسکو حوالہ دینا ہوگا بتائی جاتی اور  
اسکو اس پر فکر کرنے کا موقع دیا جاتا تو یقین ہے کہ وہ خوف ہی سے  
مر گیا ہوتا۔ مگر ہمارے درمیان میں ہمت سے ایسے اشخاص ہیں  
جنہوں نے صرف قانون ہی میں نہیں بلکہ اور علوم و فنون میں بھی  
شہرت حاصل کی ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہے کہ راہ سجات کے  
مسافروں کے راستہ میں صرف مصائب اور پریشانی ہی ہیں۔  
یہ سچ ہے کہ قدرت میں گلاب کا پھول بغیر کانٹے کے نہیں ملتا ہے  
لیکن یہ بھی اتنا ہی سچ ہے کہ کوئی اصلی کانٹا ہی قدرت میں ایسا نہیں ہے

(۱) معالی (۲) انکساری (۳) دیانت داری (۴) من سے طبع کو نکالنا  
(۵) سچ بولنا (۶) رسم دلی (۷) نفس کشی (۸) تیاگ (۹) اودھنا  
اور (۱۰) برا بھلا -

ان سب کے ساتھ لفظ اتم جبکہ معنی اعلیٰ یا برتر یا احسن کے ہیں  
بطور صفت کے لگا ہوا ہے۔ سادہ ہوا اندرونی و بیرونی دونوں قسم کے  
تپ کر رہتا ہے اور انکی سختی کو روز بروز بڑھاتا رہتا ہے۔ اس کا من  
روح کی خاصیت اور دنیا اور دنیا کے انقلاب اور اسکی دل کو  
لبھا۔ نئے والی ترغیبوں اور عارضی مناسبات پر بچار کرنے میں  
برابر لگا رہتا ہے۔

یہ سب سخت پہاڑ کی چڑھائی کا سا کام ہے لیکن جیسا میں نے  
پہلے کہا ہے آپ کسی کام میں بھی کامیابی نہیں پاسکتے جب تک کہ  
ذرائع حصول اس کام کے کرا دینے کے لئے کافی نہ ہوں۔  
در اصل صحیح عمل اپنی آمتا کے محسوس کرنے ہی کا نام ہے  
یعنی اپنی روح کے ذاتی جلال واسکی بزرگی کے انوہو کرنے کا جو  
ایک بہت آسان بات معلوم پڑتی ہے۔ لیکن ذرہ بیٹھ کر تو  
دیکھو کہ کیا تم واقعی ایک سیکنڈ پہر کے لئے بھی ایسا کر سکتے ہو۔  
جون ہی کہ تم آپنی آمتا کی طرف مخاطب ہو کر بیٹھنے کا ارادہ کرو گے  
دون ہی تمہاری تمام اشتہائیں۔ مرغوبات۔ خواہشات۔  
میلان طبع۔ جسمانی ضروریات وغیرہ ایک دم بغاوت میں تمہارے  
خلاف اڑھ بھڑھائی ہونگی۔ ان باغیوں میں سے ہر ایک ایک  
زبردست قوت ہے۔ انکے غارت کئے بغیر وہ تمکو امن سے



کہنا اور وہ بھی اگر کوئی آدور کے ساتھ بغیر نیوٹہ دیئے ہوئے اور کھائے کیوقت  
بلائے۔ اور پٹرون مین صوف نگوٹی کار کہنا۔

گیارہویں پر تما کی تکمیل ہونے پر موکش کا متلاشی سنیا س کے درجہ کو  
پہنچ جاتا ہے اور گہر بار رہت ہنسوی ساد ہو ہو جاتا ہے۔ یہ درجہ  
قریب قریب بڑھاپے کے شروع تک طے ہوتے ہیں جو درمیان ۴۵ اور  
۵۵ سال کی عمر میں (آج کل کے زمانہ کے لحاظ سے) سمجھنا چاہیے۔ اب تک  
تو طالب موکش اپنی زندگی کا عمدہ سے عمدہ فائدہ دنیا کو خدمت ہدایت  
خیرات وغیرہ کی شکل میں دیتا رہا ہے گرا ب وہ اپنی عاقبت سد ہارنے  
کے لئے اس سے کنارہ کشی کرتا ہے۔ ساد ہو کے طور پر اس کا اب بجز  
اپنے بڑے دشمنوں یعنی خواہش اور جذبات کے غارت کرنے کے  
اور کسی چیز سے سروکار نہیں ہے۔ جو برت کہ اب وہ پاتا ہے وہ وہی  
ہیں کہ جنگو وہ گہرستی کی حالت میں ہی پاتا تھا مگر وہ اب پوری سختی کے ساتھ  
پائے جاتے ہیں۔ انکے علاوہ وہ -

(۱) چلنے پرنے -

(۲) گفتگو کرنے -

(۳) کھانے پینے -

(۴) اٹھانے دہرنے - اور

(۵) بول و براز کے پھیلنے۔

میں بڑی احتیاط کے ساتھ کام کرتا ہے تاکہ کسی جاندار کو ایذا نہ پہنچے۔ وہ اپنے  
من بچن اور جسم کو قابو میں لاتا ہے اور دس قسم کے عمدہ دھرم کے اصولوں پر عمل کرتا ہے  
جو حسب ذیل ہیں۔

(۴) دنیاوی اشیاء سے وابستگی نہ رکھنا۔

(۲) دن میں تین مرتبہ یعنی صبح دوپہر اور شام کو دھیان میں بیٹھنا۔

(۳) ہر مہینہ میں کم از کم چار مخصوص دن برت رکھنا۔

(۵) سبز ترکاری وغیرہ کا ترک کرنا۔

(۶) غروب آفتاب کے بعد اور طلوع آفتاب کے قبل کچھ نہ کھانا۔

(۷) برہمچریہ یعنی اپنی بیوی سے بھی علیحدگی اختیار کرنا۔

(۸) سب قسم کے روزگار و دنیاوی ہوپار سے کنارہ کشی کرنا۔

(۹) ترک دولت وغیرہ یعنی اپنا سب دنیاوی اثاثہ بیوی بچوں وغیرہ کو دے ڈالنا۔

(۱۰) دنیاوی معاملات میں مشورہ دنیا ہی بند کر دینا۔ اور

(۱۱) کھانے کی نسبت اپنے اوپر اور بھی قید لگانا یعنی کھانا صرف ایک مرتبہ

یشتن نہایت خوشی کے ساتھ بیان پر پادسیوں کی مقدس کتب کا مفصلہ ذیل  
کلام جو اس اصول سے مطابقت رکھتا ہے لکھا ہوتا ہے یہی کہنا ہے  
کہ جب اندھیرا ہو تو کھانا نہ دہیں ہے کیونکہ اس شخص کے جو ایسا کرتا ہے  
ایک ہتائی فہم و جلال کو شیاطین اور غیبت چھین لیتے ہیں" (ایس۔ بی۔  
ای جلد ۷ صفحہ ۳۱۰)

مہا بھارت میں بھی لکھا ہے کہ "چڑھاؤ چڑھاؤ۔ غسل کرنا۔ شرادھ کرنا۔ یوجا کرنا۔  
دان کرنا اور بالخصوص کھانا رات کو نہیں کھانا چاہیے"

یہ امر بھی جاننے قابل ہے جیسا پر دھیر در د مکش بیڑی پیر نے

بتایا ہے کہ پانی کو چھان کر پینے کی ہدایت جین دھرم اور بھارت دونوں

میں کی گئی ہے۔

جس کی پانٹوں نے زینہ کی پہلی سیڑھی کو ہسین چھوا ہے وہ  
 چہت پر کیسے پہونچے گا؟ وہ پر ماتا کہ جسکی صحبت میں ہم بیٹھنا  
 چاہتے ہیں سب جیون کا ہسلا چاہتے ہیں۔ وہ نہ کسی  
 جاندار کو کہاتے ہیں اور نہ مارتے ہیں۔ پہنچو وہ  
 شخص جو ذرہ سی دیر کے زبان کے ذائقہ کے لئے  
 جانداروں کو مارتا اور تکلیف دیتا ہے پر ماتا کیسے بن سکتا ہے؟  
 اسلئے ہمیشہ کی زندگی اور آئندہ کے مشاغل کو ان بری عادات کو صحیح اعتقاد کے  
 حاصل ہوتے وقت ہی چھوڑ دینا چاہیئے۔ ایسی ہی وجوہات سے اسکو جو اکیلنا  
 زنا کاری۔ چوری کرنا اور جھوٹ بولنا ہی چھوڑ دینا چاہیئے۔ ان نہایت بری عادات  
 کے ترک ہونے پر حقیقت کے واقف کار کو آہستہ آہستہ اپنے تئیں سنیا س  
 کی سختی کی زندگی کے لئے طیار کرنا چاہیئے۔ موکش کا طالب مثل دیگر آدمیوں کے  
 دنیا میں رہتا ہے اور اپنے لائق عورت سے شادی کر کے زندگی بسر کرتا ہے  
 اس امر کی کوشش کرتے ہوئے کہ اسکی دنی پاکیزگی۔ نیکی اور دیر اگیہ میں برابر  
 ترقی ہوتی رہے۔ گہرست کی روحانی ترقی کے گیارہ درجہ میں جنکو گیارہ  
 پر تہا کہتے ہیں جن میں سے گزر کر وہ سنیا س تک پہونچتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔  
 (۱) مانس کہا نا وغیرہ وغیرہ بری عادات کا جنکا اوپر ذکر کیا گیا ہے چھوڑ دینا۔  
 (۲) ذیل کی پانچ قسم کے برتون کا پالنا۔

(الف) اہنسا یعنی کسی کو ایذا نہ پہونچانا

(ب) جھوٹ نہ بولنا۔

(ج) چوری نہ کرنا۔

(د) زنا نہ کرنا۔

سنگدستی کی عادات کو چھوڑے بغیر راہ نجات پر چلنے کی کوشش کرنا بد سود ہے

پتہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ یہودیوں کے قدیم مت میں زندہ جانوروں کو گوشت کو  
کھانا منع تھا (۱-آر-۱-جلد ۳-صفحہ ۲۴۵) پارسیوں کے بیان میں ایسا کہا ہے

(دیکھو The Teaching of Zoroaster صفحہ ۴۳) کہ

”سب اقسام کے گناہوں سے جو میں نے آسمان کے تعلق میں فرشتہ بہمن کے

خلاف اور دنیا کے تعلق میں موبشی اور مختلف قسموں کے موبشیوں کے خلاف کئے ہیں

اگر میں نے اسکو مارا ہے۔ ستایا ہے۔ بیقصور مارا ہے۔ اگر میں نے اسکو وقت پر

کہا نا اور بانی نہیں دیا ہے۔ اگر میں نے اسکو آغہ کیا ہے۔ اگر میں اسکو فراق یا بھیڑیے

یا راہ زن سے نہیں بچایا ہے۔ اگر میں نے اسکی گرمی و سردی میں حفاظت نہیں کی ہے

اگر میں نے کار آمد موبشیوں کو مارا ہے یا کام کرنے والے موبشیوں کو یا جنگلی گھوڑوں کو

یا بکروں کو یا مرغوں کو یا مرغیوں کو۔ پس اگر ان نیک جانوروں اور انکے محافظ

بہمن دونوں کو مجھے ایذا پہونچی ہے اور وہ مجھے مطمئن نہیں ہیں تو میں توبہ کرتا ہوں“

شائستہ لاشائست (باب ۱۰-آیت ۷۸) میں ایسا لکھا ہے کہ

”قاعدہ یہ ہے کہ جانوروں کے مارنے سے ہزار کرنا خواہ وہ کسی قسم کے ہوں

مذہبی تعظیم کی حد تک پہونچنا چاہیے۔ کیونکہ سنگدگر ناشک میں ایسا آیا ہے

کہ جن آدمیوں نے ناروا طور پر جانوروں کو قتل کیا ہے انکی سزا ایسی

سخت ہے کہ ان جانوروں کا ہر ایک بال خنجر ہو کر مارنے والے کو قتل کرتا ہے

جانوروں میں سے بڑے بکرے۔ ہل میں چلنے والے ہیل۔ جنگلی گھوڑے۔

خوکوش۔ مرغ۔۔۔۔۔ کے مارنے سے سب سے زیادہ

ہزار کرنا چاہیے“

(ایس۔ بی۔ ای۔ جلد ۵ صفحہ ۳۱۹)

ہاتھوں کے پوجیہ قدموں پر چلنا چاہیے جو خود پر ماتا ہو گئے ہیں -  
 ذیل کی بند یلیا جب من میں واقع ہوتی ہیں تب صحیح اعتقاد حاصل ہوتا ہے -  
 (۱) کرم کی قوتوں کا عام طور سے کمزور یا ڈھیلا پڑنا -

(۲) بدھمی (عقل) کی تیزی -

(۳) من کا سائنس کی طرف رجحان جسکی وجہ سے سچ کی تعلیم قبول ہو سکے اور  
 من میں رہ سکے -

(۴) زبردست جذبات کا ہلکا پڑنا یا مند ہو جانا - اور

(۵) روح کی ماہیت پر بار بار بچار کا ہونا -

مین نے ان اسباب کا تذکرہ یہاں پر محض اس لئے کیا ہے تاکہ آپ کے  
 دل پر اس امر کو نقش کر دوں کہ سائنس کی طرف میلان خاطر کا ہونا کتنی بیش بہا  
 شے ہے - یہ میلان خاطر قدرتی منطق سے ہوتا ہے اور بالخصوص اشیاء کے  
 اصلی اسباب کی تفتیش سے - صحیح اعتقاد حاصل ہوتے ہی سچے اعتقاد والے کا  
 علم صحیح علم میں تبدیل ہو جاتا ہے کیونکہ صحیح اعتقاد کا مفہوم ہی تھون میں درڑھ  
 شروہا کا ہونا یعنی انکی صحت کا پکا پکا یقین ہونا ہے -

صحیح اعتقاد کے حاصل ہوتے ہی صحیح عمل کی ابتدا سب سے بری عادات و  
 خواہشات کے ترک کرنے سے ہوتی ہے بے مطلب کی بے رحمی - جانداروں کے  
 گوشت کا کھانا منشی اشیاء کا استعمال - اور سنسکار کا کھیلنا  
 سب سے پہلے ترک کرنا چاہیے - ان نہایت بری و

مطلب یہ ہے کہ صحیح گیان سے مراد تھوگیان سے ہے اور چونکہ تھون کو بچارنے پر  
 انکے متعلق شیون و شکوک کے رفع ہونے پر ہی ان میں اعتقاد پیدا ہو سکتا ہے اسلئے  
 تھون کا ٹھیک ٹھیک گیان تھون کے اعتقاد میں شامل ہے -

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے اس تنگ کرے راستہ کا مفہوم خواہشات کا مارنا ہے تاکہ ایسا کرنے سے وہ خارج ہونے والی زبردست قوتیں جو خواہشات کی وجہ سے پیدا ہوتی رہتی ہیں غارت ہو جاویں اور روح اپنی اصلی حالت میں خالص نور ہی نور رہا دے جو ہمہ دان کہی نہ کم ہو خواہ خوشی کا ہو گئے والا اور ہر طریق پر ذات اعلیٰ پر مامتا ہے۔

جو شخص اس تفاوت پر جو گناہ کے بوجھ سے لدی ہوئی روح اور پر مامتا پن کے اس اعلیٰ ترین مقصد کے درمیان جسکو وہ حاصل کرنا چاہتی ہے پایا جاتا غور کرے گا تو وہ جلد محسوس اس امر پر متفق ہو جاوے گا کہ بجز سخت سے سخت قسم کی تپشیا کے اور کوئی چیز خواہشات کے تو دون کو کاٹنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی ہے۔ ایک ہمہ دان ہمیشہ آئندہ میں پورن رہنے والا خدا بننا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ اس درجہ کا تیز و میرا گئیہ کہ جو آخری درجوں میں جہانی و ذاتی سب قسم کی ضروریات کو جتنے کہ لنگوٹی تک کو بھی ترک کرادے ہمارے لئے لازمی ہے اگر ہرکورد حانی پورنتا حاصل کرنی ہو۔ لیکن ابتداء ایسی کٹری نہیں ہے۔ کیونکہ تدریج ترقی کرنے والی سیر ہوئیوں کا ایک عملی ذمہ موجود ہے جس پر چڑھنے سے آہستہ آہستہ برابر ترقی ہوتی رہتی ہے اور جو رفتہ رفتہ اور آسانی سے چوٹی تک پہنچا دیتا ہے۔

سب سے پہلے صحیح اعتقاد کو حاصل کرنا ہوتا ہے جس کا مطلب بتوں کے اصل اعتقاد سے اور ادن پاک مہاتماؤں کی تعظیم سے ہے جو بتوں کے گیان سے پر مامتا ہو گئے ہیں۔ جیسے ایک قانون میں فضیلت کا درجہ پانیکا خواستگار شخص کسی بڑے قانون دان کو اپنا اور شش بنا کر اپنے افعال میں اسکی تقلید کرتا ہے اسی طرح سے اس شخص کو ہی جو زندگی کی تکمیل کی چوٹی پر پہنچنا چاہتا ہے ان

کرنے والے گنہگار کے مانند صحیح اعتقاد کا فرض کشتی حیات کو طوفان کے  
 خطر و غیرہ سے بچا کر امن و آزادی کے بندر گاہ میں رہبری کر کے  
 پہنچا دینا ہے۔ جس کا دل صحیح اعتقاد سے پاک نہیں ہوا ہے وہ ایک  
 بغیر تپوار کے جہاز کی مانند ہے جو رہبری نہ ہونے کی وجہ سے جلد چٹاؤں  
 سے ٹکرا کر ڈوب جاتا ہے۔ صحیح اعتقاد کی ضرورت اس امر سے صاف  
 عیاں ہے کہ لوگ اپنے عقائد کے مطابق ہی عمل کرتے ہیں کہیں انکے خلاف نہیں  
 صحیح علم پر مامتاہن کے حصول کا صحیح صحیح گمان ہے۔ وہ مثل اس  
 نقشہ کے ہے جو راستہ کو اور اوس میں سامنے آنے والی وقتوں کو صاف  
 طور سے دکھانے اور ان سے بچنے کے ذریعہ بتانے کے لئے بنایا جاتا ہے  
 جیسے وہ ناخدا جسے ایسا نقشہ اپنے لئے دیا نہیں کر لیا ہے کہیں اپنے جہاز کو  
 سمندر کے پار نہیں لیا جاسکتا ہے اسی طرح پر وہ روح جبکہ پاس صحیح علم کا  
 جہاز رانی کا نقشہ نہیں ہے کہیں نردان تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔ صحیح عمل  
 تیسرا ضروری جزو کامیابی کا ہے کیونکہ بغیر ٹھیک وقت میں ٹھیک فعل کے کئے  
 ہوئے کوئی شخص اپنے مقاصد دی کو حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

اگر صحیح اعتقاد ٹھیک طور سے رہبری کئے ہوئے جہاز کا پتوار (رنگ)  
 ہے اور صحیح علم آواگون کے سمندر میں جہاز رانی کا نقشہ ہے تو صحیح عمل  
 وہ واقعی وقت ہے جو کشتی ہستی کو راحت و امن کے بندر گاہ کی طرف  
 پہنچ لیا جاتا ہے۔

علیحدہ علیحدہ غور کرنے سے صحیح اعتقاد زندگی کے اعلیٰ مقصد یعنی  
 پر مامتاہن کا اظہار کرتا ہے۔ صحیح علم ضروری افعال کا نقشہ ہے جبکہ صحیح عمل بغیر  
 صحیح اعتقاد و صحیح علم کے قیاس میں ہی نہیں آسکتا ہے۔

نزدان حاصل کرنیکی امید بے سود ہے۔ اسطرح پر کمون کے بندھ نہیں  
 ٹوٹ سکتے ہیں۔ ابھی سے اپنے تئیں سرگرمی کے ساتھ اپنے دشمن  
 کے غارت کرنیکے لئے طیار کرنا شروع کر دو ورنہ کتنے بلی یا کٹرے  
 لکڑے کے طور پر آئندہ جہم پانے یا ترک کے سخت سے سخت  
 دکھ بھگتنے کے لئے کہ جو دنیاوی لذات اور جذبات میں مصروف  
 ہونے کا شرہ میں طیار ہو جاؤ۔

پس جبکہ کوئی چوڑی شاہی سروک فضیلت کی چوٹی پر پہنچنے کے لئے  
 نہیں ہے ایک تنگ سائنس کا راستہ اس آنسو کی گہائی  
 (دنیا = آداگون) سے باہر نکل جانے کا ہے۔ یہ سب آدمیوں  
 کے لئے ایک ہی ہے جس سے کنار کشی کرنے والے نیچے کھڑے  
 ہیں کہ کج حالت اور جذبات کی سخت چٹانوں پر پڑتے اور غارت  
 ہوتے ہیں۔ یہاں کسی کی دلی یا ذاتی رغبت کا ہی سوال نہیں ہے سائنس  
 کے راستے پر چلنے والے کو ذرا عیسے کے چننے کا موقع نہیں ہوتا ہے  
 اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہم رنگوٹ کو یہ اختیار نہیں دیتے ہیں کہ وہ اپنے  
 لئے تجویز کرے کہ آیا وہ فوجی قواعد سیکھیں یا نہیں۔ اگر وہ فوج میں  
 آنا چاہتا ہے تو قواعد اس پر لازمی ہوتی ہے۔

کردے سائنس کا یہ تنگ راستہ صحیح اعتقاد۔ صحیح علم۔ اور صحیح  
 عمل کا میلان ہے۔ ان میں سے صحیح اعتقاد اپنی نگاہ کو برابر پورنتا  
 اور آئندہ کے مقصد کی طرف لگائے رہتا ہے اور ایک لمحہ ہر کے لئے  
 یہی اس کو سامنے سے نہیں ہٹے دیتا ہے۔ اس کا کام افعال کو راستی کی  
 سمت میں رکھنے کا ہے تاکہ وہ ہلکے غارت نہ کر سکیں۔ ناؤ کی رہبری



چونکہ سائنس میں مجسمہ مانا نہیں جاسکتا ہے۔  
 مجسمہ مانتے سے کام نہیں چلتا ہے اسلئے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ سب ہون کے  
 موجودہ جنم مثل مجسمہ کے ہوئے ہیں بلکہ ماننا پڑتا ہے کہ کوئی ایسا قانون ان جنموں  
 متعلق ہے جو ہماری قسموں کو بنانے والا ہے۔ اب ان گونا گون والوں اور اقسام کی  
 حالتوں کو خیال میں لاؤ جو ہستی کے مختلف طبقات میں مختلف گیتوں میں پائی جاتی  
 ہیں اور دیکھو کہ قدرت اس دکہ اور مصیبت کی جو ہر جگہ پائے جاتے ہیں کیا قدرت  
 تعالیٰ بتاتی ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ وہ سب مصائب جو کوئی جاندار پہنکتا ہے وہ سب  
 اچھے اور بُرے حالات جنکا وہ احساس کرتا ہے اور وہ سب باتیں ہی جنکا  
 اسکو تجربہ ہوتا ہے اسی کے پچھلے جنم کے کمون (اعمال) کا پھل ہیں۔ مگر اس امر پر  
 اب زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کا تذکرہ کافی طور سے ہو گیا ہے۔  
 اب صرف اتنا باقی رہا ہے کہ ہم ان ذرائع اور اسباب کا تذکرہ کریں جنسے  
 جہالت اور بدی کی قوتوں کو جو ہماری خارج ہیں غارت کیا جاوے۔ یہ ایک  
 آسان سوال ہے اور چند الفاظ میں اس کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ ہماری قیمن  
 ہماری خواہشات سے پیدا ہوتی ہیں۔ لہذا ہمارا اپنی خواہشات کو غارت کرنا چاہیے۔  
 چاہے جو حالات آپ کے ہوں اپنی رغبتوں اور اشتہاؤں کو چھوڑ دو۔ جب کبھی  
 تمکو موقع ملے جہاں کہیں ہی تم ہو دل کی تنہاؤں سے موہ نہ کو موڑ دو۔ اس جان کے  
 دشمن یعنی خواہش سے اس کی گردن دبانے کے لئے ہٹ جاؤ اور اپنی گرفت کو برابر  
 سخت کرتے جاؤ کبھی ہلکی نہ ہونے دو اس میں تساہل کرنے سے فائدہ نہیں ہے  
 کیونکہ ممکن ہے کہ بعد میں تمکو ایسا کرنے کے لئے موقع ہی نہ ملے۔ خواہ وہ دیر یا  
 ہو یا روزہ یا کوئی اور ذریعہ طبیعت کے مارنے کا تمکو ان سب کو دشمن کے  
 مغلوب کرنے کے لئے اپنی طرف ہرتی کرنا چاہیے۔ آرام وہ کسی میں بیٹ کر

گاہے آزاد ہے وہ خود واقعی خدا ہے اور قدرت میں کوئی ایسی قوت نہیں ہے جو ایک واقعی خدا کو تہ اور آواگون کے چکروں میں پھیر کر لاڈ لے۔ اس ہی معنی میں شدہ روح (پر ماتما) کو سروشکتی مان کہا جاتا ہے کیونکہ بزدان کے مبارک مقام کے باہر کرم سب جگہ حاوی ہے حتیٰ کہ بڑے سے بڑے اندر (دیو لوک کے راجہ) دیو (بہشت کے باشندہ) اسر (غیث یا خباثت) اور انسان سب اس کے مقابلہ میں ہست ہیں۔ قدرت میں کوئی طاقت ایسی نہیں ہے کہ بزدان چیتیر میں مقیم پر ماتماؤں سے مخالفت کر سکے۔ انکی خوشی تینوں لوگوں میں سب سے زیادہ ہے۔ انکی پورنا قسطی بے مثال ہے۔ اور ان بزرگ آتماؤں کے بل کو کہ جو ایک نگاہ ہی میں اس سب احوال کو جو اس وقت گزر رہا یا ہو رہا ہے جو گزشتہ میں ہوا ہے اور جو آئندہ ہو گا وہاں ہے بلا کسی قسم کی مقام و وقت کی قیدوں کے جانتے ہیں کون بیان کر سکتا ہے۔ پھر کیسے ہم اس اعلیٰ ترین مرتبہ والے بدی اور جہالت کی قوتوں کے خارج کے جلال کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ جبکہ ہر آنند میں کوئی چیز مخل نہیں ہو سکتی ہے نہ جس کے اجل و بیان کو کوئی ایک سیکنڈ کے دس لاکھویں حصہ کے برابر بھی ہلا سکتا ہے۔ شدہ آتما کو نیند غشی اور کاہلی نہیں آتی ہے۔ موت بیماری اور بڑا پاؤں کے قریب نہیں پھٹک سکتے ہیں اور کال اس کی خدمت میں صرف اس ہی غرض سے حاضر رہتا ہے کہ اسکے پوجینک چڑوں میں ابدی زندگی اور ہمیشہ کی نوجوانی کے پھول سدا چڑھایا کرے۔ اگر سروشکتی مان ہونے کا یہی مطلب ہے تو صرف ایسا شدہ آتما ہی سروشکتی مان ہوتا ہے اور کوئی نہیں۔

آواگون کے سلسلہ پر مزید غور کرتے ہوئے میں یہ کون گاہ کا اسکا قیام ارواح کے دوام ولافانی ہونے پر مبنی ہے۔ پس دوا می اور اس لئے غیر خلق شدہ ہونے کے باعث ارواح مزدور ہی گزشتہ زمانہ میں ہی موجود رہی ہونگی۔ علاوہ ازیں

یا حاکمیت کہلاتی ہیں۔

روح اور مادہ کے اختلاط سے بننے والا مرکب کارمان شریر یعنی کرمون کا جسم کہلاتا ہے۔ یہ لطیف اندرونی جسم روح کی مصیبتوں کا باعث ہے جو ایک اور لطیف جسم کے ساتھ جسکو تجس شریر کہتے ہیں صرف روح کے نجات پانکے وقت غارت ہوتا ہے۔ یہ دوسرا لطیف جسم ایک قسم کے برقی یا مقناطیسی مادہ کا بنا ہوا ہوتا ہے اور وہ بے حد لطیف کارمان شریر اور بیرونی کثیف جسم (سہول شریر) میں سلسلہ قائم رکھنے والا درمیانی ہوتا ہے۔ کارمان شریر کی شکل و ساخت میں برابر آواگون کے چکر میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اور روح کے ہمیشہ سے چکر میں پڑے ہوئے مسافر کی پڑاؤ انقلاب سوانح عمری کی طرح طرح کی حالتیں سب اسی کارمان شریر کے اندرونی اسباب اور قوتوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایک مقام پر موت کے واقع ہوتے ہی روح تجس شریر کی زبردست مقناطیسی قوتوں کے باعث ایک نئے ”درجہ“ میں کیچ جاتی ہے اور فوراً ہی وہاں پر اسکے کارمان شریر کی موجودہ قوتیں اسکے لئے دوسرا کثیف جسم بنانے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ اس طور پر جسم عمر کی وراثی اعضائے جسمانی کی ساخت و دنیاوی مرتبہ جو فی الواقع خاندان پیداؤش پر مبنی ہوتا ہے روح کی گزشتہ زندگی کے افعال سے سیدھے سیدھے طور سے پیدا ہونے والے نتائج ہیں۔ اور ہمارا اپنی کوتاہیوں۔ نقایض اور بد صورتی کے لئے ایک ایسی ذات کو جسکو ہم نیکی۔ بزرگی اور کمال کے اعلیٰ ترین اظہار کے طور پر ستش کرنے کے لئے طیارہ ہیں ملزم گردانا بادے پن کا فصل ہے۔

پس کارمان شریر نئے جنون کا بیج ہے۔ جسکے نہ ہونے سے روح کے لئے جسم میں مجسم ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ جو روح کہ مادہ کے کمزور کرنے والے

تہیجی پیدا کرتے ہیں۔ اس تبدیلی کا نام *state of consciousness* (اور ایک کی حالت) ہے۔ اس کو روح محسوس کرتی ہے اور وہ ہی جدید  
 حالت اور ایک ذائقہ کا احساس ہے۔ لیکن یہ ذائقہ کے ذریعے دونوں حالتوں میں  
 موجود ہوتے ہیں خواہ روح انکی طرف متوجہ ہو یا نہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ  
 وہ روح سے اس وقت تک مخلوط نہیں ہوتے جب تک کہ دروازہ کھلا ہوا نہ ہو  
 اور توجہ انکو اپنی مالکہ کے پاس نہ پہنچا دے۔ لیکن توجہ سے مراد ہمیشہ دلچسپی سے  
 ہے خواہ وہ محض واقفیت حاصل کرنے کی غرض کا اظہار کرے یا ہم بغل ہونے کی  
 ہنایت پر جوش و خاشاک۔ پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ روح اور مادہ کا اختلاط  
 صرف اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب روح پر کسی قسم کی خواہش کا غلبہ ہو یعنی جب  
 وہ بیرونی اشیاء سے ہم بغل ہونے کی رغبت رکھتی ہو اس سے روح اور  
 مادہ کے اختلاط کا دوسرا قانون یا قاعدہ حاصل ہوتا ہے جو اس طور پر کہا جاسکتا ہے  
 کہ روح اور مادہ کا اختلاط اس وقت تک نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ روح  
 خواہش کی وجہ سے پہلے کمزور نہ ہو گئی ہو۔ ناپاکی کی حالت میں روح کا  
 اختیار بہت کم ہو جاتا ہے اور ارادہ قریب قریب معدوم۔ سب سے بری  
 حالتوں میں وہ بیرونی "مسافروں" (اشیاء) کی خاصیت ہی نہیں سمجھ سکتی ہے  
 جو دسی غول ڈر کیولا کی مانند پہلی مرتبہ تو مدعو کئے جانے کے محتاج ہیں لیکن بعد  
 میں وہ اپنی میزبان میں اتنی طاقت ہی نہیں چوڑتے کہ وہ پہرا گور وک سکے۔  
 اب ہم اس امر کو سمجھ سکتے ہیں کہ جن سیدہ بانت میں ان روح اور مادہ کے  
 ملنے سے پیدا ہونے والی حارج قوتوں کو کم پر کرتی کے نام سے کیون نامزد کیا ہے۔  
 چونکہ انکی ابتداء روح کی خواہش پر مبنی ہے جو روح کا فعل ہے اسلئے وہ کم  
 (= فعل) کا اظہار کرتی ہیں اور بوجہ زبردست قوت ہونے کے پر کرتی (= قوت)

کرنے والے یہ بیرونی وزن و سنگینی آرام کرتے ہیں نہ بند ہوتے ہیں اور نہ کہیں  
چبلی ہی بیٹے ہیں۔ اگر تکہ بلا تکہ کچھ آرام پالیتی ہے اگر وہ بند کر دیا ورنہ اور  
زبان کی بھی ایک بڑی حد تک اسی طور سے حفاظت کی جا سکتی ہے لیکن کہاں نہ  
تاک و کان کی حالت تو بالکل ہی قابلِ رسم ہے یہ مثل میو اسکے کھلے دروازہ  
کے ہیں اور جو کوئی آوے اسکو اندر جانے دینے پر مجبور ہیں۔

یہ مختصر بیان آسرد کا ہے جو ہمارا تیسرا تھو ہے۔ بندہ کا قاعدہ  
آسرد کے اثر کے دیکھنے سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ احساس  
ہمیشہ بیرونی تحریک پر جو ہم ابھی دیکھ چکے ہیں برابر جاری رہتی ہے نہیں ہوتا ہے  
اگر من اسوقت کہیں اور لگا ہوا ہو تو واقعی زبان پر رکھے ہوئے لقمہ کا ذائقہ  
نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اسوقت کان رگ کے لئے بہرہ ہوتا ہے۔ تاک  
بو کے لئے بیجان ہوتی ہے اور قوتِ لامرچہ ہونے کے احساس کے لئے۔  
احساس کا ایسا قاعدہ معلوم ہوتا ہے کہ من کا اثر سوائے اس اندری کے  
کہ جس کی طرف وہ ایک وقت میں لگا ہوتا ہے اور سب اندریوں کے  
یو پار پر رکاوٹ کے طور پر پڑتا ہے۔ برعکس اس کے مندا اور کمزور احساس  
من کی توجہ سے تیز اور صاف ہو جاتے ہیں۔ زبان پر رکھے ہوئے لقمہ کے  
اس وقت جبکہ من کسی اور طرف لگا ہوا ہے ذائقہ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ  
وہ کسی نئی تبدیلی اور اک (consciousness) کا باعث  
نہیں ہوا ہے۔ ذائقہ کا طبعی فلسفہ ایسا بتلاتا ہے کہ جس حالت میں کہ  
کہانے کا بیشتر حصہ حلق و نرخرہ میں سے ہو کہ معدہ میں پہنچ جاتا ہے اسکے  
ذائقہ کے کچھ لطیف ذرے دہن کی ذائقہ والی رگوں اور گھٹون میں ہو کہ روح  
تک پہنچتے ہیں اور اوس سے مخلوط ہو کہ اس کی حالت میں ایک قسم کی کیمیائی

(آسرو) اور جس کے ملنے سے خارج قوتیں بنتی ہیں (بندھ) قید محدودیت  
 میں ہے۔ آسرو کا رکنا (سوڑا) اور موجودہ خارج قوتوں کا توڑنا (نہر جہرا)  
 باعث نجات (موکش) ہیں جبکہ حاصل ہونے پر روح پورن پر مابین جاتی ہے  
 سب قسم کے اخلاق اور فرائض اور نیکی اور بدی کا غرہ واقعی میں تیسرے  
 اور چوتھے تئوں میں شامل ہیں۔ لیکن اگر انکو علیحدہ گنا جاوے تو سات تئوں  
 کے ساتھ ملنے سے نو (۹ = ۲ + ۷) پدارتھ (مضامین) کہلاتے ہیں  
 جنکو ارکان سائنس خوشی بھی کہہ سکتے ہیں۔

لفظ نجات کا مذہبی مفہوم پورے طور سے سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے  
 کہ آپ تیسرے اور چوتھے تئوں یعنی آسرو اور بندھ کو اچھی طرح جان لیں۔  
 آسرو کا مطلب روح اور مادہ کا ایکجا ہونا ہے اور اسکا قاعدہ اسطور پر ہے  
 کہ مجسم آتما کے تمام افعال کے ساتھ خواہ وہ جسمانی ہوں یا من یا قوت گویائی سے  
 تعلق رکھتے ہوں ایک قسم کا لطیف مادہ آتما کی طرف بہا کرتا ہے۔ لطیف  
 پرمانوں کی بیشہ جاری رہنے والی لہریں یا ندیاں برابر اندریوں سے ٹکراتی یا  
 کرتی ہیں جنکو کہ اندریان اندر روح تک پہنچانے میں برابر مصروف رہتی ہیں۔  
 خواہ میں کسی چیز کو دیکھوں یا سنوں یا سونگھوں یا کہاؤں یا چھوؤں ہر حالت میں  
 میں ہر احساسی مادہ کی ایک مقدار اپنی طرف کھینچا ہوں۔ اور جبکہ میں باہر کے بیوپار کو  
 چھوڑ کر من کے اندر رہی اپنے کو بند کر لیتا ہوں تب بھی احساس برابر ہوتے رہتے ہیں  
 جنکا مطلب یہ ہے کہ روح کا تعلق بھیجے کے احساسی مقامات سے برابر جاری رہتا ہے۔  
 اگر میں بولتا ہوں تو مجھے اپنی آواز کے سننے کا احساس ہوتا ہے اور ان اعضاء کی  
 حرکات کا علم ہوتا ہے کہ جو الفاظ کے بننے میں استعمال میں آتے ہیں۔ یہاں ہی  
 احساس کی ساگر (مصلح) کی آمد برابر جاری رہتی ہے۔ اندریوں میں مداخلت

حاصل کرنے کا سائنس ہے جو خلافت عقل معانی اور مسئلہوں سے ذرہ بینی  
تعلق نہیں رکھتا ہے۔ وہ ملت اور معلول کے اصول پر مبنی ہے اور زندگی کے  
ساتھ لگی ہوئی مصیبت اور پریشانی کا پورا پورا سبب بتاتا ہے اور ساتھ ہی  
ساتھ ہر قسم کے انسانی دکھ و درد کے دفعیہ کا ذریعہ بھی ہے۔ وسعت  
تحقیقات سات تون (مضامین یا اصول علم) پر تقسیم ہے جسکا صاف طور سے  
سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ یہ سائنس کے اصول پر تفتیش کرنے سے حاصل  
ہوتے ہیں اور بہ آسانی سمجھ میں آسکتے ہیں۔ چونکہ روح کا جہالت اور بدی  
کی قوتوں سے چھڑانا نہ نظر ہے اس لئے سب سے پہلی بات جو جاننے قابل ہے  
وہ یہ ہے کہ جس کے چھڑانے کی فکر کجاتی ہے وہ کیا چیز ہے۔ آیا وہ ایسی ہے  
کہ رہائی پاسکے یا نہیں۔ اس لئے سب سے پہلا مضمون یا مسئلہ روح کی مابیت  
ہے۔ پس روح (جیو) ہمارا پہلا تون ہوا۔ دوسری بات جو جاننے قابل ہے  
وہ یہ ہے کہ وہ قوتیں جو روح کے مخالف ہیں کس مادہ سے بنی یا وابستہ ہیں۔  
یہ مادہ (اجیو = غیر روح جو ہر) ہمارا دوسرا تون ٹھہرا۔ یہ اجیو جو تک کیسے  
پہنچتا ہے۔ ہر کس طرح پر اس سے خارج قوتیں بنتی ہیں۔ اسکی آئندہ آمد کو کیسے  
روح کا جادے اور موجودہ خارج قوتوں کو کیسے توڑا جادے۔ یہ مزید حوالات  
تحقیقات میں پیدا ہوتے ہیں۔ پس تیسرا تون آسرد (مادہ کی آمد) چوتھا بند (خارج  
قوتوں کا بننا) پانچواں سمور (مادہ کی آمد کا زکام) اور چٹانیر جرا (موجودہ  
خارج قوتوں کا غارت کرنا) ہیں۔ آخری تون موکش (نجات) کہلاتا ہے۔  
ایک مختصر طریقہ پر تحقیقات کا نتیجہ ذیل کے جملہ میں ادا کیا جا سکتا ہے جس میں چوتھے  
ہندسوں کے ذریعہ تون کو دکھایا گیا ہے۔

روح (جیو) مادہ (اجیو) کے میل سے جو اس میں آکر ملت ہے

اور ان چیزوں کے اختیار کرنے میں عاج ہوئے ہیں بلکہ ہم سفید اور اچھا  
 مانتے ہیں اور نیز چند چوٹے چوٹے نقائص جیسے ہنسی - دہشگی وغیرہ اور  
 بعض جسمانی عادات و خاصیت ہی جو اپنے کو قابو میں لانے میں نفل ہوتے ہیں -  
 یہ سب موہنی کرم کہلاتے ہیں - اسکی دو قسمیں ہیں درشن موہنی جگے ہوتے ہوئے  
 صحیح اعتقاد حاصل نہیں ہو سکتا ہے اور چار تر موہنی جو صحیح اعتقاد کو تو حاصل  
 ہو جانے دیتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں ہونے دیتے ہیں - انکے علاوہ ایک قسم کی  
 اور بھی قوت ہے جو نیک اور مرغوب دل کام کو نہیں ہونے دیتی اور جو عام  
 طور پر ہمارے اردو نکے پورا ہونے میں عاج ہوتی ہے - اس کا نام  
 انترائے ہے - یہ قوتیں ہیں جو ہماری روح کی قدرتی پرماتما کی صفات  
 مثلاً ہمہ دانی وغیرہ کے حاصل ہونے میں عاج ہوتی ہیں - پس یہ نتیجہ  
 عیان ہے کہ عاج ہونے والی قوتوں کے ناش ہونے پر روح کی اصلی  
 قدرتی صفات اور پرماتما کی فضیلتیں فوراً حاصل ہو جاتی ہیں کیونکہ یہ تو  
 سب دراصل آتما ہی میں موجود ہیں کہیں باہر سے ہوڑے ہی حاصل کر نی ہیں -  
 مذہب کا دعویٰ ہے کہ وہ وہ طریقہ ہے جو روح کو پرماتما کا کمال  
 حاصل کر دیتا ہے - اس مذہب کا وہ روح کے اصلی اوصاف اور خاصیتوں کے  
 اور ان اوصاف اور خاصیتوں کے عاج ہونے والی قوتوں اور ان عاج  
 ہونے والی قوتوں کے غارت کرنے والے اسباب کے علم سے حاصل کرتا ہے -  
 مجھے اس کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ سب تحقیقات نہایت احتیاط کے  
 ساتھ سائنس کے طریق پر بڑی غور و فکر سے کرنی پڑتی ہے کیونکہ سائنس ہی  
 کے اوپر فوراً یقینی اور کبھی نہ بدلنے والے اثر پیدا کرنے کے لئے بہرہ رسہ کیا  
 جاسکتا ہے - پس مذہب کی تعریف یوں کر نامناسب ہے کہ وہ آتما کے



ہو جاتی ہے۔ لیکن اسطرح پر قدرتی اوصاف کسی قنائین ہو سکتے۔

چیزوں کے علیحدہ ہونے پر وہ پیرپورے طور سے نمایاں ہو جاتے ہیں (دیکھو  
انڈین فلو سو فیکل ریوئیو صفحہ ۱۵۵) غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے  
کہ ناپاک روح اپنے ذاتی علم و مشاہدہ و خوشی کے غیر محدود اوصاف کا پورا  
قابلہ نہیں اٹھا سکتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان اوصاف کے روکنے  
والی قوتیں اسکے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ اسطرح پر ہکوتین قسم کی قوتوں کا  
پتہ چلتا ہے۔

(۱) وہ قوت جو علم کو روکتی ہے (یہ گینا دورنی کہلاتی ہے)۔

(۲) وہ جو مشاہدہ کو روکتی ہے (درشناورنی)۔ اور

(۳) وہ قوتیں جنکے باعث اصلی آئندہ کی سجاوئی کا تجربہ ہوا کرتا ہو (ویدنی)

انکے علاوہ غور کرنے پر ایک اور قوت کا پتہ چلتا ہے جنکے اثر پذیر ہوتے

ہوئے سچا علم اتنی (Scientific Religion) ہر خوب خاطر

نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کے دو اقسام ہیں۔ ایک تو وہ جو سچ

کو ہمیں قبول ہی نہیں کرنے دیتی اور دوسری وہ جو سچ کے قبول

ہونے پر بھی ہم کو ادھر عمل کرنے سے روکتی ہے۔ ان میں

سے پہلی قسم کی قوتوں سے مفہوم تعصب۔ ہٹ دھرمی۔ توہمات اور ان

نام بڑی سے بڑی (انتانوبندہی) قسم کے جذباتوں (عقہ۔ غرور۔ چہل دلاچ)

سے ہے جنکی تندہی و تیزی کی وجہ سے عقل سلیم کو جو ایک ہی ذریعہ حق کی

تحقیقات کا ہے سچائی کے دریافت کرنے کا موقع نہیں ملتا ہے۔ اور دوسری

قسم کی قوتوں میں انتانوبندہی قسم کے علاوہ اور دیگر قسم کے ناقص جذبات

(عقہ۔ غرور۔ چہل دلاچ) شامل ہیں جو استقلال اور دھیرج کے غارت کر دیتے ہیں

جسکو ماضی کہتے ہیں بالضرور موجود رہی ہوگی جیسے کہ وہ آئندہ قائم رہ سکتی۔  
 لیکن گزشتہ زمانہ میں روح بطور خالص نور کے کبھی نہیں رہی ہوگی۔  
 کیونکہ خالص نور ہو جانے کے بعد وہ پہر کبھی آد اگون کے چکر میں نہیں گزرتی۔  
 اسکی وجہ یہ ہے کہ روح اپنی شدھ (پاک) حالت میں ہمہ دان سب کچھ دیکھنے والی  
 بے اندازہ خوشی کی ہونگے والی اور تمام صفات الہی کا خزانہ ہر جگہ کسی قسم کے خارج  
 کار نون (اسباب) کے نہ ہونیکے باعث پورا پورا اظہار اسکی ذات میں ہونا لازم ہوتا  
 ایسے کمال جو کا ایک مادی شریہ (جسم) میں حلول کرنے کے لئے اپنے اعلیٰ مقام سے  
 گرنے اور اسطور پر اپنی تکمیل کو مختلف صورتوں میں محدود کرنے کا خیال ایک ایسی  
 لغو بات ہے کہ اسکو عقل ایک لمحہ بہر کے لئے بھی نہیں مان سکتی ہے۔ اس سے  
 یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس جنم سے پہلے گزشتہ زمانہ میں روح کبھی کمالیت کے  
 درجہ کو نہیں پہنچی تھی اور یہی ظاہر ہے کہ روحوں کے مختلف حالات میں پیدا  
 ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایسی کوئی قوت یا قوتیں ہوں کہ جو انکو مختلف قسم کی  
 رحمن میں کیج کر یجا سکیں۔ لیکن ایسی قوت کا جو روح کو کیج کر ایک جسم سے دوسرے جسم میں  
 یجا کے ہم کس طور پر خیال کریں اگر اسطور پر نہیں کہ وہ کسی قسم کے مادہ کا فعل ہو۔  
 پس یہ ظاہر ہے کہ کسی جسم میں جسم ہونے کے قبل روح کے ساتھ مادہ کے  
 لگاؤ کا ہونا ضروری ہے۔

تب یہ مادہ کے لگاؤ کا اثر ہے جو جانداروں کی ان تمام حالتوں کا ذریعہ  
 ہے جو ایک پاک روح میں نہیں ہوتیں۔ کیونکہ مختلف جوہروں یا عنصروں کے  
 آپس میں ملکر ایک ہو جانے کا نتیجہ اگلے اصلی اوصاف کا محدود ہو جانا یا دب جانا  
 ہی ہوا کرتا ہے۔ جیسے ہائیڈروجن اور آکسیجن کہ قدرتناؤ قسم کی ہوائیں ہیں  
 لیکن جب ملکر ایک ہو جاتی ہیں تو انکی ہوائی خاصیت محدود ہو کر پانی کی شکل میں تبدیل

روح کو چھ دان سکھ اور حیات ابدی کا سوامی قرار دینا اسکو خود خدا قرار دینا ہے کیونکہ خدا کی ذات کے تعلق میں ہی سب سے بڑے اوصاف پائے گئے ہیں اس سے انجیل مقدس کے اس کلام کی کہ وہ پتھر جسکو معماروں نے رد کر دیا کو (کا سرتاج ہوا ہے) (دیکھو زبور ۱۱۸ آیت ۲۲ ومتی کی انجیل باب ۲۱- آیت ۴۲) پوری تائید ہوتی ہے۔ واقعی وہ ہی آتما (روح) جسکو معماران فلسفہ مادہ نے خارج کر دیا تھا سچے فلسفہ کی عمارت کا سرتاج ثابت ہوتا ہے جس میں کل خدا کے اوصاف و کمالات پائے جاتے ہیں۔ یہ صفات الہی روح کو اس وقت ایو جسو حاصل نہیں ہیں کہ اونکا اظہار ہو جسے ایسی قوتوں کے جو جو ہر روح کو ناپاک اور کمزور بنائے ہوئے ہیں رکھا ہوا ہے اور جب تک کہ ناپاکی اور کمزوری کے وہ اسباب دفع نہ ہو جائیں گے اسوقت تک نہیں حاصل ہو سکیگا۔

جیسا کہ جن مت کی کرم فلاسفی کے بارہ میں (دیکھو انڈین فلو سوفیکل ریویو جلد ۲ صفحہ ۱۵۳) کہا گیا ہے روح ایک بار بار جنم لینے والی شے ہے جو زروان حاصل کرنے تک ایک جنم سے دوسرے میں برابر گھوما کرتی ہے۔ یہ اسلام سے عیان ہے کہ روح حقیقتاً غیر فانی ہے۔ پس اسکی پچھلی سوانح عمری کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ موجودہ جنم میں اپنے پچھلے حالات سے کتنی ہی بے خبر کیوں نہ ہو۔ حافظہ کی خاصیت اور اسکے خارج کارون کا اور نیز اس طریقہ کا جس سے سابق احوال معلوم ہو سکے ان سب کا ذکر کی اوت نالیج میں کیا گیا ہے جہاں آپ اسکو دیکھیں۔ لیکن جب کہ چند ہی منٹوں کے امور یادداشت میں نہیں آتے ہیں تو ایسے ماضی کے احوال کا جبکہ بعد بڑے بڑے غم مرن کے تلاطم ہو چکے ہیں یا دنہ آنا کوں تعجب کی بات ہو سکتی ہے۔ اپنی ذات میں لا فانی روح اس تمام لا انتہا زمانہ میں

ہوتا یعنی دکہ اور تکلیف ہمارے وجود کی صفات ہوتی ہیں تو وہ ہماری آتما میں  
 ہماری خواہشات اور جذبات کے ہلکا اور مند پڑ جانے پر پیدا ہوتی ہیں کیونکہ جو شے  
 کسی چیز کی قدرتی صفت ہے وہ خود بخود بلا سبب کے ہی اپنے روکنے والے  
 کاروں (اسباب) کے مٹ جانے پر پیدا ہو جاتی ہے۔ رنج اور مصیبت  
 دونوں بیرونی اسباب سے جو مختصر طور سے مفصلہ ذیل دو اقسام کے ہیں پیدا ہوتے ہیں۔  
 اول۔ ارشٹ بنجوگ یعنی ملاپ ایسی چیز سے جو مرغوب طبع نہیں ہے۔ دوسرے  
 ارشٹ دیوگ یعنی علحدگی ایسی چیز سے جو مرغوب طبع اور خوشگوار ہے۔

دکھ اور مصیبت کسی حالت میں اس وقت نہیں پیدا ہوتے جب ہم اپنی ذات  
 میں قائم ہوں یعنی ان اسباب میں سے ایک یا دوسرے کے وسیلہ کے بغیر۔ حقیقت  
 جہاں تک کہ جسمانی تکلیف کا تعلق ہے وہ طبعی حرکات و مختلف قسم کی اشیاء و  
 عناصر کے باہمی کیمیائی فعل کا جو جسم میں ہوتا رہتا ہے اثر ہے نہ کہ روح کے اندر سے  
 کوئی خود بخود پیدا ہونے والا شے۔

مذکورہ بالا تقریر سے ہم یہ کہنے کے مجاز ہیں کہ روح بذات خود خوشی کا خزانہ  
 ہے جسکو کہ وہ بیرونی اشیاء سے حاصل کرنے میں بے سود کوشاں ہے۔

پھر یہ کیا وجہ ہے کہ روح اپنی قدرتی خوشی کا ہمیشہ انہو نہیں کر سکتی ہے۔  
 اس اہم سوال کا جواب یہ ہے کہ ہماری غلطیوں اور توہمات کی وجہ سے  
 ہماری آتما کی اصلی صفات زایل ہو گئی ہیں۔

جس حد تک کہ ان جہالتوں اور توہمات یا نشون کی ہماری روح میں کمی ہوتی ہے  
 اسی حد تک روح کے اصلی اوصاف نمایاں ہوتے ہیں۔ دائمی روح پورن آنند اور  
 ہمہ دانی کا انہو ہو کرے گی جبکہ وہ قوتیں جو اس وقت ان صفات کو روکے ہوئے ہیں  
 بالکل غارت ہو جائیں گی۔ اور حیات ابدی بھی روح کے ان دشمنوں پر فتح پانے والے

یہ بھی غور سے معلوم ہو گا کہ آزادی کے احساس سے پیدا ہونے والا آئندہ لذات کی خوشی کی طرح ایک لمحہ ہر قائم رہنے والا نہیں ہوتا ہے بلکہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ کوئی اور قید یا پابندی روح پر نہ لگائی جاوے یا جب تک وہ کہہ یا پریشانی کسی اور شکل میں نازل نہ ہو۔

یہ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ایک سے زیادہ فرائض یا منصوبوں میں کامیابی ہونے سے ہمارا آزادی کا احساس بڑھ جاتا ہے اور خوشی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے ایسا کہنے میں کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ جتنا آزادی کا احساس زیادہ ہو گا اوتنی ہی آئندہ کی ہر زیادہ بڑھ چکی حتیٰ کہ سب قسم کی قیدوں فرائض اور منصوبوں سے قطعی آزادی کا حاصل ہونا سب سے عمدہ کہی نہ کم ہونے والے اور کہی نہ بدلنے والے وجد کے درجہ کے روحانی آئندہ کا باعث ہو گا پس ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ روح بذات خود آئندہ اور کلیان کا چشمہ ہے اور اس کے آئندہ کا سوتہ کہی خشک نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ وہ خوشی جو ہمارے اندر سے پیدا ہوتی ہے خود ہماری ہی ذات کی صفت ہو سکتی ہے کیونکہ آتما جیسے اکہنڈ اور مفرد جو ہر کے تعلق میں لفظ اندر کے معنی اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے ہیں۔ اب چونکہ جو ہر اور اسکی قدرتی خاصیتیں یا اوصاف دہائی ہوتے ہیں اس لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ آئندہ جو آتما کی صفت ہے ایک دفعہ پورے طور سے اپنے روکنے والے اسباب کے غارت ہونے پر حاصل ہونے کے بعد کبھی کم ہو سکے۔

اب ہم اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ خواہشات اور جذبات کے کم ہونے پر جنگی درجہ سے امن کے شانتی اور امن غارت ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر شخص خوش ہوتا ہے۔ رنج اور دکھ کے بارہ میں یہ کہنا ہے کہ وہ آتما سے بیرونی اسباب سے پیدا ہوتا ہیں اور اس وجہ سے ہماری زندگی کی ناشوان پنے عارضی حالتیں ہیں۔ اگر اس کے برعکس

روح کا کسی بیرونی شے سے ملنا یا جڑنا نہیں پایا جاتا ہے گو کہ نگاہ ایک گلابی کاغذ کے ٹکڑہ پر جس پر تار کی خیر امتحان کی کامیابی کی لکھی ہوئی ہے البتہ پڑی ہے۔

غور سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو اس کاغذ کا نہ اسکے گلابی رنگ کا اور نہ اسکی عبارت کا ہی کچھ تعلق اس خوشی سے ہے جو اسکے پڑھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ مجھے اس سبب اتفاق نہ کریں تو آپ کو چاہیے کہ آپ اس خبر کے الفاظ کو اوس ہی یا ویسے ہی کاغذ پر لکھ لیویں اور ادنیٰ کو سب دیکھو اہ جتنی مرتبہ چاہیں پڑھیں۔ اس سے آپ کو یقین ہو جاوے گا کہ اس مضمون یا کاغذ میں جس پر کہ وہ لکھا ہوا ہے کوئی خوشی پیدا کرنے کی صفت نہیں ہے۔ برعکس اسکے غور سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ آئندہ کی جہلک اندر ہی سے پیدا ہوتی ہے جس کا موقع تار کی خبر ہوتی ہے مگر کارن (علت) نہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے موقعوں پر اگر خبر کو سچا یا در کیا جاوے تو اس سے پریشانی اور آفتوں کا بوجھ جس سے روح دبئی ہوئی ہے کچھ ہلکا ہو جاتا ہے اور اسکے ہلکا ہونے سے ایک حد تک روح کی اصلی خاصیت اپنا اظہار کر پاتی ہے۔ پس یہ ظاہر ہے کہ باہر کی چیزوں کی جھلکی روح کے قدرتی آئندہ کا باعث نہیں ہے بلکہ کسی رکاوٹ یا اندرونی ڈاٹے کا نہ کہ لڑائیاں جس کے ہٹ جانے سے اندرونی بہرشل چمکنے والی شراب کے کہ بوتل کے اندر ہی سے جھلکتی ہوئی نکلتی ہے آئندہ آتی ہے دنیا کی لذات سے پیدا ہونے والی خوشی کی مثال پر بے سود ہے کیونکہ وہ آن حالیکہ جب اصلی آئندہ ایک قسم کے بوجھ یا قید سے رہائی پانے پر آزادی کا احساس ہے لذات دنیا سے پیدا ہونے والی خوشی کو اس قسم سے اشیاء کے اصلی یا خیالی طوے پر ملنے و جڑنے سے پیدا ہوتی ہے اور آزادی کے خیال کو بالکل مبرا ہے۔

ہم اسطور پر دیکھتے ہیں کہ ہمارے خوشی کے احساس روح کے جو ہر کی خوشگوار تبدیلیاں ہیں جو اس میں بدنی اسباب یا اندرونی من کی تحریک سے پیدا ہوتی ہیں اور دکھ کے احساس اسی طرح کی گرفتاریوں سے بدلیاں ہیں۔

سبب دکھ دونوں ہی ناشوان یعنی فانی ہیں۔ ان میں سے آخر الذکر یعنی دکھ اس دکھ سے بہری ہوئی دنیا میں جس کا نام کسی نے نہایت مؤذون طریق سے آنسوؤں کی کہانی رکھا ہے جانداروں کی قسمت میں بکثرت پایا جاتا ہے کیونکہ تھوڑا سا سبب بھی جو بیان ملتا ہے وہ اتنے درد سر اور پریشانی سے حاصل ہوتا ہے اور اپنی حاصل ہونے کی اور بعد کی باتوں میں دونوں ہی میں اتنا تکلیف دہ کہنا کہ وہ تکلیف میں پیدا ہوتا ہے اور آنسوؤں میں ختم ہوتا ہے کچھ مبالغہ نہیں ہے۔

خوش قسمتی سے ایک اور قسم کا آئندہ ہلکا حاصل ہو سکتا ہے مگر اس سے ہم قریب قریب بالکل ہی ناواقف ہیں۔ یہ آئندہ اصلی خوشی کی جہلک ہے جس کا مفہوم انگریزی لفظ *pleasure* کے لفظی معنی کے مطابق روح میں اس قدر قیام آزادی کی لطافت کا محسوس ہونا ہے جو اس باعث سے کہ وہ روح کی خاص صفت ہے بعد پورے طور سے حاصل ہونے کے منتقل نہ ہونے والی دولت کی طرح اسکی یلک ہو جاتی ہے۔ ہم سب اس خوشی اور آزادی کے ہلکے پن کے احساس سے جو ہمارے مرضی پر پڑے ہوئے کسی بوجھ یا فرض کے برطرف ہو جانے سے حاصل ہوتا ہے کم و بیش واقف ہیں۔ مثال کے طور پر یونیورسٹی کے امتحان کے پاس ہونے سے۔ سوال یہ ہے کہ یہ آئندہ کا احساس کہاں سے پیدا ہوتا ہو؟ یہ ظاہر ہے کہ یہ خوشی دنیا کی لذات سے پیدا ہونے والی خوشی کی مانند نہیں ہے کیونکہ وہ تو دنیا کی اشیاء اور حواس خمسہ کے اصلی یا خیالی طور سے لطف سے پیدا ہوتی ہے۔ امتحان کے پاس ہونے سے جو خوشی ہوتی ہے اس میں

ہستون کے خیال میں آیا ہوگا کہ ہماری تحقیقات سے اور ایک کے جوہر کا دوامی ہونے  
غیر فانی ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی ساخت میں بغیر اجزاء کے اور اکٹھے ہے  
اور اسوجہ سے غارت ہونے کے ناقابل اور موت کا مخالف ہے۔ وہ ہی  
دلیل کہ جس سے مادہ کا چوٹے سے چوٹا ٹکڑہ دوامی ثابت ہوتا ہے روح کے  
دوام کو بھی ثابت کرتی ہے کیونکہ جس کے حصہ یا خبر وہی نہیں ہیں جو ٹوٹ سکیں  
وہ لازمی طور سے غارت اور فنا ہونے سے محفوظ ہے۔ روح اسلئے اپنی ذات میں  
لافانی ہی ہے۔

روح کی دیگر صفات میں سے وہ صفت جس کے لحاظ سے اس کے اصلی  
سروپ پر بیان اور غور کرنے کی خوشی یا آئندہ ہے جسکو ہم سب کسی نہ کسی طریق پر  
اپنی ارد گرد کی چیزوں سے حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے ہمارے  
باہر دنیا میں ایسی کوئی شے نہیں ہے جو خوشی کہلا سکے بلاشبہ قدرت میں اشیاء  
اور واقعات ہیں لیکن اشیاء اور واقعات کی خاصیت میں خوشی کا ذخیرہ ہونا  
نہیں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص تو فرزند کے تولد ہو نیکی خوشیاں مناتا ہے  
لیکن ایک دوسرا شخص اسی بچہ کے پیدا ہونے سے رنج و ماتم میں مبتلا ہے کیونکہ  
اس بچہ نے پیدا ہو کر اسکو پہلے شخص کی دولت سے جس کو لاد لہی کی حالت میں  
وہ رونے والا پاتا ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا ہے۔ بچہ یا وجود اس کے صرف ایک امر  
یا واقعہ ہے اور بذات خود نہ خوشی نہ بد قسمتی ہی ہے۔ ایسی ہی حالت اور چیزوں کی  
ہی ہے۔ مثلاً بان جو ہندوستانی ذائقہ کو کتنا خوشگوار معلوم ہوتا ہے انگریزوں کو  
بد ذائقہ محسوس ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر میرے باہر کسی چیز میں خوشی ہوتی  
تو وہ مجھ تک میرے واسطے کے ذریعہ ہی سے پہنچ سکتی تھی لیکن میں تو ان کے  
ذریعہ صرف مادہ کے ذریعوں کو ہی آتے ہوئے دیکھتا ہوں کہ وہی خوشی یا آئندہ کو نہیں



تو دوسری اندریون کی تحریک اس تک نہیں پہنچ پاتی ہے۔ لیکن جب یہ کینچاؤ یا تاناکو  
ڈھیل پڑھاتا ہے تو حیات کی متحرک رو کا وقت یا سال تبدیل ہو جاتا ہے اور منہ منہ  
حرکات و وقفہ حرکات ظہور میں آتے ہیں۔ یہ جنبشیں اور حرکات احساسی مقامات بھیجے  
کی مدد سے یادداشت میں جان ڈالتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یون کہنا بجا ہوگا کہ یادداشت  
میں تحریک و حرکات من کے اندر سے آتی ہیں اور مشاہدہ میں بیرونی شے سے۔ دونوں  
صورتوں میں بھیجے کے مقامات صرف جامہ احساس ہٹیا کرتے ہیں جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے۔  
حافظہ کی بیاریاں پس دو قسم کی ہونی چاہیں یا تو وہ مخصوص مخصوص جنبشوں یا حرکات کو  
قبول کرنے میں قاصر رہنے سے پیدا ہونگی یا بھیجے کے مقامات کے زخم ان جنبشوں و حرکات کو  
احساسی جامہ سے محروم رکھینگے۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ حافظہ کا مادہ سے  
بالکل تعلق ہی نہیں ہے۔

یہ خیال کہ حافظہ اور مادہ میں کوئی تعلق نہیں ہے اتنا ہی ہل ہلکا جتنا یہ کہنا کہ حافظہ  
محض مادی دماغ کی پیداوار ہے۔ تمام سنسکار (حافظہ کی اندرونی علامات یا نقوش)  
مادی ہیں یعنی وہ ہیں جو آنکھ کے سوا اور باقی حواس کے ذریعہ بنتے ہیں۔ اندریون سے  
برابر بیرونی حرکات کی ندیاں ٹکرا رہی ہیں اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے  
اگر ان حرکات کے لطیف مادہ کا ایک جزو یادداشت کے بننے میں کام میں آوے  
البتہ تعجب اس میں ہوگا کہ سنسکاروں کو بالکل ہی غیر مادی کہا جاوے۔ جیسا میں نے  
کی اوفت نالیج میں کہا ہے حافظہ ایک قوت ہے جو نہ خالص روح میں اور نہ خالص  
مادہ ہی میں ہو سکتا ہے بلکہ اس روح میں ہوتا ہے جو مادہ کے میل سے ناپاک  
حالت میں ہوتی ہے۔ کیونکہ خالص روح ہمہ دان ہوتی ہے جو حافظہ جیسی محدود قوت  
کے خلاف ہے اور مادہ بغیر ادراک کے ہے اور اسوجہ سے یادداشت سے محروم ہے۔  
اب میں روح کے بعض ادراہم گنوں کی طرف متوجہ ہوں گا۔ یہ امر آپ میں سے

اسلئے مشاہدہ کی صفات ہی سے یادداشت کی خاصیت کا پتہ لگتا ہے۔ لیکن مشاہدہ تو وہ احساس علم ہے جو اشیاء کی جو اس تحریک کے اثر سے جو ہمارے اور اک پر پڑتا ہے پیدا ہوتا ہے۔ پس حافظہ ہی اصلی احساس کا دوبارہ بنانا ہے گو کہ اس دفعہ بیرونی کے بجائے اندرونی تحریک سے۔ وہ حصہ یا حصے جسم جو مشاہدہ میں مستعمل ہوتے ہیں نائیون کے جال و احساسی مقامات و دماغ ہیں جہاں کہ روح کی قوت احساس بہت تیز ہوتی ہے۔ ان احساسی مقامات و دماغ کے ہماری سمجھ کے متعلق دو قسم کے کام ہیں۔ (۱) وہ مشاہدہ میں بیرونی تحریک کو روح تک پہنچاتے ہیں اور (۲) یادداشت میں وہ روح کی اغراض کے لئے اندرونی تحریک کو احساسِ غمہ کے احساس کا جامہ پہناتے ہیں تاکہ حافظہ مشاہدہ کی نقل کر کے اسکو دوبہرا سکے۔ چونکہ یاد رکھے ہوئے گزشتہ واقعات فوٹو یا تصاویر نہیں ہیں اسلئے جب تک کہ وہ کسی اندرونی یا بیرونی احساس میں طول نہ کر لیوں جسم نہیں بن سکتے۔ اس باعث سے اگر انکو کوئی ایسا احساسی جسم ملول کر نیلے لئے نہیں ملتا ہے تو وہ مشاہدہ کی صورت اختیار نہیں کر سکتے ہیں۔ اب دماغ کے احساسی مقامات کے زخم کا کام فقط اتنا ہی ہے کہ مشاہدہ میں وہ بیرونی تحریک کو کاٹ دیتا ہے اور یادداشت میں اندرونی کو۔ وہ اور کسی طور پر روح پر اثر نہیں ڈالتا اور نہ روح کے وجود کو ہی کسی اور طریق سے کم کرتا ہے۔ اگر آپ مجھے پوچھیں کہ حافظہ کمان پر رہتا ہے تو میں یہ جواب دوں گا کہ آپ اسکو من کی اس مخفی قوت میں جسکو توجہ کہتے ہیں ڈھونڈیں۔ حیات کی متحرک روح کا ذکر کیا جا چکا ہے ہمارے گزشتہ تجربہ سے لہی ہوئی ہے جو اسکی تبدیلیوں کی صورت میں اس میں موجود ہے اور اس کا سرا تو یہ ہے جو کہی ایک اور کہی دوسری گیان یا کرم اندری سے جڑتا رہتا ہے۔ توجہ کے تیز کھینچاؤ یا تاناؤ کی وجہ سے من حال میں لگا رہتا ہے اور یہ بھی اسی کھینچاؤ کے باعث سے ہے کہ جب من ایک اندری سوچڑا ہوتا ہے

# تیسرا ایکچر

## سائنس

### (ب)

تو بھیجے کے زخمون کا حافظہ پر کیون اثر پڑتا ہے۔ ہاں اسکی وجہ اسطور پر ہے کہ صاحب ادراک کی زندگی مختلف قسم کی خواہشات جذبون و دبستگیوں کی ایک رو ہے جو دنیا کی فکر کو ہر سے یایون کہو کہ تجربہ کے باعث بدلتی رہا کرتی ہے۔ یہہ خواہشات و جذبہ و غیرہ محض حرکت پیدا کر نیوالی قوتیں ہیں جسکا کام بچاؤ کر نیکی طاقت سے اگر روکا یا روکنا کیا جادے تو وہ ہمیشہ اپنے تئیں جسم میں حرکت پیدا کرنے اور احساس اٹھانے میں مصروف رکھیں سوائے اسوقت کے کہ جب کسی باعث سے ایسا کرنے سے محذور ہوں۔ مگر بچاؤ کے لئے جو ادراک کا دوسری قسم کا فعل ہے یہ ضروری ہے کہ اس دوا می حرکت کی کہانیادہ رکاوٹ ہو۔ دانشمندی کا مفہوم پس حیات کی خواہشات و دبستگیوں کی ندی کی رو کو روکنا ہے اور بچاؤ کے معنی اس رو کو خود اسی پر الٹا دینے کے ہیں تاکہ زمانہ ماضی کے تجربہ میں سے حال کی رہبری کے لئے کوئی اصول دستیاب ہو مہم یہ بات توجہ کی سمت کے ذرا بداندینے سے حاصل ہو جاتی ہے یعنی توجہ کے حال کے ساتھ نہ دوڑنے اور اسکے گزرتے ہوئے لمحہ پر رگ جانے یا گزشتہ کی طرف مبذول ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ اب یہ جانا چاہیے کہ حافظہ مثل نبی بنائی تصویر وں یا فوٹو کے عکسوں کے نہیں ہے کیونکہ نہ تو بھیجے ہی میں اور نہ کسی اور حصہ جسم میں کسی مقام پر کوئی تصویر خانہ یا فوٹو کی البم ہے گزشتہ کی یادداشت مثل امکانی فوٹوں کے پائی جاتی ہے جن سے از سر نو مشاہدہ بن سکتا ہے۔

مطلب ہے۔ اب میں آپ سے جو ان سب باتوں کو جانتے ہیں یہ دریافت کرتا ہوں  
 کہ کیا آپ کوئی ایسا طریقہ جانتے ہیں یا کسی طرح سے قیاس کر سکتے ہیں کہ جس سے ادراک  
 کی ایک بہانگی ہوئی کرن کے من کا اندرونی ذخیرہ کل کا کل بے کم نکاست فوراً ایک  
 اسی قسم کی دوسری کرن پر جو اسکے پیچھے لگی ہوئی چلی آرہی ہے اور جسکو پیچھے سے  
 ایک اور اسی قسم کی کرن ڈھکیل رہی ہے منتقل ہو سکتا ہے۔ صرف یہ نہیں بلکہ کیا  
 آپ اس امر کا بھی قیاس کر سکتے ہیں کہ پیچیدہ عقلی کارروایاں کیونکر گہشتوں تک بغیر  
 رختہ و حلل کے ان ٹوٹتے ہوئے ستاروں کے مانند جلد فانی ہو نیو اے اور خود تعلیم  
 پانیو اے عجیب المخلوق طفلان بھیجے کی مدد سے اور کسی قائم رہنے والی عقل کی  
 عدم موجودگی میں جاری رہ سکتی ہیں۔ محکو تو یہ کل کی کل گہشت معجزہ سی معلوم  
 ہوتی ہے اور سوجہ سے میں اسکو نظر انداز کرتا ہوں۔

پیدا کرتی ہے اور کسی شے سے ان علامات کی نسبت زیادہ  
 قریب نہیں آتی ہے اسلئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تعبیر کے اصول  
 بھی سب من میں موجود ہیں اور یہ کہ پیدا ہونے والا علم  
 ابتدا میں من کے اوصاف کا ہی اظہار ہے تمام تحریک  
 سے پیدا ہوئی والے افعال اسی طور کے ہوتے ہیں اور  
 علم ہی اسی قسم میں آتا ہے۔

اوپر والے مضمون میں خاص خاص جملوں پر در دینے کے لئے  
 میں نے انکے نیچے لکچرین کینج دی ہیں۔ اب ہم دیکھ سکتے ہیں کہ تمام علم  
 من کے اندر رہا ہوا ہے اور تعلیم کا مفہوم صرف اسکو باہر نکالتا ہے۔  
 اب ایک لمحہ ہر کے لئے حکو پھر اس خیال کی طرف متوجہ ہونا چاہیے جس کے  
 بموجب پہچا اور اک کا پیدا کر نیوالا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بھیجا ہمیشہ قائم رہنے  
 والی شے نہیں ہے۔ جس مادہ کا وہ بنا ہوا ہے وہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے۔  
 آپ اس بات کو بھی جانتے ہیں اور یہ بحث کے دائرہ کے باہر ہے کہ یہ بدلتے اور  
 ضائع ہونیوالا بھیجا صرف ایسی چیز دن کو پیدا کر سکتا ہے جو ایک لمحہ ہر ہستی میں  
 رہیں اور اتنی ہی جلدی معدوم ہو جائیں جتنی جلدی کہ وہ پیدا ہوتی ہیں۔ ایسے  
 بھیجے سے پیدا ہونیوالا اور اک مانتا ایک ندی یا لاوٹے ہے کہ جس میں ایک ہی  
 مجموعہ قطرات آب کسی مقام پر ایک لمحہ سے زائد نہیں ٹھہر سکتا۔ یا آپ اس کو  
 تشبیہ روشنی کی کرنوں سے دین جو بذات خود قائم رہنے والی نہیں ہیں۔ اب  
 آپ جانتے ہیں کہ کتنی تعلیم اور کتنے برسوں کی محنت اور مشقت سے ایک کینٹ  
 یا شوپن ہو رہا یا لائڈ جابج صاحب کا من بنتا ہے اور ابھی آپ نے پروفیسر بادون  
 صاحب کی کتاب سے معلوم کیا ہے کہ علم اور ناٹیلون کی تبدیلیوں کے ترجمہ کا کیا

تصویرون اور نقشوں کا سوال اٹھا کرتا ہے انکو جو وہی  
 بیانیہ پر غیر ممکن ہے۔ یہ بھی صاف نہیں ہے کہ ہم  
 تاریکی میں سے کس طریقہ پر روشنی اور اصلیت  
 کی دنیا میں دوبارہ داخل ہو سکتے۔ ہم علوم  
 طبعی اور حواس خمسہ میں پورا بہرہ نہ رکھ کر نقیض  
 میں مصروف ہوتے ہیں اور فوراً بیرونی شے سے ایک  
 نسوٹ کے چکر میں پڑ جاتے ہیں کہ جہاں پر بیرونی شے کی  
 بجائے ناڑیوں کی تبدیلیاں رہ جاتی ہیں جو سوائے  
 اپنی ذات کے اور کسی چیز سے مشابہت نہیں رکھتی ہیں۔  
 بالآخر ہم کہو پڑی کی اندھیری کو ٹھٹھری میں اپنے تئیں پاتا ہیں۔  
 اب بیرونی شے بالکل غائب ہو گئی ہے اور علم ابی حاصل  
 نہیں ہوا ہے۔ دنیا کو اصل ماننے والوں کے خیال سے  
 ہی بیرونی اشیاء کی آگاہی کا ذریعہ صرف ناڑیوں کی  
 تبدیلیاں ہیں۔ لیکن ان تبدیلیوں کو بیرونی دنیا کے علم میں  
 تبدیل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ایک مترجم قائم  
 کریں جو ان تبدیلیوں کے مفہوم کو سمجھ سکے۔ لیکن وہ مترجم  
 ہی خود ایسا ہوگا کہ جو دنیا کا مفہوم اپنی ذات میں رکھتا ہو۔  
 اور یہ تبدیلیاں یا علامات دراصل ایک قسم کی تحریک ہیں  
 جو روح کے اندرونی گیان کا پرکاش کراتی ہیں۔  
 چونکہ اتفاق رائے سے روح بیرونی دنیا سے صرف انہیں  
 علامات (ناڑیوں کی تبدیلیوں) کے ذریعہ سے تعلق

کہ وہ برہنہ راہوں کی ذیل کی نقول لے بہتین ہوئے انکار نہیں کریگا۔

(صفحات ۴۰۰ تا ۴۱۰ *Brown's metaphysics*)

”من کو مثل ایک موم کی تختی کے مان لینے سے اور چیر و ن کو  
اسپر نقش ہوتے ہوئے خیال کر نیے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ  
ہکو بڑی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ مگر اس وقت تک جب تک  
کہ ہم یہ نہیں پوچھتے ہیں کہ یہ تختی کہاں ہے اور اسپر چیزیں  
کیونکر اپنا نقش جاتی ہیں اور اگر ایسا ہو بھی تو انکا علم  
کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ احساس اور مشاہدہ کے فوری  
پیش روانہ بھیجے کی ناڑیوں کی تبدیلیاں ہیں۔ بیرونی  
دنیا کا جو کچھ حال ہکو معلوم ہے وہ سب ان ناڑیوں کی  
تبدیلیوں کے ذریعہ سے ہے۔ لیکن یہ ان بیرونی اشیاء کو  
جنکا وجود انکی علت غائی مانا گیا ہے بالکل مختلف ہیں۔  
اگر ہم من کو روشنی میں اور اشیاء بیرونی پر بیٹھے ہوئے  
قیاس کریں تو خیال کی کم از کم تسکین ہو سکیگی لیکن جب ہم  
جانتے ہیں کہ من کہو پڑی کی اندھیری کوٹھڑی میں ہے  
بیرونی دنیا سے ملاتی ہوتا ہے اور اسپر بھی اشیاء کے  
نزدیک نہیں آتا بلکہ کچھ ناڑیوں کی تبدیلیوں کے  
نزدیک آتا ہے جن کے وجود سے مزید برآں وہ بالکل  
ناداقت ہے تو یہ ظاہر ہے کہ اشیاء بیرونی بہت  
دور ہیں۔ تصویر و من کے نقشوں وغیرہ کی گفتگو  
بیان سب بیکار ہو جاتی ہے کیونکہ من حالتوں میں

کہ امشیا کا اثر ایک دوسرے پر پڑتا ہے اور وہ اُس اثر کے ذریعہ سے جانی جاتی ہیں اور قوت بھی  
 کج ہے وہ جو اس غم سے ذریعہ نہیں جانی جاسکتیں مثلاً اکاش (روح مہرہ) جو دکھائی  
 نہیں دیتا ہے مگر اپنے اوصاف کی وجہ سے جانا جاتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ ایک شے بھی نہیں جانی  
 جائیگی ایسا کہنے کے برابر ہے کہ وہ اس لامحدود مدت میں کہ جو ماضی و حال و مستقبل کا مجموعہ ہے  
 کبھی کسی دوسری چیز سے کسی قسم کا تعلق پیدا نہیں کرتی۔ لیکن یہ صرف انھیں چیزوں  
 کے لئے ممکن ہے جو کائنات یعنی ہستی کی حدود کے باہر ہیں۔ پس جس چیز کا کبھی کسی دوسری  
 چیز سے تعلق نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے وہ ضرور معدوم ہے۔

اسطور پر ہم اپنے پُرانے نتیجے پر واپس آتے ہیں جسکے بموجب تمام چیزیں جانتے  
 قابل ہیں اور جو روح کے جاننے کی قوت کو غیر معدوم بتاتا ہے۔ پس ہر روح قدر شاہدِ ان ہے  
 اگر یہ ان تک آپ نے میری تقریر کو سمجھ لیا ہے تو آپ اس بات کو اچھی طرح جان لیجئے کہ  
 مادہ پرستوں کا خیال جو ایک مادی ذرہ کے احاطہ میں ہے اور اک کو گھڑنا چاہتے ہیں  
 کتنا باطل ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ عقل کی تیری من کے دھندلا پن کیلئے پن اور سستی  
 کے ہٹانے ہوتی ہے اور یہ میل پن وغیرہ ایک سے زیادہ چیزوں کے ملنے سے پیدا  
 ہونے والے مرکبات میں ہی ممکن ہو سکتے ہیں کہ جہاں ایک شے دوسری شے کا سامان کو  
 گندہ اور خراب کرتی ہے۔ لیکن مادی ذرہ میں مانے ہوئے اور اک کے ساتھ کوئی دھندلا  
 کر نوا لا سبب نہیں لگا ہوا ہے کیونکہ ذرہ ایک مفرد غیر مرکب شے ہے۔ اسلئے اگر ادراک کو  
 ذرہ کا وصف مانا جائے تو ذرہ میں رہنے والی روح کو تیز ترین فہم والا ہونا چاہئے  
 یہ دلیل مادی ذروں کے اور اک کو بالکل جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ پیچھے کے اور اک کا  
 خیال بھی روح کی سمجھ اور علم کی طاقتوں پر لحاظ کرتے ہوئے اس سے عمدہ نہیں ٹھہرتا۔  
 اگر کوئی شخص اس امر پر فوراً غصہ کر خور کر دیکھا کہ علم یعنی مشاہدہ تفتیشِ قسم بندی  
 مقابلہ۔ نتیجہ۔ تعبیر۔ تجویز وغیرہ اور مانتہ کا مفہوم کیا ہے تو میں امید کرتا ہوں



ان اوصاف کی پہلی کو جسکو کہیں کوئی نہیں جان پائیگا ثابت کرنے کے لئے کوئی دوسری شخص  
 بحث کر لے گی۔ عرض سے بحث کر رہے ہیں۔ پہلی صورت میں تو آپ ان اوصاف کو جانتے ہیں  
 کیونکہ آپ کے پاس اُنکے وجود کی دلیل موجود ہے لیکن دوسری صورت میں آپ کا واسطہ عقل  
 ہے۔ چیزوں کا علم مشاہدہ کے علاوہ منطقی دلیل سے بھی ہوتا ہے جیسے غلا اور آکا ش (معدنیات) کا  
 اور یہ علم معقول (جو عقلی طور سے ثابت ہے) علم ہوتا ہے۔ پس جس انجان کو کوئی حرم مشاہدہ  
 سے اور نہ عقلی طور سے کبھی جان پاو گیا اُسکا وجود کبھی کوئی ثابت نہیں کر پاو گیا اور جسکا  
 وجود کبھی کوئی ثابت نہیں کر سکیگا وہ صاحب ہستی نہیں ہو سکتا۔ یہ دلیل کہ اشیاء کا  
 پورا علم حاصل ہونیکے قبل اگر جاننے والے سب غارت ہو جائیں تو اشیاء کا علم کبھی  
 حاصل نہ ہوگا لاطایل ہے۔ کیونکہ اس سے وہ نا جاننے قابل نہیں بن سکتے۔  
 یہ طور کے قابل بات ہو کہ ہمارا انجان

(جسکو کوئی نہ جانتا ہو) کا ہم معنی نہیں ہو بلکہ اس میں ایک مزید صفت پائی جاتی ہے  
 کہ جسکا مفہوم یہ ہے کہ اُس چیز کو جسپر اسکا اطلاق ہو کبھی کوئی شخص جان نہیں سکیگا گو کہ  
 قابل عقل نہ لوگ موجود ہوں اور تلاش حق اور سائنس میں مشغول ہوں۔ اسلئے اگر  
 ریڈیم۔ بغیر تار کے تار برقی۔ گرمیو فون اور اسی قسم کی دیگر ادنیسویں صدی کی ایجادیں  
 اٹھارویں صدی کے آخر میں کل جانتے والوں کے غارت ہو جائیں گی وجہ سے نامعلوم  
 رہ جائیں تو وہ حالت صرف جاتے قابل چیزوں کے بغیر جانے ہوئے رہ جائیں گی ہوتی  
 نہ کہ کسی ایسی چیز کی کہ جسکو کبھی کوئی جان ہی نہیں سکتا۔ اصلیت یہ ہے کہ بغیر کافی  
 ثبوت کے کسی چیز کی ہستی تسلیم نہیں کی جاسکتی ہے۔ اور اسلئے جس چیز کو کبھی کوئی  
 جان ہی نہیں پائیگا اُسکی ہستی کبھی ثابت نہیں ہوگی۔ پس آپ کا کہنا کہ  
 خواہ اُسکو چھوئے حرفون میں لکھئے یا بیرون میں ایک بستہ سے فلسفہ کا ایجاد کر دے ہوتا ہے  
 جس سے اُس نے کچھ عقل والے نو سکیموں کو خوف زدہ بنا رکھا ہے۔ طبعی دنیا میں بھی غلا ہے

اب چونکہ جوابات ایک شخص کو معلوم ہوتی ہو وہ ہر شخص کو معلوم ہو سکتی ہو اس میں غلطی نہیں  
 کہ ہر شخص میں اُن سب باتوں کو کہ جگہ گذشتہ زمانہ میں کسی شخص نے جانا ہو اور اُن سب  
 باتوں کو جو موجودہ زمانہ میں کسی شخص کو معلوم ہوں اور اُن سب باتوں کو جو پیشگو آئندہ  
 زمانہ میں کبھی کوئی شخص جائیگا جاننے کی قدرتی قابلیت ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہر روح  
 قدرتی طور سے ہمہ دان ہونیکی قابلیت رکھتی ہو گو کہ وہ واقعی علم جو اسکو کسی خاص وقت میں  
 حاصل ہو بوجہ کسی علم اور عمدگی سمجھ کے روکنے والے سبب کے جو مادہ یا کوٹ کی شکل میں  
 اسکے ساتھ ملا ہوا ہوتا نام ہو کہ جسکا ہم تذکرہ کرتے ہوئے بھی شرمائیں

ہمہ دانی کی صفت کے بارہ میں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ان الفاظ کا مفہوم پورا پورا  
 گمان ہو۔ بعض مصنفوں کا خیال ہو کہ علم میں ایک ایسی چیز کے وجود سے جسکو وہ کچھ غور و خوض  
 آواز میں انجان (the unknown) کہتے ہیں محدودیت پائی جاتی ہو  
 لیکن یہ ایک سہل بات ہو۔ واقعی دنیا میں انجان کوئی شے نہیں ہو سکتی ہو۔ کیونکہ ہم  
 اس بات کے پوچھنے کے مستحق ہیں کہ انجان کا ذکر کرنے میں آپ ایک ایسی چیز کا ذکر  
 کرتے ہیں کہ جسکو آپ جانتے ہیں یا نہیں۔ اب اگر آپ اُسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ میں  
 جانتا ہوں کہ ایک ایسی انجان چیز دنیا میں موجود ہو جسکو کبھی کوئی شخص نہیں جان پائیگا  
 تو میرے دوست آپکا یہ اقبال کہ آپ جانتے ہیں کہ ایک ایسی چیز موجود ہو خود آپکے دعویٰ  
 کی تکذیب کرتا ہو لیکن اگر آپ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کوئی ایسی چیز ہو تو آپ کو  
 میری نصیحت پر عمل کرنا چاہئے اور اُسکا تذکرہ چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ اُس صورت میں  
 آپ بچوں کی طرح سے اُن چیزوں کا ذکر کرتے پائے جاتے ہیں کہ جن سے ذرا بھی آپکو واقفیت  
 نہیں ہو اور جنکے وجود کے ماننے کے لئے کوئی بھی دلیل آپکے پاس نہیں ہو۔ اب آپکو  
 صرف گریز بیان پر ممکن ہو کہ یہ کہیں کہ ہمارا انجان ایک مجموعہ بہت سے اوصاف کا مجموعہ ہے  
 بعض کو کبھی کوئی نہیں جائیگا۔ لیکن یہاں بھی آپ اپنی پہلی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ یہاں

و معلول واقعی اس قسم کا خیال نہیں ہو کہ جو تبدیلی چھوٹی شروعات سے بڑھ کر قانون قدرت کے درجہ پر پہنچا ہو اور نہ غیر محدود و خلا کا خیال کسی طور پر بھیجے کی ابتدا و نشو و نما کے ساتھ بڑھتا ہوا قیاس میں آتا ہو۔ انسانی عقل ان قدرتی خیالات کی کوئی ابتدائی حالت کہ جس سے وہ بڑھتے بڑھتے تکمیل کو پہنچے ہوں من میں نہیں جاسکتی ہو۔ یہ قدرتی خیالات من میں ہی موجود ہیں جہاں سے کہ وہ فہم کے اُچلے پن کے ساتھ نمایاں ہوتے ہیں۔

ادراک کے یہ ناقابل انتقال اوصاف اس وقت جبکہ سمجھ کا پرکاش سب سے نیچے درجہ کے احساس کی صورت میں تھا ضرور ادراک کی ہی گود میں غافل پڑے سوتے ہوئے اس طرح سے کل خیالات یعنی کل علم روح کے وجود میں موجود ہو۔ ہنسنے اور کہا ہو کہ ہر روح میں ہمہ دانی کی قابلیت ہو یہ امر آسانی سے ثابت ہو سکتا ہو۔ چونکہ روح ایک بے وجود شے نہیں ہو بلکہ ایک قسم کا جو ہر ہوا لئے ارواح کی قدرتی خاصیتیں خواہ وہ کہیں ہوں یکساں ہوں گی۔ یہ ممکن اس کہنے کے ہو کہ تمام ارواح اپنے ذاتی اوصاف کے بارہ میں یکساں ہیں خواہ وہ ان اوصاف کے اظہار کے با۔ ہ میں ایک دوسرے سے کتنی ہی مختلف بیوں ہوں۔ جیسے خالص سونے کے اوصاف ہر حالت میں یکساں ہوتے ہیں خواہ ہم ہندوستان میں یا چین میں یا انگلستان میں اُسکو دیکھیں اس طرح پر خاص جو ہر روح کے اوصاف بھی یکساں ہیں۔ اور جیسے سونے کی قسموں کا اختلاف کہوٹ کی مختلف مقدار و ن کے ملاپ سے ہوتا ہو اس طرح ارواح کے اختلاف بھی کسی مختلف شے کے اس سے مختلف مقدار و ن میں ملنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہو کہ جو امور ایک روح جان سکتی ہو وہ باقی سب ارواح بھی جان سکتی ہیں۔ اور یہ ایک سچا علمی اصول ہو جو تعلیمی حکموں کی بنیاد ہو کیونکہ اگر مختلف ارواح کے لئے مختلف حدود علم کی قائم ہو تین تو مدرسوں اور کالجوں کا ہر شر اور دیا ر میں قائم کرنا تفصیح اوقات ٹھہرتا۔

طبیعت کو مارنے سے حاصل ہوتی ہو۔ صاف طور سے یہاں پر معاملہ ایک مدخل  
 سمجھنا (ایک شہر کا نام ہے جو ایک آتش نشان پہاڑ سے نکلے ہوئے مادہ  
 سے دب گیا تھا) کو لاوا کاٹ کر نکالنے کا ہے نہ کہ قوت خیال کے کسی حسابی اندر جال سے  
 ایک خشت میں سے ایک نئے شہر کے بنانے اور آباد کرنا۔ اصلیت یہ ہے کہ ہر تنفس  
 روح یا جامدات میں ہمہ دانی کی صفت موجود ہے جسکو وہ اپنے تئیں ناپاکی کے میل سے  
 صاف کر رہے حاصل کر سکتا ہے۔ یہ بیان باوی النظر میں تعجب خیز معلوم ہوتا ہے لیکن  
 غور کرنے سے اُس پر ہر شخص آسانی سے متفق ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ علم کوئی ایسی چیز نہیں ہے  
 جو جاننے والے سے علیحدہ ہو کیونکہ جاننے والے کے وجود کی ہی حالات کا نام علم ہے جسکو  
 معمولی طور سے انگریزی میں سٹیسس اور کونشنس *state of consciousness*  
 کہتے ہیں۔ ہمارے باہر چیزیں ہیں علم نہیں ہے  
 اور اُنکی موجودگی کی بابت ہمارا اندرونی احساس علم کہلاتا ہے۔ اس قسم کی چیزوں کے  
 بارہ میں جیسا کہ وقت۔ خلا۔ لامحدودیت۔ قانون علت و معلول وغیرہ کینٹ *Kant*  
 صاحب نے ثابت کیا ہے کہ جاننے والے کے ادراک میں یہ شروع سے ہی قدرتی طور  
 سے ہوتے ہیں یعنی مشاہدہ پر اُنکا علم بنی نہیں ہے اور جان تک مجھے معلوم ہے ایک آدمی  
 فلاسفر بھی ایسا نہیں ہے جو اس بڑے جرمن فلاسفر سے اس معاملہ میں اختلاف رائے  
 رکھتا ہو۔ اگر ہمارا ادراک بہت نیچے کے درجہ کے ابتدائی احساس میں سے رفتہ رفتہ  
 نشوونما پا کر ہم کے درجہ کو پہنچا ہے تو یہ قدرتی علم اُس مبتدی حالت میں ہونا لازمی ہوگا  
 لیکن اس قدرتی علم کے خیالات کا اُس مبتدی حالت احساس میں جو مادہ کے ایک ذرہ  
 میں قائم کیا جاتا ہے کیونکر قیاس کریں۔ اُس مبتدی حالت میں اُنکا اظہار کیونکر نہیں ہوتا  
 کیا اُنکی بھی کوئی مبتدی حالت ہوتی ہو۔ لیکن کینٹ صاحب اس دلیل کے ذرہ بھی روادار  
 نہیں ہیں کیونکہ یہ قدرتی خیالات مشاہدہ سے نہیں حاصل ہوتے ہیں۔ قانون علت

جیسا کہ اوراک کو اگر اسکو پیچھے کا پیداوار مانا جائے ماننا پڑیگا۔ اگر زندگی بھر کی باتیں کسی تنفس کو یاد رہ سکتی ہیں تو یہ لازمی ماننا پڑیگا کہ اس میں محافظہ کی قوت برابر قائم رہتی ہو۔ جو شخص کے پہلی مرتبہ کسی مخصوص لمحہ پر وجود میں آتا ہو اور جو اس لمحہ کے بعد فوراً خارت ہو جاتا ہو کسی ترکیب سے ان باتوں کو جو اُس کے پیش رو ان نے جانی تھیں نہیں جان سکتا ہے۔ اور نہ اُن کے محسوسات کو محسوس کر سکتا ہو۔ اس امر کے لئے ایک ایسے تنفس پن کی بنیاد کی جو وقت کے ساتھ روانہ رہتی ہو یعنی جو قائم رہتی ہو ضرورت ہو اور اوراک کے متعلق امور کا معنی جذباتوں۔ محافظہ۔ اور ارادہ کا انکشاف ملتی پیچھے سے ہر لمحہ پیدا ہونے والی سمجھ کی بنا پر ناممکن ہو خواہ اسکو کتنی ہی نصاحت اور کتنے ہی بڑے آدمی کے کلام کو تائید میں لیتے ہوئے بیان کیا جائے۔

دوسرا وصف اوراک کا سلم سے تعلق رکھتا ہے جسکا امتیاز مادہ اور مادی چیزوں سے کرنا ضروری ہو۔ اوراک میں اندرونی وسعت یا گنجائش ہو جو غیر محدود دانش۔ ہمت۔ نیکی۔ ارادہ وغیرہ وغیرہ کا قیام گاہ ہو سکتی ہو۔ لیکن مادہ کے ذرہ میں کوئی اندرونی طرف ہی نہیں ہو کہ جس میں کوئی چیز سما سکے۔ مادہ کے تعلق میں دنیا کے سلسلہ میں تبدیلی ترقی کر کے مسئلہ (مستطاع) کا مفہوم اجسام کا ذرہوں کے ہمیشہ کے ملاپ و مرکبات کے ذریعہ سے عمل کی حاصل کرنا ہو۔ من کے سلسلہ میں اسکا مفہوم اوراک کا اندرونی روشنی اور وسعت خیال کی دولت سے بھرپور ہونا ہو۔ اوراک بذات خود ایک دنیا ہو جو بے شمار خیالات اور احساس وغیرہ سے آباد کی جا سکتی ہو۔ لیکن مادہ کو ذرہ کو اندرونی من نہیں ہے جس میں ایک خیال کو بھی جگہ دیا سکے۔ سمجھ کی صفائی ایک فرضی ابتدائی چھوٹے کی قوت کے انش کو دو گنا چو گنا کر نیسے نہیں حاصل ہوتی ہو بلکہ من کے مندرجہ تارکی اور دھندلا پن کے ہٹانے سے حالت بالخصوص اودھی گیان یعنی دور ویشوں کی روشن نمیری کی جو وسعت پشیا فاد کشی اور

نہیں پائی جاتی ہو لیکن ہم پہلے ہی ذرہ میں روح کے وجود کی تردید دیکھ چکے ہیں۔  
 مینونسل کشنرون کی سی جماعت کے ادراک کے خیال کی مزید تردید ضروریات منطق  
 سے بھی ہوتی ہو کیونکہ منطقی نتیجہ صرف اسی وقت ممکن ہو سکتا ہو کہ جب نتیجہ نکالنے والا  
 ادراک وہ ہی ہو جو منطق کے دونوں جلوں یا قضیوں سے جن سے نتیجہ نکالا جاتا ہو واقعہ ہو  
 اسکے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا ہو کیونکہ اگر اس جماعت مینونسل کشنران میں سے ایک شخص  
 ایک محلے منطقی سے واقف ہو اور دوسرا شخص دوسرے محلے منطقی سے تو نہ وہ دونوں  
 اور نہ کوئی تیسرا شخص ان جلوں سے کسی قسم کا نتیجہ نکال سکیں گے۔ اسطور پر اگر بھیجے کا ایک حصہ  
 صرف ایک محلے سے واقف ہو اور دوسرا حصہ دوسرے محلے سے تو ان جلوں سے کسی  
 نتیجہ کا نکالاجانا ناممکن ہوگا۔ مگر چونکہ آتما منطقی نتیجہ نکالنے کی قابلیت رکھتا ہو اس واسطے یہ  
 ثابت ہو کہ وہ صحیح سے الگ کوئی دوسری قسم کی چیز ہو یعنی وہ کوئی مرکب چیز نہیں ہو  
 بلکہ متعین بن کوئے ہوے سادی اور ناقابل تقسیم (اکنڈ) یعنی بغیر اجزاء کے ایک شے ہو۔  
 حافظہ کے لحاظ سے بھی ہم دیکھ سکتے ہیں کہ وہ ایک بھیجے جیسی تبدیل اور متغیر  
 ہونے والی شے کی صفت نہیں ہو سکتا ہو کیونکہ جو بھیجا کہ آج کسی چیز کا احساس کرتا ہو  
 وہ کسی حالت میں وہ بھیجا نہیں ہوگا جو پچاس برس کے بعد اُس احساس کو یاد کرے گا۔  
 پس اگر بھیجا ہی یاد کرے تو حقیقت ہو تو حافظہ ضرور ایک مجرہ ٹھہرے گا کیونکہ اُس صورت میں  
 ہمارے آج کے محسوس کئے ہوے واقعہ کو یاد کرنا بمنزلہ کسی دوسرے شخص کے مشاہدہ کے  
 یاد کرنا ہوگا کہ جو پچاس سال ہوے زندہ تھا۔ یعنی دوسرے الفاظ میں بمنزلہ اپنے تئیں  
 دوسرے کی ہستی کے طور پر یاد کرنا ہوگا جو ایک محض لغویت ہو جیسا کہ ایک بڑے  
 رومن کیتھولک پادری مہر (M. Aher) صاحب نے اپنی کتاب  
 موسومہ سائیکولوجی (Psychology) میں دکھایا ہو۔ پس یہ  
 ظاہر ہو کہ حافظہ کسی ایسی چیز کا کرتب نہیں ہو جو مثل ایک بہتی ندی کے بہتے نہایتا ہو

کبھی اُس سے علیحدہ نہیں ہوتی یعنی دہان بھی نہیں کہ جہان اور اک کا اظہار محض چھڑنے کی طاقت پر محدود ہو گیا ہو۔ بلا شک اس نیچے درجہ کے اور اک کا ایک مادی ذرہ کے تعلق میں قیاس کرنا ممکن ہی لیکن ماہران سائنس کی ہی کثرت رائے اس کے خلاف ہو اور یہ بالکل غلط ثابت ہوتا ہے جیسا کہ پہلے ظاہر ہو چکا ہے اور جیسا آگے چل کر بھی دکھایا جائے گا۔ لیکن اور اک اگر مادی ذرہ کی خاصیت نہیں ہے تو وہ بھیجے کا بھی کرب نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ متنفس پن کی صفت کا انسانی یا حیوانی بھیجے میں سے جو خود اکٹھا نہیں ہو اور اس لئے متنفس پن نہیں رکھتا ہے پیدا ہونا قیاس میں نہیں آ سکتا ہے۔ کیونکہ جیسا مادہ کے ذروں سے بنا ہوا ہے اور ایک کمپنی کی طرح کے متنفس پن کے سوا اور کسی متنفس پن کا موصوف نہیں ہو سکتا ہے یعنی اُس میں شخصیت اگر ہو سکتی ہے تو صرف ایک جماعت مردان کی طرح ہو سکتی ہے جو کسی معاملہ کے طے کرنے کے لئے اکٹھا کئے جائیں۔ یہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہمارے خیالات ہماری اپنی ذات کی نسبت مختلف ہو مثلاً بیماری سرسبز و غیرہ سے بدل سکتے ہیں لیکن یہ کساد وہی بات نہیں ہے کہ ہمارا اور اک مثل ایک میٹو پیل کشنرون کی جماعت کے ہے جو میٹو سپلٹی کی کسی میٹنگ میں فراہم ہوں۔ اگر بھیجے جیسی مرکب شو کیس وقت میں شخصیت کو پیدا کر سکتی ہے تو وہ صرف ایک مادی ذرہ کی شخصیت ہو سکتی ہے کیونکہ بھیجے میں اور کسی چیز میں شخصیت

روح کے متنفس پن کے وصف پر اس امر کا کچھ بھی اثر نہیں پڑتا ہے کہ بعض بعض ذہن اجسام میں ایک سے زیادہ جاندار پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ میں مت بتاتا ہوں قدرت میں دو قسم کے اجسام ہیں یعنی ایک ہ کہ جن میں صرف ایک ہی روح ایک جسم میں پائی جاتی ہے اور دوسرے وہ جو مثل ارواح کے جتنے کے ہوں۔ ان میں سے اول الذکر کے عموماً معدہ یا کوئی اور حضور یا اعضاء جسمانی مشترک ہوتے ہیں لیکن اور سب باتوں میں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہوتے ہیں۔ مگر وہ آپس میں درحقیقت ایک متنفس روح کی طور پر نہیں بناتے ہیں اور تاہم میں سے ایک یا زیادہ کا غارت ہونا سب کا غارت ہوتا ہے۔ مثلاً لُن جگر کی کے ٹک کے لئے دلی تو ام ٹک کے ہیں جن میں ایک پہلے ملا دوسری بن کی شخصیت کو کسی قسم کا نڈال پہنچانے کے لئے مگر اُس دوسری نے بھی اپنے ایک ایسے قوی عزیزی کی وفات سے کہ جو اُس کے زیریں جسم کو اُس کے ساتھ مشترک اپنا جسم بناتے ہوئے تھی بہت کچھ جسمانی اور روحانی صدمہ سہا یا ہو گا۔

خود اپنے ہی وجود کی تبدیلیوں کے جاننے کے اوپر موقوف ہو۔ پس یہ کہنا غلط ہے کہ کسی چیز کے جاننے میں جانتے و لاعرف اُس حسیہ کو بھی جانتا ہو اپنے کو نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ صرف اُسی چیز کا کہ جس کا واقعی وجود ہی آتما کو علم ہو سکتا ہو۔ اور چونکہ ادراک کی حالتوں یا تبدیلیوں کا اپنی دوسرے الفاظ میں روحانی جوہر کی تبدیلیوں یا حالتوں کا کوئی وجود روحانی جوہر سے قطعاً نہیں ہو اسوجہ سے روح کے وجود کے ساتھ ہی اُسکی تبدیلیوں کا احساس ممکن ہو۔ یہی بات دُکھ شگہ کے احساس کے بارہ میں بھی پائی جاتی ہو جنسے ہم سب واقف ہیں۔ جب میں کہتا ہوں کہ مجھے دُکھ ہو رہا ہے یا میں شکم ہوں تو میرا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ دُکھ اور شگہ میری ذات کے باہر جسم اشیا میں جگہ میں نے کسی انوکھے طریقے سے گرفت کیا ہو۔ جو میرا مفہوم ہی وہ ہے کہ میں اپنی ہی ذات کی ایک حالت یا تبدیلی کو محسوس کرتا ہوں جو ایک صورت میں دُکھ اور دوسری صورت میں شگہ کی شکل رکھتی ہے۔ دُکھ شگہ اسوجہ سے میرے ادراک کی حالتیں ہیں یعنی اُس عام احساس آگاہی کی جو مجھ کو اپنی ذات کا ہے۔ نیا پیدا ہوا بچہ جو پیدا ہوتے وقت چلا تا ہے بلا شک پیدا ہونے کی تکلیف کو اپنے ہی ادراک کی حالت کے طور پر محسوس کرتا ہے گو کہ اسوقت میں اپنے آئینہ عقل کے صاف نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی نفسی شخصیت کی صاف تصویر اپنے خیال میں قائم نہیں کر سکتا ہے۔ موجودہ زمانہ کے عالم لوگ اسکے خلاف خواہ کچھ بھی کہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ دُکھ یا شگہ کا احساس سوائے ضمیر واحد شکلم کے کبھی نہیں ہو سکتا ہے اگر کوئی شخص ضمیر غائب میں دُکھ شگہ کا احساس کر سکے تو وہ مجرہ ہو گا کیونکہ جس شے کو انسان اپنے سے باہر دوسرے میں دیکھتا ہے وہ تماشا ہو سکتا ہے کبھی احساس یا انوجہ نہیں۔

پریز (Prayer) صاحب کے بچے نے بھی اگر پریر صاحب نے اُس کو کبھی قوت گویائی حاصل ہونے کے قبل بھوک کی حالت میں دیکھا ہو گا تو بھوک کو ضمیر واحد شکلم میں محسوس کیا ہو گا اور ضمیر واحد شکلم میں ہی اُس نے اُس تسکین کو محسوس کیا ہو گا جو غذا پانے سے ان قوتوں پر حاصل ہوتی ہوگی۔ پس ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ ادراک کی پہلی علامت متنفس پن ہے جو نیچے سے نیچے درجن پن بھی



کریا ہے اور اسکا استعمال خود اسکی طاقتوں (صحت - عمدگی - دھرم) اور متنفذ کے جذبہ میں  
 پر موقوف ہوگا۔ نئے پیدا ہوئے بچہ کا اپنے وجود کو اپنے نئے یا کسی دوسرے کے لیے سمجھنے  
 میں (یا بیان کرنے میں) قاصر رہتا ان مشکلات کا نتیجہ ہوگا جو ایک نئے اور سیدنا زک آلم کو  
 استعمال کرتے وقت پائی جاتی ہیں جبکہ ایک ہو غنہ جرم کا اپنی دماغی طاقت کا استعمال  
 نہ کرنا اسوجہ سے ہوگا کہ وہ اپنی خواہشات کو مغلوب نہیں کر پایا ہے۔

لیکن ہم کو چاہیے کہ اب ہم آتما کی زیادہ صاف الفاظ میں تعریف کریں۔  
 پہلی چیز جو ادراک کے متعلق غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ وہ متنفذ ہے۔ یہ بمنزلہ اس کہنے کے ہے  
 کہ ہر شخص اپنے سے مثل اپنے ہی کے نہ کسی غیر کے آگاہی رکھتا ہے خواہ وہ تعریف جو اس کے  
 میں اسکی ذات کی ہے مختلف اوقات پر مختلف اسباب سے کتنی ہی مختلف کیون نہ  
 اسطرح پر کوئی شخص اپنے تئیں ایک سے نامید یا گروہ مردمان نہیں چانتا ہے۔ ہمارے  
 خواہشات اور جذبوں میں ایک طرف اور تمیز اور دوراندیشی میں دوسری طرف کسی ہی  
 کیون نہ لیکن کوئی شخص کبھی اپنے تئیں بطور ایک کہنی یا جماعت اشخاص کے کہ جان پر  
 معاملہ کا دار و مدار کثرت رستے پر ہو نہیں سکتا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری  
 آگاہی کا ذریعہ جسکو ہم ادراک کہتے ہیں ایک باطنی جاننے والی روحانی حالت ہے جسکی  
 نہایت موزون تعریف آگاہی کا احساس ہے حتیٰ کہ میرا کسی چیز کا علم اس چیز کی موجودگی  
 یا قربت کا احساس ہے۔ اسطور پر کسی چیز کی آگاہی ہونے میں مجھے اپنی ذات کی اور اس  
 چیز دونوں کی ایک ہی وقت میں آگاہی ہونا ضروری ہے جس کسی شخص نے علم یا آگاہی  
 کو ایک قسم کا احساس سمجھ لیا ہے اسکو یہ بالکل صاف معلوم پڑے گا کیونکہ جاندار صرف  
 اپنے ہی وجود یا اس وجود کی حالتوں کو ان تبدیلیات کے ساتھ جو انہیں دوسروں کی قربت  
 یا موجودگی سے پیدا ہوتی ہیں محسوس کر سکتا ہے۔ یہ کہنا بالکل لغو ہوگا کہ میں دوسرے  
 کے وجود کو تو محسوس کر سکتا ہوں مگر اپنے کو نہیں۔ دراصل دوسرے کے وجود کا علم میرے

پس کیا ایسا نہیں ہو سکتا ہو کہ اور کی کل کے پتلے کی طرح کے افعال ایک خوابیدہ قوت کا حوالہ دیتی ہوں نہ کہ ایک ایسی چیز کی شروعات کا جو مدتوں اور تبدیلی میں نشوونما پانے کی پیمیدگیوں سے گذر کر بالآخر تیز بن جاوے۔ اور کیا ایسا بھی نہیں ہو سکتا ہو کہ بھیجے کی نشوونما ایک اپنے کو مضبوط کر نیوالے مقفس کی ضروریات کے لئے ہوتی ہو نہ کہ مقفس کو گڑھنے یا ساخت کرنے کے لئے ہنزلہ ایک کارخانہ کے۔ یہ امر پر معنی ہو کہ من کا اعلیٰ درجہ کا کام یعنی امتیاز یا تجویز صرف ایسے ہی جاندار کر سکتے ہیں جو اپنی کل کے پتلے کی سی حرکات کو روک سکتے ہیں یعنی جو اپنی حرکات کو روک کر غور کرنے کے لئے وقفہ نکال سکتے ہیں۔ اس لئے بھیجے کی ضرورت صرف انہیں جانداروں کے لئے ہو جو اپنی حرکات کے تحریک کر نیوالے رہا یعنی خواہشات پر قہر غالب ہو گئے ہوں۔

جیسا کہ عام طور سے معلوم ہو لیے بہت سے عقلمند مرد وزن اس دنیا میں پائے جاتے ہیں جو بعض بعض موقعوں پر اپنی قوت تمیز کو بالکل استعمال ہی نہیں کر سکتے ہیں خاص کر جبکہ کوئی زبردست ترغیب ان کے سامنے موجود ہو۔ ایسی صورت میں وہ بہت سے ایسے افعال کے مرتکب ہو جاتے ہیں جنکے لئے وہ بعد میں اطمینان سے بچار کرنے پر نادم ہوتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان موقعوں پر تمیز اور جذبہ میں مخالفت ہو جاتی ہے اور جذبہ کی تھوڑی دیر کے لئے فتح ہو جاتی ہو۔ اگر تمیز کو بھیجے کا کرتب مانا جائے تو تمیز کا اسطور پر مغلوب ہونا مشکل سے قیاس میں آتا ہے جبکہ بھیجا برابر اپنا کام کرتا رہے اور مقفس کو اسوقت بھی جبکہ جذبہ غالب ہوتا ہو اور اس کے بعد بھی بناتا رہے۔ برعکس اس کے ہر چیز صاف طور سے سمجھ میں آ جاتی ہے اگر یہ مان لیا جائے کہ مقفس اپنے ساتھ موجودہ زندگی سے پہلے کی قوتیں و میلان خاطر جنہوں نے کہیں اور نشوونما پائی ہے لاتا ہے اور یہ کہ اس کا حال کا جسم ان قوتوں اور میلان خاطر کی وجہ یا ذریعہ بنتا ہو۔ ایسی صورت میں بھیجا امتیاز کا آلہ ٹھہرتا ہے جو ایک ایسے مقفس کے استعمال کے لئے بنا ہے جس نے اپنی خواہشات کو ایک حد تک قابو میں

بعض موقعوں پر محض چھوٹنے کی طاقت پر محدود ہو جاتا ہے۔ عادی ادراک اور امتیاز کے اظہار کے لیے خاص خاص حالتیں ضروری ہیں۔ اور محض ایک نکل کے پٹلے کی سی زندگی سے ترقی کر نیکے نے کسی ایسے آلہ کی ضرورت ہے جس سے طبیعت اور عادات کی حرکات کو روکا جائے۔

یہاں آپ کا بھیجا کارآمد ہوتا ہے جو بطور ایک قسم کے (محکمہ) (چھینک) کے گیان اندریوں اور کرم اندریوں سے تعلق رکھنے والی نسون کے جال کے اوپر اس لیے پھیلا ہوا ہے کہ روح کو پرونی اسٹیمار کا علم کراوے یا حسب ضرورت جسمانی حرکات پر قابو رکھے۔ لیکن یہ قیاس کرنا کہ قوت احساس بھیجے سے نکلی ہو مخالطہ ہے کیونکہ بغیر بھیجے کے جانوروں میں بھی جو کل کے پٹلے کی طرح کی حرکات ہوتی ہیں وہ ادراک کی عدم موجودگی ثابت نہیں کرتی ہیں اس وجہ سے کہ ان جانوروں کو بھی احساس اور دکھ محسوس ہوتا ہے احساس اور دکھ شکم کا محسوس ہونا بالکل مادی کارروائی نہیں ہے۔ انکا تعلق من سے ہے کیونکہ امتیاز کو نیوالی عقل انہیں موجود نہ پائی جائے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ کہنا ناممکن ہے کہ گیان اندریوں کے منتون کی تحریک ہر حالت میں بذات خود عادی حرکات کرانے کے لیے کافی ہے۔ ایسا کہنے سے تو کل کارخانہ محض مادی حرکات پر محدود ہو جاوے گا جان ادراک کی کوئی بھی ضرورت نہ رہے گی۔

مزید برآں یہ بھی ثابت نہیں ہے کہ گیان اندری کے منتون یا ناریوں کی تحریک میں اور جسم کے کسی عضو کی حرکت میں ہمیشہ کوئی نسبت پائی جاتی ہے مثلاً سونے جیسی چھوٹی چیز کا چھنا ایک ہاتھی سے بھی جیم جانور کے اپنا پاؤں ہٹا لینے کا باعث ہوتا ہے اور چھڑ کا کاٹنا ایک سوتے ہوئے دیو زاد کے بستر میں کروٹ بدلنے کا۔ ایسے موقعوں پر جو امر واقعی ہوتا ہے وہ ایسا جان پڑتا ہے کہ گیان اندریوں کی تحریک کا محض کام احساس پیدا کرنا ہے اور اس کے بعد کی منتفس کی جانی تحریک اس کے جسمانی حرکات کا باعث ہوتی ہے جو اس صورت میں جہاں قوت امتیاز موجود نہیں ہے عادت کے طور پر عمل میں آتی ہے اور جہاں وہ موجود ہے مخصوص اعضاء کے بالواسطہ

ہلنے چلنے سے۔

جب وہ بولے لگتا ہے اُس کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ ایک عرصہ دراز تک  
بچہ اپنا تذکرہ غائب یغیر میں کرتا ہے۔ اُس خاص موقع پر جبکہ بچہ لفظ میں اپنی  
مرتبہ اپنے لیے استعمال کرتا ہے جیسے جبکہ اپنی ذات کا احساس صاف ہو جاتا ہے  
اُس وقت اپنی ذات کے مسلم کی اور غیر ذات کی مخالفت کی ابتدا ہوتی ہے۔

اس مضمون میں جن امور کے نیچے میں نے لکیر کھینچ دی ہے وہ اہم ہیں۔ یہ بیان  
بالکل حیرت انگیز ہے خاص کر کہ جب ہم جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسے شخص کا بیان ہے جو  
بہت ٹھیک ٹھیک اور صحت کے ساتھ خیال کرنے کا عادی ہے۔ اگر تے پیدا ہوئے بچہ  
کے ادراک نہیں ہوتا ہے تو اُس تکلیف کو جس کا اظہار پیدا ہوتے وقت کی بچہ کی چیخ سے  
ہوتا ہے کون محسوس کرتا ہے۔ اگر ادراک بچہ کی قوت گویائی کے حاصل کرنے کے بعد نمایاں  
ہوتا ہے تو بچہ کی محبت اور نفرتوں کا جو اس میں قوت گویائی کے قبل بھی پائی جاتی ہیں کیا سبب  
ہے۔ اور یہ دلیل کہ بچہ بہت عرصہ تک اپنا تذکرہ غائب میں کرتا ہے مباحثہ کو بالکل ہی نفی  
کی حد تک پہنچا دیتی ہے۔ کیا اس کا یہ مفہوم ہے کہ بچہ اپنے دکھ سکھ کو بھی غائب میں محسوس  
کرتا ہے گویا کسی دوسرے شخص کی حالتوں کا تماشا ہی ہے۔

ہکو چاہیے کہ ہم ایسے مخاطبوں اور نیم سچائی سے دھوکہ نہ کھائیں۔ ہم  
میں وصال کی قوت اور گویائی ان سب کا دہی مخرج ہے جو دکھ سکھ کے احساس کا ہے۔  
سمجھ اور احساس ایک ہی شے کے دو مختلف کام ہیں یعنی اُس قوت کے جو ہکو ہماری حالتوں  
کا علم کراتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اپنی ذات سے آگاہی کرانے والی قوت کے۔ احساس  
اور جذبہ ادراک کی شکلیں ہیں اور عقلی قیاسات اور الفاظ میں ظاہر ہونے والے خیالات بھی  
جنگو ہم علم کہتے ہیں ادراک کی ہی صورتیں ہیں۔ دو مختلف قسم کے احساس یا ادراک دنیا میں  
نہیں ہیں۔ سمجھ ایک ہے خواہ اُس کا اظہار بے سوچے سمجھے ہو یا امتیاز کے ساتھ۔ اور ادراک  
ہر جاندار میں برابر موجود رہتا ہے اور کبھی بالکل معدوم یا غارت نہیں ہو جاتا ہے گو کہ اُس کا ظہور

کی ہر کہ روح اور مادہ کے اوصاف کو ٹھیک ٹھیک طریقے سے دریافت کریں اور اس وجہ سے ایک  
کو دوسرے سے تیز کرنے کے قابل بنیں ہیں۔ ادراک کی خاص علامتوں کی جستجو ہر شخص کا اس  
امر کا قابل کردیگی کہ وہ کوئی بھیجے سے پیدا ہونے والی شے نہیں ہو خواہ اس کا نیچے سے کتابی گرا  
تعلق کیوں نہ پایا جائے کیونکہ جیسا ہم ابھی دیکھیں گے ادراک میں

(۱) تنفس ہیں

(۲) چتین یعنی صاحب من ہونے کی صفت۔ اور

(۳) لافانی ہونا

پائے جاتے ہیں جبکہ بھیجا

(۱) مرکب۔

(۲) اچیتن یعنی نہ چیتن ہیں سے بے بہرہ۔ اور

(۳) فانی۔

ہے۔

ہیکل اور اُس کے دوست ادراک کو ایسا سمجھتے ہیں کہ گویا اُس کا اطلاق صرف  
انسان کی اور بعض اونچے درجہ کے جانوروں کی زیادہ روشن تیز پر ہی ہو اور اس میں اُن  
نیچے درجہ کے احساس کو شامل نہیں کرتے ہیں جیسے دُلکھ کہ حیکو سب جاندار محسوس کرتے ہیں  
یا صدمہ جن کو کہ پودے اور درخت بھی محسوس کرتے ہیں جیسا کہ ہندوستان کے مشہور  
معروف پروفیسر علم طبی سر جگدیش چندر بوس نے حال میں علمی طریقہ کی پوری صحت کیساتھ  
ثابت کیا ہے ہیکل ماسکی نڈل انسانی یونیورس (The Riddle of the universe)  
میں سے مفصل ذیل مضمون مادہ پرستوں کے عقیدہ کو بہت صاف طور سے ظاہر کرتا ہے۔

جیسا کہ ہر شخص کو معلوم ہے نئے پیدا ہونے والے بچے کے ادراک نہیں ہوتا ہے

پر یہ صاحب (The Riddle of the universe) نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ ادراک اس بچے میں

مادہ کی اسطور پر تعریف کی ہو وہ جزوی علم رکھنے والے تھے۔ وہ ماہران علم زندگی  
(پروفیشنل) نہ تھے..... انکا علم حرکات کی واقعیت تھی۔ زندگی کا علم  
نہ تھا..... آئیے ہم اس امر پر مودبانہ غور کریں۔ مادہ سے طلاق پا کر زندگی  
کہاں ہے۔ ہمارا اعتقاد کچھ ہی کے ہمارا علم دونوں کو علو نہ ہونے والے طور سے  
جڑا ہوا بتاتا ہے۔ ہماری ہر وقت کی غذا اور ہر ایک آبخورہ پانی کا جو ہم پیتے ہیں مادہ  
کا ہی مخفیہ طور سے اثر پڑنا ثابت کرتے ہیں۔“

بد قسمتی سے مثیل کو صرف اپنے زمانہ کی روح کے متعلق غلط فہمیاں ہی معلوم تھیں  
اسکو یہ نہیں معلوم تھا کہ ایک غیر نجات شدہ روح مادہ کے ملاپ سے مستثنیٰ اور اُسکے اثر سے  
آزاد نہیں ہوتی ہو۔ اور نہ یہ اُسکو معلوم تھا کہ نجات شدہ ارواح نروان میں داخل ہونے سے  
کہ جس کا موجودہ سائنس کو وہم اور گمان تک نہیں ہی اُس سائنس کی حد کے بالکل باہر ہو  
جاتی ہیں۔ اس لیے مثیل کو یا اُس کے چلے یا بعد میں اُس کے کسی اور سائنسدان بھائی کو  
یہ خیال نہیں آیا کہ مادے اور من کا آپس کا تعلق روح کے وجود کی کسی حالت میں تردید نہیں  
کرتا ہے اور جب وہ اُسکی تردید ہی نہیں کرتا ہے تو اُس کے وجود کا قطعی غارت کرنا تو کسی حالت  
میں ہو ہی نہیں سکتا ہی کیونکہ ادراک کا بھیجے کی نشوونما کے اوپر مضر ہونا صرف اس ہی وجہ سے  
نہیں ہو سکتا ہی کہ بھیجا اسکو پیدا کرے بلکہ اور وجوہات سے بھی جیسا کہ پروفیسر ولیم جیمز نے جو  
ایک مشہور اور معروف ماہر علم من میں بتایا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ادراک بھیجے سے پیدا  
ہوا ہو بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ادراک کے ظاہر ہونے کا بھیجا ذریعہ یا آلہ ہو۔ موجودہ سائنس نے  
ان مختلف ممکنات کے اوپر کبھی غور نہیں کیا ہے اور اس نے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ وہ باطل  
ثابت ہوئے ہیں۔ پس جب موجودہ سائنس کے بعض سرانے والے یہ یقین کر لیتے ہیں کہ اُس نے  
روح کو محض ایک گمان یا خیال ثابت کر دیا ہے تو وہ اُن قیاسی نتائج پر فریفتہ ہو جاتے ہیں جو اصل  
کبھی زیر تنقید بھی نہیں ہوئے ہیں۔ اصلیت یہ ہو کہ حال کے محققین نے کبھی اس امر کی کوشش نہیں

کہا۔ تو پھر یہ کہاں سے آیا۔ آپ غن چھرون میں سے نہیں نکال سکتے ہیں اور نہ جس ادارک۔ حافظ۔ تجویز یا ارادہ کو بڑھینے بے جان ذرون میں سے۔ بل فاسٹ کے مقام پر دیئے گئے مشورہ لکچر میں جو دیں وہ فیسر مشڈل صاحب نے اپنے فرضی مخالف بشپ بلر پر محول کی تھی اسکی تردید آج تک نہیں ہو پائی ہو اور وہ یہ ہے۔

”اپنے بے جان ہائیڈروجن کے ذرون کو لو اور اپنے بے جان اکسیجن کے ذرون کو لو اور اپنے بے جان کاربن کے ذرے لو اور اپنے بے جان نائیٹروجن کے ذرے لو اور اپنے بے جان فاسفورس کے ذرے لو اور اپنے تمام اور ذرے کو جو چھرون کی طرح سے بے جان ہیں جنکا کہ بھیجا بنا ہوا ہے انکو متحدہ اور بے حس خیال کرو اور انکو ایک دوسرے کے ساتھ دڑتے ہوئے اور سب قسم کے مرکبات بناتے ہوئے میں میں پکارو۔ مثل ایک بے جان کاروائی کے یہ سب قابل قیاس ہی لیکن کیا تم دیکھ سکتے ہو یا کسی طرح عقل میں یہ بات فاسکتے ہو کہ ان بے جان حرکتوں میں سے اور ان متنفس مردہ ذرون میں جس حس خیال اور جذبہ پیدا ہو سکتے ہیں۔ کیا پاسون کے اُچھالنے سے تم ہومر (یہ ایک بڑا شاعر گذرا ہے) کو پیدا کر سکتے ہو یا گویاں لڑا کر علم حساب کے پیچیدہ اصولوں کو..... تم انسانی فہم کا جو اس امر کا خواباں ہو کہ ذرون کے حرکات اور لوہے کے ظہور میں منطقی تعلق دیکھا جائے اسطور پر کبھی اطمینان نہیں کر سکتے ہو۔“

مشڈیل نے خود مادہ کی تعریف کی اس میں زندگی اور ادارک کو شامل کرنے کے وسیع کرنے سے اس شکل سے بچنا چاہا۔ اُس نے کہا۔

اگر ہم مادہ کو ڈیموکریٹس *Democretus* (ایک گریک فلاسفر کا نام ہے) کی نگاہ سے دیکھیں اور ایسا مابین جیسا کہ اُس کا علمی کتابوں میں ذکر ہے تو ادارک کی زندگی کا اس میں سے نکلنا سمجھ میں نہیں آ سکتا ہے۔ جو دیل کہ بشپ بلر کو محول کی گئی ہو وہ میری رائے میں اس قسم کے ماہی علم کو غارت کو نہ کہنے کے لیے کافی ہی لیکن وہ لوگ جو

دوسرا فرقہ مادہ پرستوں کا ہکویہ بتاتا ہے کہ ادراک جیسے سے پیدا ہوتا ہے۔ ادراک کے  
دفع کی صفت ہونیکے خلاف اپنی بحث کو ختم کرتے وقت بینائی و نیورسٹس کے پیغمبر  
ارنست ہیکل صاحب ایسا لکھتے ہیں۔

”اس امر سے کہ ادراک مثل دیگر من کی صفوں کے بعض بعض اعضاء کے پڑتے  
پر موقوف ہے اور اس امر سے کہ وہ بچے میں ان اعضاء کے نشوونما کی مناسبت میں  
نمایاں ہوتا ہے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جانوروں میں وہ تاریخی طور سے  
پیدا ہوا ہے۔“

لیکن یہ محض وہم ہی کوئی منطقی نتیجہ نہیں ہے جو کسی مستند دیابتی پر قائم ہو۔  
اور اس امر سے آپ پہلے ہی واقف ہو چکے ہیں کہ دیابتی (تعلق منطقی) کے بغیر چٹا نتیجہ نہیں  
نکل سکتا ہے۔ ہیکل صاحب کا دل خود ان کو اس بیان کی کمزوری مانتے پر مجبور کرتا ہے کیونکہ  
وہ فوراً ہی یہ بھی لکھتے ہیں۔

”تاہم گو کہ ہم ادراک کے اسطور سے بتدیوچ پیدا ہونے کے کتے ہی قائل کیوں نہ  
ہوں بد قسمتی سے ہم ابھی اپنے تئیں اس حالت میں نہیں پاتے ہیں کہ اس  
بات کی زیادہ تشریح کریں یا اس کے ثابت یا صاف کرنے کے لئے مخصوص  
رائے قائم کریں۔“

واہ کیا عمدہ قیاس ہے! امر واقع ابھی مخصوص طور سے صاف نہیں ہوا ہے اور  
اُس پر بھی ہم اُس کے قائل بیٹھے ہیں۔ ادراک جیسے سے پیدا ہوتا ہے یہ کہا جاتا ہے لیکن جیسے  
نے اس کو خود کمان سے حاصل کیا۔ کیا یہ اُس فرضی ابتدائی انش میں سے نکلتا ہے جو مادہ  
کے ذراتوں میں مثل ایک ہتدی روحانی جزو کے مانا گیا ہے اور جسکی تردید اس سے پہلے ہر جگہ  
ہے۔ ہیکل صاحب خود مادی ذرہ کی روحانیت کے خلاف ہیں جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب  
دی ریڈل آف دی یونیورس (Riddle of the Universe) کے دسویں باب میں



سولگنا۔ دیکھنا اور مستانہیں مانا ہے اور یہ کی طرح بھی قیاس میں نہیں آتا کہ یہ زمین اور  
 دیکھنا مستانہ (مض تیزی یا تشدید کے طور پر قوت طاس میں سے جو مادہ کے ایک ذرہ میں باقی  
 گئی ہو اٹھ سکتی ہیں۔ مض چھونے کی قوت اور ان اعلیٰ درجہ کے ادراک کی کارگزار ہیں جیسے  
 تجویز اور ارادہ کے درمیان اتنا بڑا فرق ہو کہ اسکو ہم صرف عقلی اصطلاحوں یا جملوں سے ہی  
 نہیں کر سکتے ہیں اوصاف اس بات کا خواستگار ہو کہ تیزی اور تشدید کے مسئلہ کی نسبت  
 کوئی زیادہ مقبول تشریح اسکی کیا ہو۔ اس بات کی تائید میں کہ چھونے کی طاقت میں  
 روشن فہمی یا منطقی دلیل نکل سکتی ہے ذرا بھی شہادت نہیں ہے اور یہ قطعی ناممکن ہے کہ  
 آپ کینٹ (Kant) یا شوپن ہاؤر (Schopenhauer) جیسے بڑے  
 فاضلوں کے فہم کو مض ایک چھونے کی حس کو ہزار گنا دہل لاکھ گنا یا ستواہ لاکھ گنا کرنے  
 سے بنا سکیں۔

علاوہ اس کے مادہ کے ایک ذرہ سے جو چیز وابستہ ہو وہ اس سے کبھی علوہ  
 نہیں ہو سکتی ہو کیونکہ مادہ کو ہم توڑ پھڑ نہیں سکتے ہیں اور نہ اس کے کوئی ایسے اجزایا اٹش  
 ہیں جو اس سے علیحدہ ہو سکیں۔ ذرہ میں مانے ہوئے ادراک کا تیز کرنا بالکل ہی ناممکن ہے  
 کیونکہ کوئی ذرہ اپنے میں کوئی ایسی منتقل ہونے والی صفت نہیں رکھتا ہے کہ جبکہ وہ کسی  
 اپنے بھائی یا بہن کو ہیبہ کر سکے اور نہ انسان ہی اپنے ادراک کو اپنے کسی حاجت مند بھائی کو  
 دے سکتا ہو کیونکہ مادہ۔ حلقہ۔ تجویز اور ارادہ مثل دنیاوی چیزوں کے منتقل ہونے والی  
 اشیاء نہیں ہیں۔

پس ہم دیکھتے ہیں کہ قیاس کہ مادہ کے ذروں میں ادراک کا ابتدائی اٹش  
 ہے جو بتدریج بڑھتے بڑھتے تیز ہو کر ایک مسج یا اعلیٰ فلاسفر کی جامع مدح بن سکتی ہے  
 واقعات کے انکشاف کرنے کے لیے قطعی ناکافی ہے اور مانا نہیں جاسکتا ہے۔ لیکن مادہ پرستین  
 کو بھی ایک قیاس اور باقی ہے جسکی بنا پر وہ ادراک کے وجود کی تشریح کرتے ہیں۔ سبب ایک

کیونکہ حقیقی میں بستی تسلیم مذہب پر خود کرنے کا انکو کبھی موقع ہی نہیں ملتا ہے۔

بستی تسلیم مذہب کے بموجب روح اور مادہ دونوں جو ہر چیز میں ہیں بعض خواص میں  
ہیں مگر ادراک نہیں۔ اور اک روحانی جو ہر کی مخصوص صفت ہی جو کوئی ہے جو خود کو نہیں دیکھتا  
وہ غیر مادی ہو یعنی مادہ کی بنی ہوئی نہیں ہے۔ روح اور مادہ دونوں بعض بعض صورتوں میں ایک  
دوسرے پر اثر ڈالتے ہیں مثلاً بعض قوت خیال سے بیمار کو اچھا کر دیتا اور ادراک کی تیزی کا بعض  
جڑی بوٹیوں اور دواؤں کے استعمال سے کم دیکھش ہوتا وغیرہ۔ روح اور مادہ کے ملنے  
سے روح کے اصلی قوا اور احساس مسند اور زائل ہو جاتے ہیں اس لئے نروان کا بے کم و کاست  
یہی مفہوم ہو کہ روح کی خرابی پیدا کرنے والے مادہ سے بالکل علیحدگی ہو جائے۔ بُری سے  
بُری حالت میں مادہ کے اثر سے روح کا ادراک قریب قریب معدوم ہو جاتا ہے اور آشوبت میں  
وہ صرف پھرش (لمس) کے ہی قابل رہ جاتی ہے۔

روح کی مذکورہ بالا تعریف میں جو میں سد پائنت سے لی گئی ہو یہ صاف طور پر

مانا گیا ہو کہ ادراک مادہ سے موثر ہوتا ہے۔ اس لئے جو سوال  
کہ اب مذہب اور سائنس کے درمیان پیدا  
ہوتا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ آیا انسان یا جانور میں جسم میں کوئی بے وجود کبھی نہ بننے والی  
شیء ہو یا نہیں بلکہ یہ ہو کہ آیا قوت ادراک مادہ کے ذریعہ کا کرب ہی یا ایک دوسری قسم کے  
جو ہر کا جس کا مادہ سے تعلق ہو جاتا ہو مگر جو دراصل مادہ نہیں ہے۔

اب اگر احساس مادہ کے ذرہ کی خاصیت مانی جائے تو انسان کی اعلیٰ فہم  
اور روشن ضمیری وغیرہ کی عجیب و غریب قوتیں اس ابتدائی احساس کی تیز تر یا شدید تر  
حالتیں ہونگی۔ لیکن ہمارے سامنے تیزی یا شدت کا معاملہ نہیں ہو۔

انہی سے اپنی اپنی اس نہجی سے نہجی اشکال ادراک میں جو فرق ہو وہ مقدار  
کافرق نہیں ہو بلکہ قسم کافرق ہو کیونکہ کثر سے کثر مادہ پرست لوگوں نے ذرہ کے احساس میں

جیسے نامی گرامی جھگڑندوں کا تیز اور زبردست ٹھہر گیا اور اس سے بھی زیادہ تیزی کر سکتا ہے۔ اس خیال کے مطابق ادراک کی اصطلاحات صہرتین ابتدائی انش کی شدت سے حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن یہ محض قیاس ہی قیاس ہی اور اسکا وار و مدار دو قسم کے امور مشاہدہ اور ایک قسم کے مذہبی مظاہر پر ہو۔ امور مشاہدہ یہ ہیں (۱) یہ کہ مادہ کا اثر ادراک کے غلط پر ہوتا ہے اور (۲) یہ کہ تمام جانداروں میں ایک ہی قسم کے عقلی قوانین پاسے جاتے ہیں۔ اور مظاہر یہ ہے کہ روح تغیر و تبدل حالات سے آزاد ہے یعنی روح ہمیشہ اور ہر موقع پر ایک ہی حالت میں قائم رہتی ہے۔ امور مشاہدہ کے خلاف مجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔ وہ پورے طور پر ثابت ہیں اور انکی تردید نہیں ہو سکتی ہے۔ سچ تو یوں ہے جیسا ہم دیکھیں گے کہ سائنس مذہب نے بھی انکا پورا لحاظ نہ نظر رکھا ہے۔ مظاہر کا انظار ہیکل صاحب کی مشہور معروف *The Riddle of the Universe* نامی کتاب میں اسطور پر پایا جا سکتا ہے۔

آپ ہی قسم کے واقعات سے یہ ثابت ہو کہ انسان کا ادراک اور اس کے نزدیک ترین دودھ پلانے والے جانوروں کا ادراک بھی تبدیل ہونے والی شے ہو۔ اور یہ کہ اسکی قوت اندرونی اور بیرونی اسباب سے خللاؤں کے دورہ وغیرہ اور بھیجے کی چوٹ مشک وغیرہ کے اشتعال سے آدنیجی جلتی رہتی ہے۔ زندہ اجسام میں ادراک کی نشوونما اس بات کو بخوبی ظاہر کرتی ہے کہ وہ کوئی بے وجود شے نہیں ہے بلکہ مجھے کا ایک مادی طور ہے اور اس لیے وہ ہر کے متعلق جو قانون ہے اس نے مستثنیٰ نہیں ہے۔

اصلیت یہ ہے کہ سائنس مذہب نے کسی معجز کو ایک بے وجود شے نہیں مانا ہے بلکہ ہیکل صاحب اس کے خلاف جتھے ہیں اور نہ یہ کہی مانا ہے کہ اس پر مادہ کا اثر نہیں پڑتا ہے۔ مگر یہ دونوں ماہران سائنس کو جس خیال سے متاثر پڑا وہ حقیقی مذہب کی اصل رائے نہ تھی بلکہ خالق پرستی کا ایک جسم مظاہر صاحب کے بموجب روح ایک بے وجود شے نہیں بلکہ خالق شے ہے۔ اس وجہ سے ہم ماہران سائنس کے روح کے وجود سے انکار کو قطعی انکار نہیں جتھے ہیں

ہر ایک سونے کی سلخ کو کوٹھالی میں گلاتے ہیں تو سونے میں کاشی عطا ہو رہی  
حالت کی ابتدا ہوتی ہے اور سونے کا بیٹیت سونے کے قیام رہتا ہے۔ یہی نئے قسم کا کام  
جو ہر کا ہے۔ ہم یہ کہنے کے مجاز ہیں کہ سلخ میں کاشی اور رقیق مائع کی ابتدا  
ایک ہی وقت میں نہیں ہوتی کیونکہ ان میں کوئی درمیانی حالت نہیں ہو۔ یعنی رقیق میں  
تبدیل ہونا ہی سلخ میں کے ٹوٹنے کی صورت ہے۔ اگر آپ نے سونے کی ان دونوں حالتوں  
میں وقفہ مانا تو آپ یہ کہنے کے لیے مجبور ہوں گے کہ سلخ میں کاشی ہونے پر سونے کی اول  
کوئی شکل یا صورت قائم نہیں رہی اور بعد میں اس کا رقیق میں ہی قطعی نیستی صورت (یا ختم)  
سے ظہور میں آیا۔ لیکن یہ بالکل بیہودہ ہو گا کیونکہ اشیاء کا وجود بغیر کسی شکل کے قیام  
میں نہیں آسکتا ہے۔

دنیائے دو خاص قسم کے جوہر پائے جاتے ہیں ایک جاندار اور دوسرے  
بے جان۔ اول الذکر ان میں سے وہ جسکی صفت زندگی یا ادراک (Consciousness)  
ہے۔ اور دوسرے وہ جو بے جان ہیں جیسے مادہ۔ ان کے اصطلاحی نام حیو (زندہ) اور اجیو  
(بے جان) ہیں۔ ہم انکو روح اور غیر روح بھی کہہ سکتے ہیں۔ مروج سائنس روحانی  
جوہر کی ہستی سے منکر ہے اور ادراک کو مادہ کی صفت مانتا ہے۔ لیکن ماہران سائنس کو  
ابتداء زندگی کے حل کرنے میں بڑی مشکلیں پڑتی ہیں اور وہ لوگ زندگی کے اس دنیا  
میں پہلی مرتبہ نمودار ہونے کے بارہ میں عجیب و غریب رائے لگایا کرتے ہیں۔ بعض لوگ خیال  
کرتے ہیں کہ زندگی کائنات یا تخم اولاً ذکرہ ارض پر کسی دوسرے سیارہ سے گرا۔ بعض کہتے  
ہیں کہ وہ خود رونے ہے۔ اور بھی اس قسم کی رائے ہیں جو لوگوں نے زندگی کے بارہ میں قائم  
کی ہیں۔ ہم سب سے پہلے اس خیال کی مانع کریں گے جو ادراک کے ایک ابتدائی ہائس  
کو مادہ کے ہر ذرہ میں قائم کرتا ہے۔ یہ قیاس کیا گیا ہے کہ یہ ابتدائی ادراک کائنات پر پہلی مرتبہ  
پڑھ کینٹ (Kant) شاپن ہاؤر (Schopenhauer) شڈل (Shdall)

نہیں پایا جاتا ہے تو اپنے ذاتی تجربے سے یہ کہنے کے لئے تیار ہو کہ اس نے چیزوں کو معدوم کر دیا ہے یا عدم سے وجود میں آتے ہوئے دیکھا ہے۔

قیام قدرت کا قانون یہ بتاتا ہے کہ جوہر (دریہ) ہمیشہ کارہنئے والا یعنی ابدی ہے۔  
 ہے کہ جو کچھ واقعی اور دراصل موجود ہے اس کا کبھی نام نہ نہیں ہو سکتا۔ جب کہ ایک چیز بظاہر  
 معدوم ہو جاتی ہو تو دراصل اسکی بعض شکل بدل جاتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ بالکل ہی ہستی سے نیست  
 ہو گئی ہو مثلاً اس مصری کی ڈلی کی جو دودھ یا پانی میں گھل جاتی ہے بعض شکل بدل جاتی ہو اور وہ  
 ٹھوس حالت سے رقیق حالت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پریشہ کا برسنا ہوا کی مٹی کا  
 پانی کے قطرہ کی صورت میں تبدیل ہو کر زمین پر گرنا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ بادلوں کے  
 پیچھے سے کوئی دیوتا بیٹھ کر نیستی میں سے بارش کو پیدا کرتا ہو۔ اوبھنے سے یا نی بھاپ بن  
 جاتا ہے اور بھاپ پھر ٹھنڈا کر قطرہ ہو جاتی ہے۔ جیسا میک صاحب کہتے ہیں دنیا میں ہم کہیں  
 مادہ کے نیستی میں سے ہست ہونے یا پیدا کئے جانے کی کوئی مثال نہیں پاتے ہیں یہ تجربہ  
 آزمایا جا ا اصول چہر ب کوئی تصور نہیں کرتا ہی علم کیسا کی بنیاد ہی۔ اور اسکی جانچ ہر وقت ہر شخص  
 ترازو کے ذریعہ سے کر سکتا ہے۔ (The Riddle of the universe)

جوہر کے قانون کا نیم یہ بتاتا ہے کہ اشیاء کے خواص و اوصاف بھی ہمیشہ کے  
 ہیں گو کہ مختلف جوہروں کے لئے سے انہیں تبدیل بیان واقعہ ہوتی ہیں۔ مثلاً رنگ و بو وغیرہ  
 اوصاف جو مادہ میں پائے جاتے ہیں ہمیشہ سے مادہ میں ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ اصلیت  
 یہ ہے کہ جوہر اور اس کے اوصاف ایک ہی چیز کی دو شکلیں یا پہلو ہیں کیونکہ اپنے اوصاف سے  
 متحدہ جوہر کوئی شی نہیں ہو سکتا ہو۔ یہ کہنا بہتر ہے کہ اوصاف جوہر ہی میں رہتے ہیں  
 اور جوہر اوصاف کا ہی مجموعہ ہی۔ مثلاً سونا اپنے کل اوصاف جیسے نرمی۔ بھاری پن۔  
 مادی پن وغیرہ وغیرہ کے ہی مجموعہ کا نام ہے اور ان سے متحدہ کوئی شی نہیں کہلا  
 سکتا ہے۔ جوہر میں پیدا کش اور تاشش اور قیام ایک ہی ساتھ میں پائے جاتے ہیں۔

# تیسرا لکچر

## سائنس

### (الف)

آج شام کا مضمون 'سائنس کا مذہب' ہے۔ مگر الفاظ 'سائنس' کا مذہب، قدرے مبہم ہیں کیونکہ آج کل کے زمانہ میں جو مفہوم لفظ 'سائنس' کا ہے وہ مادہ پرستوں کے علوم ہیں جو کسی مذہب کے معتقد نہیں ہیں۔ سائنس کے مذہب سے میرا مطلب اس موقع پر سائنس مذہب سے ہے۔ یعنی مذہب سے بطور ایک سائنس کے ہے۔ کسی خاص گروہ اور فرقہ کے اعتقاد سے نہیں ہے۔

سائنس جہالت کا مخالف ہے اور جو ہر موجودات اور انکی خاصیتوں کے اور چیزوں کے پتے اسباب کے صحیح صحیح علم کا نام ہے۔ سائنس سے مفہوم ایسے علم سے ہے جو غلطی شبہ اور عدم واقفیت سے پاک ہے اور جس کی جانچ تجربہ کے ذریعہ کیا جاسکتی ہے۔ صحیح صحیح علم ہی کو سائنس کہتے ہیں اور صحیح صحیح علم متبشر شہادت کے علاوہ صرف مشاہدہ اور تجربہ کرنے سے ہی محدود عقل والے انسان کو حاصل ہو سکتا ہے۔ سائنس کا پہلا اصول نیچر (Nature) کا قیام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو ہر موجودات اور انکے خواص ہمیشہ کے ہیں اور کبھی نہیں بدلتے۔ وہ کبھی معدوم نہیں ہوتے اور نہ وہ کبھی عدم سے وجود میں آتے ہیں یہ امر قوم انسان کے موجودہ اور گزشتہ زمانہ کے تجربہ سے ثابت ہے۔ اور جس تجربہ کے اوپر یہ امر بنی ہے وہ کسی خاص مرد یا عورت کا تجربہ نہیں ہے اور نہ لوگوں کے کسی خاص فرقہ یا جماعت کا۔ بلکہ تمام قوم انسان کا جس میں ایک ہی استثنیٰ نہیں ہے کیونکہ باوجود اس کے کہ لوگ دنیا اور خلقت کی پیدائش کے بارہ میں چارے چارے راستے رکھتے ہیں تاہم ایک ہی ایسا انسان

اس کے لئے ہکو زیادہ عمدہ اور موزون موقع بعد کو ملے گا۔ یہاں تو مرث اتنا کہنا ضروری ہے کہ  
 شاستر کا اصلی کام ہکو ٹھیک ٹھیک عہد کا سکھانا ہے تاکہ ہم تجھ پر عمل کر کے اپنے اصلی معانی  
 کو حاصل کر سکیں۔ اس حد تک ہر شاستر جو پتے گزرا کا کہا ہوا ہے یعنی سچے سچے پہلے ہی کہا گیا ہے  
 وہ ایک ہمہ دان ماضی و مستقبل و حال کے سب امور و تعلقات کے جاننے والے ہوتا ہے  
 کا کلام ہی اور منطقی تعلق (وہاں ہی) کی پتی اور آخری کسوٹی ہے۔ حتیٰ کہ جو امر کہ سچ - جانے  
 والے شاستر کے خلاف ہے وہ ضرور غلطی اور پریشانی اور ٹھوکر کھانے کا باعث ہوگا۔  
 یہاں پر آج شام کا مضمون ختم ہوتا ہے اور ہم بھی آج یہیں پر رک  
 جائیں گے۔



مادی چیزوں یا شکلوں کی ہی حالت ہی۔ مادہ کی نہیں۔ جو نیتہ ہے۔ اب فرض کرو کہ ہر ایک عام اصول مادی چیزوں کے فانی پن کے بارہ میں بنا دین اور اس پر زور دینے کے لئے مادہ کے نیتہ ہونے کے مسئلے کو نظر انداز کر دین تو ہمارے خیال کی صورت شنک واد کی سی ہوگی جو کتا ہو کہ دنیا میں کوئی بھی شے پائدار یا نیتہ نہیں رہی جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ہر کوئی مانتا پڑتا ہے کہ چیزیں ہمیشہ نیستی میں سے پیدا ہوتی ہیں اور پھر بالکل نیست اور نابود ہو جاتی ہیں۔ شنک واد کی غلطی کا یہی کارن ہے کہ چیزوں کا نیتہ پن انہی شکلوں تک ہی محدود ہو اور انہی مادی مصالح تک جس کی وہ بنی ہوئی ہیں نہیں پہنچتا ہے۔ یہ ایک مثال نے واد کے اصول کے سمجھنے کے لئے کافی ہے اور ہر کوئی ایک منہ نتائج پر اڑ بیٹھنے سے تنبیہ کرتی ہے۔ ہر ایک چیز کے بہت سے پہلو ہوا کرتے ہیں اور ایسے ہی نے بھی بہت قسم کے ہیں لیکن ان میں سے زیادہ ضروری نے مفصل فیصلوں کے تحت

نے

قطعی یا اصل	ہو یا عام لوگوں کا
مثلاً ایک مٹی کے ٹھڑے کو حسین پانی	جیسے مٹی کے پانی سے بھرے ہوئے
بھرا ہو مٹی کا گھڑا اسکی اصلیت	ٹھڑے کو پانی کا گھڑا کہنا کیونکہ اس میں
یا جو ہر کے لحاظ سے کہنا۔	پانی بھرا ہوا ہے۔

دو یا رہنمک	پہلے یا رہنمک
جس کا تعلق جو ہر یا اصل	جو چیزوں کو انہی بدلتی ہوئی حالتوں
صفات سے ہے۔	کے لحاظ سے مشاہدہ کرتا ہے۔

نے واد کا مطلب سمجھانے کے لئے جس کا جانا فلسفہ کے لئے بہت ضروری ہے اسقدر بیان ہی کافی ہے۔

اب میں شاستر کی طرف پرتوجہ ہوتا ہوں جس کا کچھ ذکر آج کے پچر میں آچکا ہے۔ یہ موقع اس تنازعہ امر کے حل کرنے کا نہیں ہے کہ امام کسکو کہتے ہیں اور اسکا صحیح حل کیا ہے۔



اِس قدرتی منطق سے اعلیٰ ترین فائدہ قدرت پر پورے طور سے حاوی ہونا ہے کہ جس سے  
 اعلیٰ سے اعلیٰ انسانی مقاصد پورے ہو سکیں۔ قوم انسان کے لئے وہ روز بہت بڑا ملک  
 ہو گا جس دن یہ قدرتی منطق مدرسہ میں لڑکے لڑکیوں کو پڑھایا جاوے گا اور میں  
 اُمید کرتا ہوں کہ پہلا نمبر ہی سکولوں میں بھی کسی سادہ طریقہ پر فروغ کرایا جائے گا۔  
 یہاں پر بیان منطق ختم ہوتا ہے جس کے سمجھنے میں مجھے یقین ہے کہ ہون گشتہ  
 سے زیادہ نہیں لگا۔

اب میں قسم بندی کے بارہ میں چند اظہارِ کون گا جس کا مطلب چیزوں کو نئے  
 خواص کے بموجب مختلف اقسام میں منقسم کرنا ہے۔ خاصیت کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ ایسی  
 صفت کسی شے کی ہو جو اُس سے کبھی علحدہ نہ ہو سکے مثلاً جیسے گرمی آگ سے کبھی الگ  
 نہیں ہو سکتی یا وہ جو علحدہ ہو سکے جیسے وارسی جو انسان کے نکل آتی ہے اور علحدہ بھی  
 ہو سکتی ہو۔ اصل خاصیت اسکو کہتے ہیں جو اپنے کلاس کے ہر ممبر میں پائی جائے مگر اُس کے  
 باہر اور کسی چیز میں نہ پائی جائے۔

میتافزکس نیز فلسفہ کا دوسرا دوکار علم التجربہ (amalya) ہے جس سے  
 ہم کسی شے کی خواص یا خیال کے اجزاء کا حال دریافت کر سکتے ہیں۔ اور آخری دوکار فلسفہ کا نئے مادہ  
 یعنی لحاظِ منطقی ہے جسکی اہمیت اس بات کی مستحق ہے کہ اس کا ذکر تفصیل سے **विसतर** کے  
 ساتھ کیا جاوے۔ اس کے بارہ میں یہ کہنا صحیح ہے کہ جس قدر جھگڑے اور غلط فہمیاں انسانوں  
 میں آپس میں مذہب اور فلسفہ کے متعلق ہوئے ہیں وہ سب اس کے اصولوں کی نادانیت  
 کا نتیجہ ہیں۔ عقلی معنوں میں نئے مادے مراد لحاظِ منطقی سے ہو اور فلسفہ میں کسی امر یا تجربہ  
 پر عادت بناتے وقت اس امر کا لحاظ رکھنے سے ہو کہ وہ امر یا تجربہ کس پہلو کو لئے ہوئے ہو۔  
 اگر ایسا نہ کیا جاوے گا تو فلسفہ کی عادت میسر ہی نہ لے گی۔ مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ مادہ  
 کی تمام اشیاء ادنیٰ بدنی رہتی ہیں اور ٹوٹ پھوٹ کر نامشروع ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن یہ فطر

کو یورپین منطق بڑی صحت کے ساتھ قائم رکھتا ہے۔ ہملٹن (Hamilton) مانوئل (Manoel) صاحبان کی رائے ہو کہ منطق محض خیالی مطابقت کے قائم رکھنے کا علم ہے اور اسکو واقعی حقیقت سے کوئی غرض نہیں ہے۔ مل (Mill) امین (Bain) نے فہم اس امر کی کوشش کی کہ یورپین منطق کو ایک سچے علم کی حد تک پہنچا دیں کہ جس کے نتائج واقعی تعلقات اشیاء سے مطابق پائے جائیں مگر انھوں نے بھی اسکو ویسا ہی مجدا بے فائدہ اور مصنوعی چھڑا جیسا کہ اس کو پایا تھا۔ یورپین منطق کی علمی وقتِ اِجب ہم اُس کا اندازہ اس خیال سے کرتے ہیں کہ اپنے روزمرہ کے بیچارے میں اسکو معمولی لوگ اور وکلاء و حکماء و منطق دان بھی کبھی واقعی استعمال نہیں کرتے ہیں کچھ نہیں ٹھیرتی ہو اُس کی بیشمار اصطلاحیں اور تعریفیں حافظہ کے اوپر ایک بھاری بار ہوتی ہیں۔ اور اُس کے اشکال اور جملے بجانے سلجانے اور صاف کرنے کے خیال کو ابھاتے اور پیچیدہ کرتے ہیں۔ قدیمی منطق جس کا آج بیان کیا گیا ہے ہر شخص کو خواہ وہ کتنا ہی بے وقوف ہو سکھایا جاسکتا ہو۔ اور چھٹی اور ساتویں جماعت کی لڑکے لڑکیوں کو تو قطعی آسانی کے ساتھ پڑھایا جاسکتا ہو۔ وہ من کو روشن کرتا ہے اور خیال کی مطابقت کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور اس طرح پرودہ زندگی کو خوشگوار بناتا ہے۔ برعکس اس کے مروجہ منطق محض غامضی غلیظیت کا کوشش ہے کسی مفید چیز کا سمجھنا اور انہیں ہے اور اپنے مرید کو چٹک سے ظاہر ہونیوالی غلیظیت کی شبیہ عطا کر کے ختم ہو جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جس کسی نے اس مضمون کو سمجھا ہے وہ مجھ سے اس امر پر اختلاف نہیں کرے گا کہ مروجہ منطق کی اعلیٰ ترین کارگزاری کا نتیجہ سخت اصطلاحات و اشکال کا ایک سیٹ ہے جو جملوں اور تہجوں کی خیالی مطابقت کی جانچ کرنے کے لئے بلا لحاظ اس لڑکے کہ وہ کتنے جملوں اور تہجوں کے مضامین واقعی طور سے صحیح ہیں یا نہیں بنایا گیا ہے جبکہ قدیم منطق سے کم سے کم حاصل ہونے والا فائدہ طبیعت کا منطقی رجحان ہے جو انسان کو قدیمی تعلقات اور اشیاء کے سچے اسباب کی تلاش میں معروف کرتا ہے۔ پس

(۳) گرد پکش میں نہ ملے۔

منفصل ذیل سلسلہ تقریر میں۔

الف۔ اس سانے والے پہاڑ کی چوٹی پر آگ ہو۔

ب۔ کیونکہ اُس پر دھواں ہے۔

ج۔ شل رسوئی کے۔

د۔ اور برحلاف جمیل کے۔

ه۔ پس اس لیے سانے والے پہاڑ کی چوٹی پر آگ ہو۔

سانے والے پہاڑ کی چوٹی پکش (وہ مقام جہاں پر کہ نتیجہ اس تقریر میں آگ) ہے سابق کی دیکھی ہوئی رسوئی پکش (س۔ مثل + پکش یعنی پکش کی طرح کا سابق کا دیکھا ہوا مقام) ہے اور جمیل و پکش (وہ مخالف + پکش) ہے جس میں نہ دھواں ہے اور نہ آگ ہے لیکن گو کہ یہ تینوں باتیں زید کے پیدا ہونے والے بچہ کی تشیل میں لحاظ کی گئی ہیں تاہم یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ بد معاشش بودھون کے منطقی دعوے کو اس بات سے مخا ہو کر کہ اُس کی تذکر اور تائید اُس کی ہستی کے شروع ہی میں انھوں نے معروض بحث کر دسی باطل نہیں کر دے گا۔

یوروپین منطق بھی ناکافی پایا جاتا ہے کیونکہ اُس کا سلسلہ دلیل صرف مصنوعی و خلاف قدرت ہی نہیں ہے جیسا کہ اب صاف عیان ہو گیا ہو گا بلکہ اُس کا کوئی سرکار دریافت حقیقت سے نہیں ہے۔ وہ صحیح مسلم منطق ہو نیکی نسبت زیادہ تر علم قبیر سے مشابہت رکھتا ہے۔

بلاشبہ وہ نیائے نور بودھون کی منطق کی نسبت زیادہ صحت رکھتا ہے لیکن اُس کا کام محض منطقی جملوں کے مفہوم کی تفسیر پر محدود ہے تاکہ انہیں اور نتیجہ میں اصطلاحی مطابقت قائم رہے۔ ہم اس بات کو اسانفہ کے لیے تیار ہیں کہ اس اصطلاحی مطابقت

لیکن تاہم نتیجہ وہ ہو کہ جسکی صحت کا کوئی منطقی ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔

### مثال

(۱) زید کی بیوی کے حمل میں آیا ہوا بچہ لڑکا ہو۔

(۲) کیونکہ وہ زید کا بچہ ہو۔

(۳) مثل زید کے اور تمام بچوں کے جو سب لڑکے ہیں۔

یہاں علامت و دلیل (جو زید کا بچہ ہونا ہے) ہدایت مثال ہو جو نہ ہر جاتی ہے اور نہ کسی اور طرح پر متبادل اعتراض ہے۔ لیکن چونکہ اس سے کوئی واقعی تعلق منطقی نہیں نکلیں گے نہایت سے نہیں ہو اس لیے اس امر کا کوئی اعتبار نہیں ہو کہ زید کی بیگم صاحبہ کے حمل میں آیا ہوا بچہ بھی ضرور ہی لڑکا ہوگا۔ اس مثال کی علامت دلیل تمام ہم جنس مثالوں میں نتیجہ کے ساتھ وابستہ پائی جاتی ہے۔ یہ ہر جاتی نہیں ہو کیونکہ زید کا بچہ ہونے کی صفت ایک ہی لڑکی میں نہیں پائی جاتی ہو۔ اور نہ یہ بے وقت ہو کیونکہ وہ واقعی تمام وقت حمل میں گئے ہوئے بچے میں موجود ہو اور نتیجہ نکلنے کے وقت بھی۔

گوتم کے بنیائے کی اس کمزوری کو بعض بعض اشخاص نے اس بنا پر رد کر کے کی کوشش کی ہو کہ یہ ممکن ہو کہ گوتم کی فحاش صرف یہی تھی کہ اُس کے جملوں اور دلیلوں کی تردید کا بار ثبوت اُس کے مخالفین پر پڑے لیکن تاہم کسی ایسی کمزوری یا د کے اور منطقی نتیجہ کو قائم کرنا اس امید میں کہ ہمارے مخالفین ہماری غلطیوں کو رفع کر دیں گے بے حد خطرناک ہو خاص کر جبکہ ہماری غلطیوں کا رفع ہونا مخالفین کی لیاقت اور مرضی پر مبنی ہو۔

موجودہ من منطق میں بھی مثل بنیائے والوں کے علی و یا پتی نہیں پائی جاتی ہو

اور اس میں بھی ہم جنس مثال سے نتیجہ نکلانے میں تامل نہیں کیا جاتا بشرطیکہ وسیلہ۔

(۱) پکشن میں موجود ہو۔

(۲) پکشن میں پائی جاوے۔

(۵) بے وقت یعنی جس کا اطلاق ایسے موقع پر کیا جائے کہ جو وقت کے لحاظ سے مناسب

نہ رکھتا ہو۔ مثلاً

شب بدغیتہ ہی۔

کیونکہ مثل رنگ کے وہ پھرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

اس آخری دلیل کی تشریح اس طور ہو کہ جیسے لپ کی روشنی کے چیزوں پر پڑنے سے ان کے رنگ دکھائی دیتے ہیں اسی طرح پر ڈھول کو لکڑی سے بجانے سے شب بدغیتہ پیدا ہوتا ہے۔ پس دونوں صورتوں میں دو چیزوں کا ملاپ اپنی باعث ہی۔ پہلی صورت میں روشنی اور چیزوں کے ملنے سے ان کا رنگ ظاہر ہوتا ہے اور دوسری میں ڈھول اور ڈھول بجانے کی لکڑی کے ملاپ سے شب بدغیتہ۔ مگر چونکہ لپ کی روشنی چیزوں پر پڑ کر ان کے رنگ کا پرکاش کر دیتی ہے نہ کہ رنگ کو خود پیدا کرتی ہے اسی طرح پر تمشیل کی دیسل میں بھی نتیجہ نکالا گیا ہے کہ شب بدغیتہ ہی ہے۔ ڈھول اور اس کے بجانے کی لکڑی کے ملاپ سے پیدا نہیں ہوا ہے۔ اس دلیل میں مغالطہ یہ ہے کہ شب بدغیتہ اور رنگ دراصل دو مختلف اوقات والی اشیا ہیں۔ پہلی محض اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ڈھول بجایا جائے اور دوسری روشنی کے چیزوں پر پڑنے سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس کے قبل سے موجود ہوتی ہے۔ ایسی مختلف اوقات والی شایوں میں منطقی مشابہت کا ڈھونڈنا ہی مغالطہ ہے۔

نیلے منطق کے مغالطوں کا بیان اب ختم ہوا۔ مگر یہ صاف ظاہر ہے کہ انکی مدد سے بھی کوئی سچا منطقی تعلق نیلے والے قائم نہیں کر پاتے ہیں۔ جین مت کے طریقہ اور نیلے کے طریقہ میں خاص فرق اس امر کا ہے کہ نیلے والے تو ہمیشہ ہدایت یا ہم جنس مثال سے نتیجہ نکالنا رد سمجھتے ہیں سوائے ان حالتوں کے کہ جن کا تذکرہ مغالطہ کے بیان میں کیا گیا ہو مگر جینی لوگ صرف اسی موقع پر منطقی نتیجہ نکالیں گے کہ جب وہ اس کو کسی سچے تعلق (دیاہتی) پر قائم کر سکتے ہیں۔ تحت کی مثال میں نیلے منطق کی سبب ضروریات کا لحاظ رکھا گیا ہے

نتیجہ کی صحت کو سہہ دھرمی (ہفت یا ہم جنس) مثال پر مبنی کرتے ہوں۔ چلے کسی موقع پر مبنی  
 میں دھواں نکھا گیا تھا جان آگ تھی۔ پار کی چوٹی پر آب و حواں دکھائی پڑتا ہے۔ اس لیے پہلے  
 کی چوٹی پر بھی آگ ہے۔ اس قسم کی دلیل کے اوپر نیائے والے نتیجہ نکالتے ہیں۔ یہاں پر کسی  
 سچے اور سائنس کے اصول کے بموجب شدہ کی ہوئی ویبائی کا تعلق نہیں ہے۔ نتیجہ کسی  
 مقررہ اور کبھی نہ بدلنے والے قاعدہ کی تقویت پر نہیں نکالا جاتا ہے بلکہ محض ایک سہہ دھرمی  
 مثال کی تقویت پر۔ مخاطب بھی جن کے بچانے کی ہدایت کی گئی ہے علی حد تک نیکے منطق  
 کو نہیں پہنچاتے ہیں۔ یہ مخاطب تعداد میں پانچ ہیں اور حسب ذیل ہیں۔

(۱) ہر جانی۔ جس کا مفہوم یہ ہو کہ علامت دلیل بھی تو تجربہ میں پائی جاتی ہے اور کبھی اُس کے  
 مخالف میں جیسے شبہانیتہ ہو کیونکہ وہ دکھائی نہیں دیتا۔ یہاں نہ دکھائی  
 ہرنیکی صفت بعض نیتہ چیزوں میں بھی ہے جیسے روح کا کاشش وغیرہ اور انیتہ  
 میں بھی جیسے سوکشم شریر و ہوا وغیرہ

(۲) مخالف۔ جو نتیجہ کی تردید کرتی ہے۔ مثلاً

گھر ایک بنی ہوئی ٹھوکی۔

کیونکہ وہ نیتہ ہو۔

(۳) نتیجہ بشکل دلیل۔ مثلاً

شبہانیتہ ہے۔

کیونکہ ہمیں سنا (دہ دیا ہستی) نہیں ہو۔

(۴) غیر ثابت یعنی جس کا وجود خود ہی ثبوت کا محتاج ہو۔ مثلاً

سایہ جو ہر ہو۔

کیونکہ وہ مختصہ ہو۔

(یہاں یہ بیان کہ سایہ خود متحرک ہو محتاج ثبوت ہے)

اس نے بیان پر کوئی آم کا مدت نہیں ہے۔

(۷) طیبہ (طیبہ) کے معلوم ہونے پر اشیاء کے متعلق گیان کا ہونا مثلاً

اس کمرہ میں کوئی گھڑا نہیں ہے۔

کیونکہ اس کے طیبہ کی بیان کوئی شے موجود نہیں ہے۔

یہ آخری شکل تعلق منطق کی بظاہر غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ نتیجہ کہ اس کمرہ میں کوئی

گھڑا نہیں ہے ایک امر مشاہدہ قیاس ہو سکتا ہے۔ مگر ایسی صورت میں ہلکیہ ماننا پڑے گا کہ ہلکیہ نسبتی کو دیکھ سکتی ہے جو ایک لغویات ہے۔

بس یہی شکل منطق ہے۔ اور یہ میں اور کون گا کہ اس قدر قیاس منطق میں غلطی کے لئے کہیں

تجربہ پیش نہیں ہے بشرطیکہ دیالکتیکی (تعلق منطقی) کی جانچ ٹھیک ٹھیک اور سائنس کے اصول پر کی جائے۔

دیالکتیکی کی صحت کی آخری جانچ شاستر سے کی جاتی ہے جو ایک ہمدان کامل استاد کا کلام ہے

اور جو ماضی و حال و مستقبل تینوں لبائوں میں حقیقت کا ظاہر کر رہا ہے۔ اس لئے جہاں ہماری ذاتی

راے عوام کے تجربہ اور مشاہدہ سے متعلق ہے اور اس کی تائید ایک ہمدان کامل استاد کے کلام سے بھی

ہوتی ہے وہاں کسی قسم کے شبہ یا شک کے لئے گنجائش نہیں رہتی ہے۔ شاستر کا اصلی کام یہ ہے

اس طرح پریشہ برقرار رکھنے والے سچے اصولوں کی ایک مستند مجموعہ یا سنت کے طور سے نہایت پیش قیمت ہونا چاہیے۔

اب ہم ذرا دیر تامل کر کے بیان مختلف فرقوں کے منطقی طریقوں پر غور کریں گے۔ تحت

کے چار طریقہ منطق کے مروج پائے گئے ہیں۔

(۱) جین طریقہ۔

(۲) نیلے کا طریقہ۔

(۳) بودھون کا طریقہ۔

(۴) یورپ کا طریقہ جو ارسطو کے نام سے نامزد ہے۔

اس کچھ میں جو کچھ ہم نے منطق کے بارہ میں کہا ہے وہ جین طریقہ کے مطابق ہے۔ نیلے کے

پانچ قسم کے تعلقات منطقی ہیں جن کی نسبت دیابتی کا ہونا ممکن ہو رہا ہے۔  
(۱) رشتہ و معلول۔

(۲) اگلا پچھلا۔

(۳) ایک ساتھ ہونے کا رشتہ۔

(۴) جسزادہ نگل۔ اور

(۵) حلیہ۔

اب پانچ قسم کے تعلقات سے سات قسم کے قیوہ حسب ذیل نکلتے ہیں۔

(۱) رشتہ معلوم ہونے پر معلول کا علم۔ مثلاً

رشتہ خاں مین گیسلا ایند من جل رہا ہے۔

۵۔ اس لیے رشتہ خاں مین دھوان بھرا ہوا ہے۔

(۲) معلول کے معلوم ہونے پر رشتہ کا علم۔ مثلاً

یہاں دھوان ہو رہا ہے۔

۵۔ اس لیے یہاں پر آگ موجود ہے۔

(۳) اگلا معلوم ہونے پر پچھلے کا گیان۔ مثلاً

سو موار کا اتوار کے بعد ہونا۔

(۴) پچھلا معلوم ہونے پر آگے کا علم۔ مثلاً

بچپن جوانی اور بڑھاپے سے قبل ہوتا ہے۔

(۵) دو ایک ساتھ ہونے والی چیزوں میں سے ایک کے موجود ہونے پر دوسرے کی موجودگی کا علم مثلاً

بڑھاپا اور تجسہ۔

(۶) نگل کے معلوم ہونے پر جڑ کا علم۔ مثلاً

میں جگہ پر کوئی ٹھنڈا درخت نہیں ہے۔



صدقی منطق ہی۔ میں پھر مشرحی کی کتاب کا سوال دوں گا جس میں ڈاکٹر نے صاحب کلام  
فیل پایا جاتا ہے۔

انومان (deductive reason) میں ہم منطقی جملوں (قیسوں) میں  
دیئے ہوئے مفہوم سے نتیجہ نکالتے ہیں۔ جملہ کے مضمون سے ہم اُس نتیجہ پر پہنچتے ہیں جو ان میں سے  
لازمی نکلتا ہے تاہم ہم جملوں کے مضمون کی صحت کے ذمہ دار نہیں ہیں البتہ اگر ان کا مضمون  
صحیح ہو تو ہمارا نتیجہ ضرور صحیح ہوگا۔ اس لیے یہ ظاہر ہو کہ انومان کے ذریعہ سے جو نتیجہ ہم نکالتے ہیں وہ  
قیاسی حکم کی جگہ کھیتا دار مدار جملوں کی صحت پر ہو۔

مصنوعی اور قدرتی منطق کا اس بارہ میں مقابلہ کرنے کے لئے مفصلہ تحت تقریر  
مغربی منطق کے بالکل مطابق ہے۔

۱۔ سب انسان بے وقوف ہیں۔

۲۔ سقراط ایک انسان ہے۔

۳۔ اس لیے سقراط بے وقوف ہے۔

لیکن قدرتی منطق کے بموجب اس قسم کا نتیجہ بالکل ناممکن ہو کیونکہ وہ صرف دین پر  
نتیجہ نکالے گا جہاں کوئی مقررہ قاعدہ ہو اور کیونکہ کوئی ایسا مقررہ قاعدہ نہیں ہے جس کے بموجب  
یہ کہا جائے کہ سب انسان بے وقوف ہیں۔

یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہر دستور العمل سے منطقی نتیجہ نہیں نکل سکتا خواہ وہ کتنا ہی پرانا ہو اور  
کتنی ہی سختی کے ساتھ اُس پر عمل ہوتا ہو۔ مثلاً اگر ایک شخص گذشتہ پچاس سال سے برابر ہر روز صبح کو  
بلاناغہ میرے مکان کے سامنے سے گذرتا ہے تو ہم اس امر سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ وہ کل کی ضروری سیر  
مکان کے سامنے سے گذرے گا کیونکہ ہزاروں باتیں اس کے نکلنے کے مانع ہو سکتی ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا  
کہ اصلی منطقی قانون جس کو سنسکرت میں ویاپتی کہتے ہیں ایک ایسا قاعدہ ہے جو نہ زمانہ گذشتہ میں ہی  
صحیح پایا گیا ہو بلکہ جو آئندہ بھی ضرور صحیح پایا جائیگا۔ ایک معمولی دستور العمل سے بیان کوئی کام نہیں نکل سکتا ہے۔

اب البتہ ہم نتیجہ نکالنے کے مستحق ہیں کہ  
پس یہ دھواں بھی آگ سے پیدا ہوا ہو۔

یہ سب الجھن جھنجٹ اور پریشانی قدرتی منطق میں جس کو محض ایک مستردہ فتاعدہ کی ضرورت ہے نہیں اٹھانا پڑتی ہے۔ میں یہاں آپ سے یہ کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مدد اوسط (*Middle term*) میں کوئی خاص جادو کی شکتی نہیں ہو کہ جس کی وجہ سے خواہ مخواہ وہ یوروپین منطق کی صحت کی گارنٹی کرنے۔ وہ محض قدرتی اصول منطق کو بیان کرنے کا ایک دوسرا گمراہ الجھن پیدا کرنے والا طریقہ ہے کیونکہ حتمہ اوسط (*Middle term*) کو اس وقت جامع کہتے ہیں جبکہ اس کا اطلاق جملہ حالتوں میں ہو یعنی جب کہ اس میں کوئی بھی استثنیٰ نہ ہو۔ یوروپین منطق اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ منطقی نتیجہ میں ہمیشہ متن کی طرف سے اس امر کی کوشش ہوتی ہے کہ ان عام اصولوں کو دریافت کرے کہ جن پر قدرت میں اشیاء و واقعات کا ایک دوسرے سے تعلق ہوتا ہے۔ اور اس کوشش میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے متن کو اس واقعیت پر بھروسہ کر کے ابتدا کرنی پڑتی ہے جو اس کو حاصل ہے۔ جب عام قانون تعلق معلوم ہوتا ہو اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ کسی خاص شے یا واقعہ کی نسبت واقعیت حاصل کی جائے تو اس وقت اس طریقہ کو انومان (*Deduction*) کہتے ہیں۔ لیکن جان بدعسائیہ ہو کہ واقعات مشاہدہ میں سے الگ ایک دوسرے سے عام تعلق نکالایا جائے تو اس وقت اس طریقہ کو جو استمال کیا جاتا ہے ترک (*induction*) کہتے ہیں (دیکھو

*Banerjee's Hand Book of Deductive Logic* صفحات ۸۱ و ۸۰)

یہی عام ضروری منطقی اصول ہو کہ جو عالمان مغربی کی کتب نوی میں برعکس طریقہ میں بیان کیا گیا ہو۔ پس اس میں تعجب ہی کیا ہو اگر کالج کے طلباء کا مغربی اسکے سمجھنے میں چکا جائے۔  
یہ امر بھی قابلِ توجہ ہو کہ مغربی منطق اپنے نتیجہ کی صحت کا ذمہ دار نہیں ہو کہ

کہ ایک ان چرچہ گنواہ اور ایک معمولی چھوٹا بچہ بھی جو ایک مقام سے دھوئیں کو نکالتا ہو  
دیکھتا ہو فوراً اس بات کو جان لیتا ہو کہ دھوئیں پر آگ موجود ہو۔ آپکا تعلیم یافتہ کتابی منطقی  
بھی ایسا ہی کرتا ہو لیکن ایک پیچیدہ اور خلاف قدرت طریقہ سے۔ اسکو سب سے پہلے ایک خیالی  
ساچہ بنانا پڑے گا جس کے ذریعہ سے وہ منطقی نتیجہ پر پہنچے گا کو نشان ہوگا۔

ایس (ی) = پی (P)

بیان

ایس (ی) = دھوان

پی (P) = آگ

اسذایہ شکل حاصل ہوئی

دھوان آگ ہے۔

یہ عالم از منطقی شکل کا پسلا جبرو ہو جو قفنیہ کہلاتا ہے۔ دوسرا یہ ہے

یہ دھوان ہے

اب ہمارے عالم منطقی صاحب اس بات کے جانچ کر نیکی کو شش کرینگے کہ آیا  
اس کا درمیانی جز (middle term) جامع ہو یا نہیں۔ مگر یہ وہ مقام ہے کہ جہاں  
پراصلہ ای پیچیدگیوں اور اشکال کی گنتیوں کی وجہ سے مخالفین میں پڑ جائیگا اسقدر موقع ہے  
کہ اگر وہ بغیر خوبی اس کو طے کر سکیں تو واقعی شاباشی کے مستحق ہیں۔ اب پہلو جو تالیف قائم ہو

۱۔ سب ایس (ی) پی (P) ہے۔

۲۔ یہ ایس (ی) ہے۔

اس کا مفہوم عام فہم عبارت میں اس طور پر ہوگا۔

۱) تمام سوچوں پر دھوان آگ نے پیدا ہوتا ہے۔

۲) یہ موقع دھوئیں کا ہے۔

ہمسایہ کا نتیجہ نکالنے کی ایک عجیب غیر مذہب قابلیت پائی جاتی ہو اگر منطق کا استحصال  
 پیچیدہ اور لپیٹ دار اصطلاحات و اشکال اور مسئلوں کے جاننے پر نہیں ہوتا تو یہ قدرتی منطق  
 ناممکن ہوتا۔ اصلیت یہ ہے کہ علم منطق میں نتیجہ محض ایک ایسے قاعدہ کی مدد سے نکالا  
 جاتا ہے کہ جو کبھی بدل نہیں سکتا۔ اگر میں آپ سے دریافت کروں کہ کل کیا دن ہوگا  
 ایسی حالت میں کہ جب آج سو موار ہو تو آپ فوراً جواب دیں گے کہ کل منگل ہوگا۔  
 لیکن آپ یہ نہیں بتا سکتے ہیں کہ میری چابیوں کے گچھے میں کتنی چابیاں ہیں نہ یہ کہ میری  
 جیب میں کتنا روپیہ ہے اور نہ یہ کہ میری گھڑی کس دھات کی بنی ہوئی ہے آیا وہ سونے  
 کی ہو یا چاندی کی ہے یا کسی اور چیز کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جبکہ ہفتہ کے دنوں کی  
 نسبت ایک مقررہ قاعدہ ہو جس کے بموجب سو موار کے بعد ہمیشہ منگل ہوتا ہو ایسا  
 کوئی قاعدہ قدرت کا یا انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے کہ ہمیشہ میرے گچھے میں اتنی اور اتنی  
 ہی چابیاں ہوں۔ یا اتنے اور بے کم و کاست اتنے ہی روپیہ میری جیب میں ہر وقت  
 ہوں یا میری گھڑی ایک خاص دھات کی بنی ہوئی ہو اور کبھی کسی دوسری دھات کی  
 نہیں۔ اگر سو موار کے بعد منگل کے ہونے کی ترتیب میں ایک بھی استثنیٰ ہوا کرتا تو  
 آپ یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کل منگل ہوگا کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کل استثنیٰ کی بارگاہ  
 ہو جس صورت میں کل منگل نہیں بلکہ کوئی اور دن ہوگا۔ ان مثالوں سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے  
 ہیں کہ جہاں کہیں ایک مقررہ قاعدہ ہو جس میں ایک بھی استثنیٰ نہیں ہو صرف وہاں ہی منطقی  
 نتیجہ اُس قاعدہ کے مطابق نکالا جاسکتا ہو۔ اور ایسے قاعدہ کے خلاف یا ایسی صورت میں  
 کہ جہاں ایسا مقررہ اور کبھی نہ بدلنے والا قاعدہ نہیں ہو کوئی منطقی نتیجہ نہیں نکل سکتا ہے  
 یہی ایک سیدھا قاعدہ منطق کا ہے جس کو ہر متفلسفہ تھوڑا بہت جانتا ہے۔ اگر کسی کتاب  
 درسی میں اس چوٹی سی بات کو بھی وسیعگی میں ڈال دیا جائے تو یہ نامناسب پڑے گا کہ  
 وہ اپنے مقصد کے پورا کرنے میں ناکامیاب ہوئی۔ یہ اسی اصول کے استمال کا نتیجہ ہے

کے وہ بھی قانون علت و معلول کا صحیح صحیح علم حاصل ہو۔ اسشیاء کی علتات اور اس کے  
کیسائی لگن علت کا کام کرتے ہیں اور معلول اشیاء کی حرکات اور کیمیائی اثر سے پیدا ہوتے ہیں  
مثلاً حلوے کی شیرینی کی علت چینی ہے چنانچہ جہاں حلوے کے قوام میں چینی نہیں ملتی جاتی ہے  
وہاں حلوے میں میٹھا پن بھی نہیں ہوتا ہو۔ لباس میں ملبوس پایا جاتا ہے۔ اور یہ پورے طور سے قابل اعتبار بھی ہو اور اصل  
سے تپن کے لباس میں ملبوس پایا جاتا ہے۔ اور یہ پورے طور سے قابل اعتبار بھی ہو اور اصل  
یہی ایک چیز ہو کہ جس کے اوپر فوری لازمی اور قطعی نتیجہ پیدا کر نیکے لیے اعتبار کیا جاسکتا ہو۔  
فلسفہ کے مخصوص آلہ حسب ذیل ہیں۔

- (۱) عقلی نتیجہ۔  
(۲) تشخیص قسم یا جنس  
(۳) چھان بین (Analysis)

اور

(۴) نے واویا نسبت (یعنی لحاظ نسبتی کا مد نظر رکھنا)

انہیں سے عقلی نتیجہ صحیح کے لگانے کا ذریعہ ہو تشخیص قسم صحیح اوصاف جنہی اشیاء کا  
اندازہ کر نیک۔ چھان بین (analysis) صحیح صحیح اجزاء اشیاء و خیال کے دریافت کر نیک اور نے واو  
حقیقت کے لحاظ اسکی مختلف نسبتوں کے صحیح طور پر سمجھ نیک۔ ہم ان سب امور پر اس لکچر میں غور کر نیکے اور  
وہ طریقہ بھی بتائینگے کہ جس سے ایک معمولی عقل کے طالب علم کو منطق پر پون گھنٹہ کے اندر اندر کامل  
دسترس حاصل ہو جائے۔ سب سے پہلی چیز جاننے کے قابل یہ ہو کہ منطق میں ہمارے حاصل کر نیکے لیے یہ  
بالکل ضروری نہیں ہو کہ من میں پیچیدہ اور پریشان کرنیوالی اصطلاحات اور اشکال کی تعریفیں جو  
مروجہ منطق کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں زبردستی شومس دیجاوین۔ قدرتی منطق ایک بہت آسان  
چیز ہے اور کسی اصطلاحات کے رٹنے کی ضرورت نہیں رکھتا ہو اسکا بدیہ ثبوت یہ ہے کہ  
بہت سے آئن پڑھ آدمی بہت ٹھیک اور صحیح نتیجہ نکالتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچوں میں بھی

سے ہرگز نہیں اور آسمان کے قلاب لانے کا دعویٰ کرتی ہیں کوئی منطقی نہیں ہے۔  
 دیکھنے میں آتا ہے کہ جب سائنس اور قیاس کسی امر پر متفق نہیں ہوتے ہیں تو  
 اتفاق کا باعث عموماً یہ ہوتا ہے کہ قیاس نے واقعات قدرت سے اپنا تعلق  
 قطع کر لیا ہے جو فلاسفر کہ واقعی فلاسفر کی ہستی شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے اُس کو چاہیے  
 کہ قیاس اور واقعات کے گھوڑوں کو اپنے من کی رتھ میں جوڑے مگر پٹے کے اُس رجحان طبع  
 کو جو اسکو ہر وقت دشوار گزار پہاڑیوں کے چھوٹے پوٹے راستوں کا ذریعہ بنک کر چوٹی پر  
 پہنچنے کی ترغیب دیتا رہتا ہے دبائے رہے اور دوسرے کو جب ضرورت چاہا لگا تا ہے  
 تاکہ وہ سڑک کے کناروں پر ہی گھاس چرنے میں نہ لگا رہے۔ حقیقت کی صحت کے بارے میں  
 عام طور سے یہ کہنا جائز ہو کہ جہاں سائنس اور میٹافزکس کا اتفاق ہو گا وہاں حبا تننا  
 چاہیے کہ مصلیٰ حال دریافت ہو گیا۔ لیکن مذہب کے حکم میں ایسے اتفاق کے اوپر ایک  
 مزید شرط لگائی گئی ہو اور وہ یہ ہو کہ سائنس بھی اُس امر سے جیسے سائنس اور میٹافزکس کا اتفاق  
 ہوا ہو منطبق ہو۔ کیونکہ سائنس ایک ہمہ دان اُستاد کا کہا ہوا ہوتا ہے اور اس نے لازمی حقیقت  
 متفق ہو گا۔ یہ خیال کہ خدا کا کلام عقل کے باہر ہے خود خلاف عقل ہے کیونکہ صفت ہدائی اور عقل  
 متضاد الفاظ نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے فلسفہ کی یوں تعریف کرنی چاہیے کہ وہ ایک علم ہو کہ جس میں  
 (۱) واقعات مشاہدہ سے حاصل کئے جاتے ہیں۔

(۲) نتائج کی جانچ منطق سے ہوتی ہے۔ اور

(۳) اور محنت کا آخری فتویٰ سائنس سے حاصل کیا جاتا ہے جو ایک ہمہ دان اُستاد کا بھی  
 باطل نہ ہونے والا کلام ہے۔

اور واقعی جہاں ان تینوں کا اتفاق ہو وہاں پر شک اور مباحثہ کے لئے  
 گنجائش نہیں رہتی ہے۔

سائنس کا خاص آلہ مشاہدہ ہے جس کی تقویت تجربہ سے کرنی چاہیے تاکہ ہرگز

لوگ بوج میں پیدا ہوئے ہیں وہ بھی اپنے اپنے ذہنوں کو ایسا ہی سمجھاتے ہیں جیسا  
میں الف کو مانا ہوں۔ پس کسی کی ذاتی رائے سے اس کے عقاید کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور  
اور مخصوص مخصوص مقدس کتابوں میں شاستروں کا بچن بھی جیسا کہ ہنر پہلے پھر میں لکھا ہے  
سمجھائی کی دلیل نہیں ہے کیونکہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک شاستر کو دوسرے پر ترجیح دیا جائے  
اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ایک دم سب شاستروں کو رد کر دیں بلکہ صرف یہ ہی کہ کوئی دلیل نہیں ہے  
دریافت کرنا چاہیے کہ ان میں کون ایسا ہے جو سچے گرو کا کہا ہوا اور ماننے کے قابل ہو۔

تبصرہ کی صحت دیکھ کر ہو سکتی ہو؟ ٹھیک ٹھیک عقلی امتحان اور سائنس کے  
طریقہ سے! معمولی طور سے علم کے حاصل کرنے کے لیے تین ذرائع ہیں۔

(۱) مشاہدہ۔

(۲) غور و منطق۔ اور

(۳) شہادت۔

انہیں سے پہلا مشاہدہ تو سائنس کی بنیاد ہے۔ دوسرا یعنی منطق فلسفہ کی  
جسے اور تیسرا یعنی شہادت جبکہ وہ بالکل بے عیب اور کامل گواہ کا یعنی ایک ہمتی انسان استاد  
کا بچن ہو شاستر کہلاتا ہے۔ مختصر مشاہدہ کی تکمیل سائنس۔ منطق کی تکمیل فلسفہ اور  
شہادت کی تکمیل شاستر یا کتب مقدس ہیں۔

سائنس قدرت کے علم کا نام ہے جس کی جانچ امتحان سے ہوتی ہے اور جو فوری  
اور سچے نتائج پیدا کر سکتا ہو۔ اسکے دو حصہ ہیں۔ ایک فزکس (Physics) اور دوسرا  
میٹافزکس (Metaphysics) جنہیں سے فزکس کو تو علم قدرتی چیزوں کا انسا چاہیے مگر  
میٹافزکس کا تعلق انسانی چھان میں قسم بندی اور ان کے عام باہمی تعلقات سے ہے میٹافزکس کا یہ کام بھی  
یہ کہ وہ تمام علوم یا انسانی خیال کو قاعدہ اور قرینہ سے ترتیب دے۔ اس وجہ سے اصلی علم  
میٹافزکس واقعی قدرتی سے ہمیشہ مناسب رہتا ہے۔ اس کا آزاد خیال کی انہی بلند پرازیوں

# دوسرا لکچر

## طرز مقابلہ

پچھلے لکچر میں ہم یہ کہہ چکے ہیں کہ مختلف مذاہب کا مقابلہ ٹھیک ٹھیک عقلی طریقہ سے ہونا چاہیے۔ آج ہماری کوشش یہ ہوگی کہ ہم مقابلہ کرنے کے طریقہ کی پوری پوری تعریف کریں اور وہ ذرائع قائم کریں جن سے چیزوں کا ٹھیک ٹھیک علم حاصل ہو سکے۔ سب سے پہلا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنی طبیعت سے بچ کر نکال ڈالیں جو ان لوگوں کے دماغ میں بھی جو اپنے بہت دھرمی سے بری ہونے کا چلا چلا کر دعوے کرتے ہوں مثلاً تو نے فیصدی ضرور پائی جاتی ہے۔ ہلوگوں کی طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ ہمارے مَن کے اندر وہی طبقہ میں ایک بے حد زبردست رجحان اپنے پیدائشی عقاید کی طرف ہوتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہم میں سے بہت احتیاط سے چھان بین کرنے والے بھی اپنے اعتقاد کے خلاف مسئلوں کو فوراً پھر سے پھر دلائل پر رد کرنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ شخص کہ جو دوسرے کے اعتقاد سے بغض و حسد نہیں کرتا ہے بارشوت تو دوسرے کے عقیدوں کا فوراً اور بیشتر تو خلاف تجویز عقل سلیم کے اُن پر دال ہی دیتا ہے۔ یہ امر منطقی چھان بین کا محتاج نہیں ہو کہ کوئی قابل اطمینان نتیجہ اس وقت تک نہیں نکالا جاسکتا جب تک کہ تحقیقات کریں والے کی طبیعت پر اس قسم کا غلبہ طاری رہتا ہو۔ جو شخص کہ واقعی دریافت حال کرنا چاہتا ہے یعنی جودل سے شرابغ حق میں کوشاں ہو اس کی ایسی طبیعت نہیں ہونی چاہیے پیدائشی مذہب کا اعتقاد تو ایک خاص خاندان اور گروہ میں جنم لیتی رہتی ہو مگر یہ تو کوئی ثبوت اس کی صحت کا نہیں ہو۔ اگر مین بجائے مذہب (الف) کے مذہب (ب) میں پیدا ہوا ہوتا تو ضرور میرا مذہب بھی ب ہوتا اور اگر ج میں پیدا ہوا ہوتا تو ج ہوتا۔ مگر میرا مذہب الف کو مانتا اور مذہب ب اور مذہب ج کو نہ مانتا اس امر کی دلیل نہیں ہو کہ مذہب الف ہی سچا مذہب ہی کیونکہ جو



- ۲۔ آئندہ کے لیے زندگی کی عمدگی و بہتری کا امکان۔
- ۳۔ روح کی نیک اور بد اعمال کے ذریعہ سے اپنی آئندہ کی زندگی کو بنانے اور بگاڑنے میں خود مختاری۔ اور
- ۵۔ ایک قسم کی شہرک زندگی کا وجود جس کا انظار بعض ایسے انسانوں میں ہوا ہو کہ جنہوں نے پرانا کادرجہ حاصل کیا ہو یا دیوتاؤں میں یا وحدانیت کے اصول کے موجب ایک ہی خدا میں۔
- ۶۔ اختلافات بھی مندرجہ تحت تفصیل کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔
- ۱۔ خدائیت کی خاصیت اور خداؤں کے نام تعداد اور کام۔
- ۲۔ دنیا کی خاصیت اور اس کی ابتدا۔
- ۳۔ روح کی خاصیت اور اس کا انجام بشمول آواگون اور قیامت کے۔ اور
- ۴۔ روح کو اپنے اصلی مقصد کے حاصل کرنے کے ذریعہ بشمول ہنس (ایذا دہن و بچلنا) اور جانوروں اور انسان کی قربانی۔

متذکرہ بالا امور میں قریب قریب سب باتیں اتفاق اور تفاق کی آجاتی ہیں اور یہ بیشک طور سے اس صمد کے حل کرنے کے لیے جو مذہب کی ابتدا اور تفریق کو محیط کئے ہوئے ہو معقول بنیا و ہائے جاتے ہیں۔ چونکہ اب ہم اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ جہاں آج کے لکچر کا مضمون ختم ہوتا ہے اس لیے اب ہم اسکو بند کریں گے اور دوسرے لکچر میں اس امر کا ذکر کریں گے کہ عقلی اختیار کن ذریعہ سے آسانی سے جلد حاصل ہو سکتا

اور بے صفت اتنا ہی افسوس ہو کہ وہ ایسی مکمل نہیں ہو جیسی میں اُس کو کرنا چاہتا تھا۔ یہاں پر اُن پر اُنے معدوم شدہ مذاہب کا جو بے بی لویا۔ اسیریا۔ اور مصر کے ملکوں میں مروج تھے اور جن سے کہ ہم بہت کچھ مدد کی امید موجودہ مذاہب کی تعبیر میں رکھتے تھے تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارا علم ان معدوم مذاہب کے بارہ میں اتنا تھوڑا ہے اور ایسے مشکوک اور نا قابل اعتبار ذرائع سے حاصل ہوا ہے کہ یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تفتیش آئندہ کے زیادہ تجربہ کار محققین کے لیے چھوڑی جائے بجائے اس کے کہ شروع سے ہی غلطی اور غلط فہمی کی بنیاد رکھی جاوے۔ تاہم میں ان ملکوں کے بعض بعض مذاہب کا ایک آئندہ کچھ میں جہانگیر کے میں صحت کے ساتھ کہہ سکتا ہوں ذکر کروں گا۔

چھوٹی چھوٹی تفریقوں اور اعتقادوں اور فلسفانہ توہمات جیسے نیو پلٹن ازم (New Platonism) فیثاغورث کا مت وغیرہ وغیرہ کا تذکرہ یہاں میں ارادتا نہیں کرتا ہوں کیونکہ انکے عقاید دیگر مذاہب کے اصولوں کی چھان بین سے سمجھے جاسکتے ہیں۔ اور وقت بھی ان کُل فروعات کے تذکرہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ میں نے چار واک مت کے بارہ میں بھی بیان پر کچھ نہیں کہا ہے کیونکہ میں اُس کا تذکرہ مادہ کی فلاسفی (Materialism) کے ضمن میں آئندہ کرنا چاہتا ہوں۔

دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کا تذکرہ ختم ہونے پر اب صرف یہ بات باقی رہتی ہے کہ وہ امور جن پر انکا اتفاق ہے اور نیز وہ کہ جنکی نسبت اُن میں آپس میں اتفاق ہے دریافت کئے جائیں۔ مفعول ذیل باتوں پر ان سب کا اتفاق پایا جاتا ہے۔

۱۔ ایک آئندہ کی دنیا یا حالت اور آئندہ کی زندگی۔

۲۔ روح کا جسم سے علیحدہ وجود۔ سوائے بودھ مت کے کہ جہاں پر اعمالوں کا ضمیمہ آداگون کی بنا قرار دیا گیا ہے۔

لکچر میں کرن گے۔ جینیون کا ایک اور مذہب کنفیوشینزم (Confucianism) کے نام سے ہے جس کا بانی ایک شخص کنفیوسی اس (Confucius) جس کو دو ہزار پانسو برس سے کچھ زائد نہایت گزرا ہو تھا۔ لیکن یہ مذہب قریب قریب کل کا کل محض ایک اخلاقی تعلیم کا دفتر ہے جیسا کہ کوئی عقل مند آدمی فراہم کرے اور مذہب سے استغناء رہے تعلق معلوم ہوتا ہے کہ میں اس کا تذکرہ ان لکچر میں نہیں کروں گا۔ بلاشبہ یہ ممکن ہے کہ کنفیوشینزم کی تعبیر پوشیدہ ہو جیسا کہ اور بہت سے مذاہب کی ہے۔ لیکن اگر ایسا ہے تو یہ زیادہ مناسب ہو گا کہ ہمارے بعد کے محقق جو ہماری نسبت زیادہ عمدہ تفتیش کی قابلیت رکھتے ہوں گے اُس کے مطلب اور مفہوم کی جانچ کریں۔ چین کے مروجہ مذاہب میں سے تیسرا مذہب بودھ مت ہے جس کا ذکر آج کے لکچر میں پہلے ہی آچکا ہے۔

اب امریکہ کے مذاہب کا تذکرہ کرنا باقی رہا ہے۔ لیکن جان تک محکمہ ان کا حال معلوم ہو وہ سب مذہب سے بالکل متضاد ہیں اور سوائے ایک آدھ مسئلہ کے جو کہیں کہیں انکی تعلیم میں ملتا ہے قریب قریب کل ہی خراب سے خراب قسم اور بدھشتناک انسانی قربانیوں سے بلا کسی عہدگی کی علامت کے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر ان بے رحم مذاہب کی کسی کوئی خفیہ تعبیر ملتی تو وہ بہت عرصہ ہوا کہ غارت ہو گئی اور اُس کی بجائے بُری سے بُری اور نفرت پیدا کرنے والی انسانی قربانیاں جن میں کوئی بھی تعلق مذہب سے نہیں قرار پاتا ہے قائم ہو گئیں۔ یہ ناممکن نہیں ہے کہ پچھلے وحشی مذاہب زمانہ گزشتہ میں کسی ایسی سوکھی ہوئی خفیہ مذہبی مسائل کی گمشدگی کے ارد گرد قائم ہو گئے ہوں جو کسی وقت میں ایشیا یا یورپ سے امریکہ پہنچے ہوں میں انکا ان لکچر میں وحشیانہ رسوم اور مجتہد پریت کی پرستش سچ کر تذکرہ نہیں کروں گا۔ ہماری تحقیقات دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے بارہ میں اب ختم ہو گئی ہیں۔

یہ تین ایک آزاد مذہب کا موجب بنایا جس کا نام اُس نے دیوسساج رکھا۔ دیوسساج کے عتایدین سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر روح ترقی کر کر اعلیٰ درجہ کی زندگی کو حاصل نہ کرے جو کسی ایسے شخص سے تعلق پیدا کرنے سے ہو جاتا ہے جو خود اُس اعلیٰ درجہ تک پہنچ گیا ہے تو وہ فنا ہو جاتی ہے۔ دیوسساج کے بانی کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ ترین درجہ تک جو کسی روح کے لئے ممکن ہے پہنچ چکا ہے۔ اس واسطے اُس کے مرید اُس کی عبادت اس کو سب سے زیادہ قابل تعظیم سب سے زیادہ قابل پرستش سب سے اونچے درجہ والا متبرک گو اور مبارک خداوند سمجھ کر کرتے ہیں۔

تھیوسوفی (Theosophy) جو نئے مذاہب میں سے ایک قابل تذکرہ مذہب ہے ایک روسی عورت ایچ۔ پی۔ بلاؤسکی نامی کا قائم کردہ ہے۔ ایچ۔ پی۔ بلاؤسکی کے کچھ کرشمہ بھی کئے جاتے ہیں جن کے بارہ میں وہ خود تو کہتی ہے کہ وہ بعض پوشیدہ ہمتاؤں کی مدد سے ہوئے اور کچھ حقیقین کی رائے ہے کہ وہ محض جھلسا اور شیعہ بازی کا نتیجہ ہے (Modern Religious Movements of India) اس کے کرشموں کی وجہ سے تھیوسوفی نے گزشتہ صدی کے اختتام پر جبکہ اُسکی بنیاد رکھی گئی تھی بہت کچھ لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچی تھی۔ ابتدائیں ان لاپتہ ہمتاؤں کا جو اپنے پوشیدہ مقامات سے کرشمہ دکھاتے تھے بہت کچھ چھپا رہا لیکن اب چونکہ تھیوسوفی ایک دوسری قسم کے لوگوں کی رہبردی میں ہے اُس کا کام صرف یہ ہے کہ مثل گلفروٹس کے مختلف باغ اور باغیچوں سے عمدہ عمارتوں کے پھول اکٹھا کرے اور انکو ایک مشکوک تعمیر کے کمزور دباگے پر پروئے۔

چینیوں کے مذاہب کی طرف نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پرانا مذہب اُس ملک کا تاوازم (Taoism) ہے جس کا ذکر ہم بعد میں ایک

ہوئے ہیں۔ رادھاسوامیوں کی تعلیم ہندوؤں کے دیشیہ فرقے سے متاثر ہوئی ہے۔ سیکھ ہندوؤں کے متاثران کو نہیں مانتے ہیں۔ ایک ہی امرست مسلمان بیرون اور تیرہ ہندوؤں جیسے شمس تبریز وغیرہ کی جھکو کہ وہ اپنے مذہب کا پیغمبر بناتے ہیں رادھاسوامیوں کے مت کی خاص بات ہے۔

اب قریب قریب سب بڑے مذہبیوں کا بیان ہو چکا۔ باقیوں میں سے جاپانی مذہب شنتو (Shintoism) پتھرون کی پرستش اور جادو ٹوٹنے کی کچڑی ہے۔ باوجود اس کے جاپانیوں نے روح کو لامکانی مانا ہے۔ اور بہت سے متبرک ہندوؤں اور مشہور مشہور بزرگوں کے بارہ میں یہ خیال ہے کہ وہ سیدھے اونچے آسمان پر جا پہنچے (جلد ۱۰ صفحہ ۴۵)۔

باب مت یا بھائی مت جس کی تعلیم مسلمانوں کے آخری امام سے جسکی نسبت کسا جاتا ہے کہ وہ اس وقت چھپے ہوئے فلہر ہونے کے وقت کا انتظار کر رہے ہیں تعلق رکھتی ہے یہ مذہب اسلام کی ایک جدید مشلخ ہے اور اس کے بانی نے اپنے تئیں چھپا ہوا امام بتایا ہے۔

ہندوستانی مذاہب میں کبیر پنڈت۔ وادھنچہ سکھوں کا مت اور آریہ سماج بھی جدید مذاہب میں جو اپنے اپنے بانیوں کے ریفارم کے خیالات کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً سکھوں کا مت پطے ہندو اور مسلمانوں کے ملاپ کرانیکے لیے بنا یا گیا تھا گو کہ آئوین مسلمانوں کی سکھوں سے اتنی دشمنی بڑھ گئی کہ کبھی ہندوؤں سے بھی دشمنی۔ یہ نکل مذاہب بھگتی کا پسلوئے ہوئے ہیں اور سب آواگوں کے مانتے والے ہیں۔ باقی ہندوستانی مذاہب میں سے برہمہ سماج مغربی شکل میں ایشور پرستی ہے۔ یہ آخری صدی میں بنگال میں قائم ہوا تھا اور اس کے ایک مرید اور واعظ کرنے والے نے جس کا نام شیو نرائن اگن ہو تری ہے

بہت کھوف اور جھگڑے بھی ہوا کرتے ہیں۔

راز درویشی (Angsticism) جو گیون کا مت ریشکتی و مہم  
 کیمیا ئے روحانی (Occultism) قریب قریب ہم سنی ہیں۔ ان میں اس علم  
 کی کوشش کی جاتی ہے کہ بعض جگہ کی روحانی قوتوں کو جن کا خیال واطلسار  
 صاف طور سے کسی کا سمجھا ہوا نہیں ہے بذریعہ خفیہ تعلیم کے حاصل کیا جاوے۔  
 روزی کروشین ازم (Rosicrucianism) اور  
 فری میسنری (Free Masonry) بھی اسی قسم کے دو اور طریقہ ہیں جو  
 زندگی کی مخفی کیمیا کے اصولوں سے واقفیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ بہت قسم کے  
 مخفی رسمیات (Mysteries) گزشتہ زمانہ میں مختلف دیوتاؤں کی پرستش  
 کے سلسلے میں مستعمل تھے۔ ان کی تسلیم سوائے چیدہ چیدہ جیلون کے جن کو  
 وہ خفیہ طریقہ پر بتائی جاتی تھی اور کسی کو نہیں معلوم تھی۔ پتھل کے یوگ شاستر  
 میں بت سے چکر جسم میں ایسے بتائے ہیں کہ جہان و حیان لگانے سے عجیب و  
 غریب قوتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ان سب ملتوں کا اصلی مطلب یہ ہے کہ خاص  
 خاص عملوں سے اور خاص کر جسم کے بعض چکروں پر و حیان لگانے سے  
 روحانی طاقتیں حاصل ہوتی ہیں جن کا حاصل کرنا زندگی کا سب سے بڑا مقصد  
 ہے چاہے وہ اکیلا مقصد نہ بھی ہو۔ زمانہ حال میں رادھا سوامی مت نے جو  
 پچھلی صدی کے آخری حصہ میں قائم کیا گیا تھا کچھ لوگوں کی توجہ اپنی طرف  
 کھینچی ہے کیونکہ اس کی تعلیم کا ایک حصہ ایسا ہے جو اس کے ماننے والے اوروں پر  
 غالباً کسی قسم کی قسم کی وجہ سے یا اور سبب سے ظاہر نہیں کر سکتے ہیں۔ اُس کے  
 بانی کی مثل حشر کے پرستش ہوتی ہے اور اچھے بعد کے گروؤں کی بھی وسعت  
 تعلیم کی جاتی ہے کہ اُن کے منہ سے نکلا ہوا مادہ بھی ان کے پیرو بطور تبرک کے استعمال

ہے۔ ایک خدا ہے جس کا نام اللہ ہے۔ دوسرے قرآن کے الہامی کتاب ہونے سے  
 اور تیسرے محمد کی پیغمبری سے۔ اسلام کے عتاد میں قیامت کا مسئلہ بھی شامل  
 ہے اور بہشت اور جہنم کا بھی کہ جہان پر روحیں اپنی دنیاوی زندگی کے افضال  
 کی سزا و جزا جھگٹتے کے لئے بھی جاتی ہیں۔ مسلمان لوگ بالعموم آواگون سے منکر  
 ہیں گو کہ ان کے بعض مشہور اور معروف حکماء مثلاً احمد ابن یونس۔ ابوسلم خراسانی  
 (دیکھو *Philosophy of Islam* صفحہ ۲۷) نے اس مسئلہ کو علمانیہ طور سے  
 تسلیم کیا ہے۔ نیک اعمالوں کی فرست میں اسلام عام طور سے دعا۔ روزہ۔ حج  
 اور پاکیزگی کو شامل کرتا ہے۔ ۱

برہمنوں کا دھرم جس سے میرا مطلب ہندوؤں کے دیدون کے بعد  
 کے دین سے ہے۔ وہ قسم کا ہے۔ اول تو وہ مذہب جس میں پُرانوں میں نافرمانی ہوئے  
 دیوی دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی ہے۔ دوسرا قربانی کا طریقہ۔ پُرانوں کے  
 دیوتاؤں کی بہت بڑی تعداد ہے لیکن ان میں سے برہما۔ وشنو۔ شیو اور  
 کرشن بہت زیادہ مشہور ہیں۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ یہ دیوتا اپنے بھگتوں  
 کی ہر قسم کی خواہش پوری کرتے ہیں۔ متربانی بھی دیوتاؤں وغیرہ کو خوش  
 کر کر اپنا کام نکلانے کے لئے کی جاتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ پچھلے زمانہ  
 میں لوگ آدمیوں کو بھی متربان کیا کرتے تھے اور یہ شیطانی رسم دریاؤں وغیرہ  
 پر چھوٹے چھوٹے پتھروں کی قربانی کی شکل میں متروا عرصہ ہوا جب تک جاری تھی۔ بالعموم  
 سینڈے۔ بیل اور بکرے کی قربانی لوگ کیا کرتے تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ ان  
 تین جانوروں کی قربانی قریب قریب کل متربانی کرنے والے مذاہب میں مروج تھی  
 ہندوستان میں گائے اور گھوڑے کی قربانی از نام گوہیدہ اور اشوہیدہ ہوا کرتی  
 تھی لیکن یہ دونوں اب متروک ہو گئی ہیں اور پہلی کی نسبت تو اب ہندو اور مسلمانوں میں

چادر سے نہیں حاصل ہو سکتی بلکہ بیٹے کے طفیل خدا کی مہربانی سے۔ نسیا  
 Nice کے عقیدہ کے بموجب عیسائی لوگ مفسد ذیل شریعت اعتقاد کے  
 مانتے والے ہیں۔

”ہم ایسا نلاتے ہیں۔“

۱۔ (۱) ایک خدا پر.....

۲۔ (۲) اور ایک خداوندی مسیح پر جو خدا کا بیٹا ہے۔ جو باپ سے ماں  
 کیا گیا ہے۔ صرف حاصل کیا گیا ہے یعنی باپ کے جو ہرین سے۔ خدا کا  
 خدا نور کا نور۔ بچے خدا کا سچا خدا۔ حاصل کردہ بنا یا ہوا نہیں۔  
 باپ کے ساتھ ایک ہی جو ہر کا.....

(۳) جو ہم انسانوں کے لئے اور ہماری نجات کے لئے نیچے اترے اور مجسم ہوا اور انسانوں  
 میں مثل انسان کے رہا۔

(۴) مصلوب ہوا (لفظی ترجمہ جس نے تکلیفیں اٹھائیں)۔

(۵) اور تیسرے روز جی اٹھا۔

(۶) آسمان پر چڑھا۔

(۷) اور متحرک اور مردہ کی جانچ کرنے کے لئے آیا ہوا ہے۔

۳۔ (۸) اور روح القدس پر

اس قسم کے بہت سے عقائد پڑانے اور محسوس مذاہب میں ملنے میں سگر  
 ہم انکا تذکرہ آئندہ ایک لکچر میں ملتے ہو کر کریں گے۔

اسلام جو دنیا کے بہت زیادہ پھیلے ہوئے مذاہب میں سے ہے  
 نو عمر ہے ملک عرب میں قائم ہوا تھا۔ اسکو ایک شخص محمد نامی نے آس پاس کے  
 ملکوں کے دینی کمذرات پر قائم کیا تھا۔ اس میں اعتقاد تین باتوں سے نسبت رکھتا



۴- زندگی کی خواہش۔

۱۰- وجود پانا۔

۱۱- جنم (پیدا ہونا) اور

۱۲- بڑھاپا۔ موت۔ رنج۔ رونا۔ تکلیف۔ سستی اور مایوسی۔

ادراک بے شخصیت کیے بنتی ہے یہ اس طرح پر سمجھنا چاہیے کہ مجموعہ  
کے اجتماع سے شخصیت بنتی ہے اور مجموعہ سے ادراک پیدا ہوتا ہے۔ ہر شخص  
ہر چیز اور ہر دیوتا پس مجموعہ یا مرکب ہے (دیکھو *Early Buddhism* صفحہ ۵)  
یہ امر کہ آیا روح اور جسم ایک ہی چیز ہیں یا الگ الگ ایسے سوالات میں  
متسا کہ جنکو بودہ مت نے بغیر حل کئے چھوڑ دیا تھا یعنی ممنوعات میں سے  
تھا (حج. حج. م. جلد ۴ صفحہ ۲۳۴)۔

عیسائی مت جو اپنے تئیں یہودیوں کے مذہب کی تکمیل سمجھتا ہے مفصلہ  
ذیل سات امور سے تعلق رکھتا ہے۔

۱- ابتدائی حالت غرضی باغ عدن کی۔

۲- نیکی اور بدی کے امتیاز کے درخت کا پھل مکائی کی ترغیب۔

۳- پھل مذکور کا بڑا اثر۔

۴- گیان کی کئی سے راہ نجات کا کھلنا۔

۵- مصلوب ہونا۔

۶- مردوں میں سے جی اٹھنا۔ اور

۷- آسمان پر چلے جانا۔

عیسائی کو یہی خاص درشنک اعتقاد روح کے بارہ میں نہیں رکھتے ہیں اور  
کھلم کھلا آواگون سے منکر ہوتے ہیں۔ نجات بھی اُن کے عقیدہ کے بموجب

قبل چوبیس برس اور پودھوں نے لوگوں کو بتایا تھا۔ آٹھ سیر میون والا راستہ  
اس طرح پر ہے۔

۱۔ صحیح خیالات۔

۲۔ صحیح ارادہ۔

۳۔ صحیح تقریر۔

۴۔ صحیح عمل۔

۵۔ صحیح طرز زندگی۔

۶۔ صحیح کوشش۔

۷۔ صحیح احتیاط۔ اور۔

۸۔ صحیح خوشی یعنی شانتی۔

اس راستہ پر چلنے سے سنسار چکر (آواگون) بند ہو جاتا ہے۔ اس

سنسار چکر کا دار و مدار مفصل ذیل بارہ قسم کے مذاون کے اوپر ہے جنہیں سے ہر ایک  
اگلا اپنے سے پچھلے مذاون کی علت ہے۔

۱۔ بھالت۔

۲۔ رجحان طبیعت یا کرم۔

۳۔ ادراک۔

۴۔ شخصیت (نام و شکل)

۵۔ قوت احساس

۶۔ اس غمہ کا بیڑی اشیاء سے تعلق۔

۷۔ محسوسات۔

۸۔ خواہش۔

پرس ہوئے اور جو بعد میں بودھ کے نام سے کھلایا۔ بودھ کی تعلیم میں کسی عاتقی کو نہیں مانا گیا ہے اور نہ کسی جینہ کا اور نہ روح کا قیام ہی مانا گیا ہے۔ زواری زندگی کی اچھا کاٹ جانا ہے جو آواگون کا کارن ہے۔ آواگون کے بارے میں بودھ مت والوں کی رائے انوکھی اور عجیب ہے روح کا قیام ایک جون سے بچہ تیسری جون تک بودھ نے نہیں مانا ہے بلکہ یہ مانا ہے کہ ہر جاندار کے چار تر یا تجسہ کا خلاصہ اُس کے مرنے پر اُس سے الگ ہو جاتا ہے اور نئے مقام پر پہنچ کر نئے ذرات کے ساتھ مل کر نشوونما پانے لگتا ہے۔ بودھوں کے بموجب ہر جاندار حص ایک ہینڈل صفات کا ہے جو جتنے وقت غارت ہو جاتا ہے صرف وہ ہے خلاصہ چار تر یا تجسہ یہ کہ جس کا ذکر ہم ابھی کر چکے ہیں غارت ہونے سے بچتا ہے بس نجات پانے کے لئے بودھ مت کے بموجب یہ کوشش ہونی چاہیے کہ جس سے یہ خلاصہ یا ضمیر قائم نہ رہنے پاوے۔ ہندوستانی مذاہب میں سب میں سنساری زندگی کے دکھ درد کے اوپر بہت زور دیا ہے اور بودھ مت نے بھی۔ زندہ ہونا ہی تکلیف ہے لیکن تکلیف زندگی کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ خواہش سے پیدا ہوتی ہے خواہش کا مارنا بودھ مت کے کہے ہوئے اصولوں سے ممکن ہے اس لئے بودھ مت میں چار بڑے اصول ماننے لگے ہیں جو یہ ہیں۔

۱۔ دکھ کا وجود۔

۲۔ دکھ کا باعث۔

۳۔ دکھ کا ہٹانا۔

۴۔ دکھ کے ہٹانے کا طریقہ۔

ان بڑے اصولوں سے ہی سچا دھرم وابستہ ہے جس کو بودھ کے

نیم سے مفہوم مفصلہ ذیل پانچ برتون سے ہے۔

۱۔ اپنا (کسیکو ایذا نہ پہنچانا)

۲۔ سچ بولنا

۳۔ چوری نہ کرنا۔

۴۔ زنا کاری نہ کرنا۔

۵۔ دنیاوی چیزوں کی لالسا نہ کرنا۔

نیم سے مفہوم ان چیزوں سے ہے۔

۱۔ پاکیزگی۔

۲۔ قناعت۔

۳۔ تپ۔

۴۔ مطالعہ۔

۵۔ بھگتی۔

آسن دھیان لگانے کے لیے جسم کے ایک موت میں نشپل قائم ہونیکو کہتے ہیں اور پرانا نام سانس کے قابو میں لائیکا نام ہے۔ لیکن پرتیا ہار سے مفہوم وجد کی حالت کے طاری ہونے کے باعث اندریوں کے رک جانے سے ہے۔ مابقی سیدھیوں میں سے دھارنامن کا قائم کرنا اور دھیان روح کو محسوس کرنا یا اسکو مثل ایشور کے خیال میں جمانا ہے۔ سہادی ان سب کا آخری نتیجہ روح کو ساکشات محسوس کرنا جس سے بے اندازہ خوش ہو کر وجد کی حالت ہو جاتی ہے۔

بودھ مت کی ابتدا ہندوستان میں ہوئی ہے گو کہ اب ہندوستان میں قریب قریب معدوم ہے اس کا بانی ایک شخص تھا جس کو ہوتے قریب ڈھائی ہزار

نہیں ہے۔ البتہ صرف ایک مرتبہ بود ہون کی بحث کے جواب میں اشارتاً ذکر آیا ہے۔

وشیشک درشن کا یہ مت ہے کہ چھ پارتنوں کے جاننے سے دکھ کا ناسخ ہوتا ہے، جو ہنر لائے درجہ کے فائدہ کے ہے۔ وہ چھ پارتن یہ ہیں۔ جوہر۔ صفت۔ حرکت۔ جنس۔ قسم اور مرکب ہیں۔ جو حسہ گنتی میں نو ہیں۔ خاک۔ پانی۔ آگ۔ ہوا۔ ایتر۔ کال۔ خلا۔ روح اور من۔ صفات حسب ذیل ہیں۔ رنگ۔ ذائقہ۔ بو۔ لمس۔ گنتی۔ مقدار۔ علیحدگی۔ ملاوٹ علیحدہ کرنا۔ پھیلنا۔ سمجھنا۔ خوشی۔ تکلیف۔ خواہش۔ نفرت اور ارادہ اوپر کو پھیلنا نیچے کو پھیلنا۔ سکرنا۔ پھیلنا اور چلنا یہ حرکات ہیں۔ آواگون سے اس وقت نجات ملتی ہو کہ جب من میں حرکت پیدا ہونے سے بند ہو جاوے اور وہ روح میں لین ہو جاوے۔ مثل نیا کیون کے وشیشک والوں نے بھی ابتداء میں کسی سرشتی کے رچنے والے کا وجود نہیں مانا۔ گو کہ انھوں نے ویدن کو بطور شبدتی کے تسلیم کیا ہے۔

ہندوؤں کے درشنوں میں یوگ درشن نے تین شروتائم کی ہیں۔

(۱) ایشر جو دھیان کا ادراش ہے۔

(۲) ارواح۔

(۳) مادہ۔

آتما کا آواگون نے کت نعبانا اصلی کو تب ہے۔ یہ سماوی لگانے سے

جو دکھ کا ناسخ ہو جاتا ہے اُس سے حاصل ہوتا ہے۔ سارہی یوگ کے انگلیوں

یا سیرھوں کی آخری سیرھی ہے۔ وہ سیرھیان (۱) یم (۲) نیم (۳) آسن۔

(۴) پرانا یا م (۵) پرتیا مار (۶) دھانا (۷) دھیان اور (۸) سلاوی ہیں۔

(۱) پرمان (صحیح علم یا ذریعہ صحیح علم)

(۲) پردے (ہیپر پرمان کا اطلاق ہوتا ہے)

(۳) شبہہ

(۴) تجویز

(۵) تمشیل

(۶) نتیجہ

(۷) آدیو (منطق جلی یا قیاس)

(۸) لفظی بحث

(۹) نرنے (جانچنا)

(۱۰) مباحثہ

(۱۱) جھگڑہ

(۱۲) نکتہ چینی

(۱۳) من الطہ

(۱۴) چہل

(۱۵) بے سود بحث کرنا

(۱۶) سرزنش

روح - جسم - خواص - حواس خمسہ کے اشیاء - ہر صی - من - حرکت  
دوش - آواگون - پس - دیکھ - نجات پرے ہیں - دیکھ - جنم - حرکت - دوش اور  
نا بھی غارت کرنے کے قابل ہیں - ان کے یکے بعد دیگرے غارت کئے جانے پر  
اس طرح پر کہ سب سے آخر میں جو لکھی گئی ہے وہ سب سے پہلے غارت کی جائے نجات  
حاصل ہوتی ہے - گو تم کے بنائے سورتوں میں دنیا کے کسی حقائق کا تذکرہ

دوسرے کے بعد اظہار پاتی یا کھلتی ہیں اور بعد کو پست کر غیر مظہر ہو جاتی ہیں۔ کھلنے کی ترتیب بند ہونے کی ترتیب کے بالکل مخالف ہیں جس چیز کا سب سے آخر میں اظہار ہوتا ہو وہ سب سے پہلے بند ہو جاتی ہے۔ اظہار کی ترتیب اس طور پر ہو۔

پرش — پر کرتی

(۱) هست (اوراک)

(۲) آشکار (خودی)

تس کے ساتھ ملکر

ستو کے ساتھ ملکر

(۱۳-۹) پانچ قسم کا من (۳) (اعضار حرکت ہاتھ پاؤں وغیرہ)

آواز (۱۳)	تس (۱۵)	رنگ (۱۶)	ذائقہ (۱۷)	بو (۱۸)
آواز (۱۴)	تس (۲۰)	رنگ (۲۱)	ذائقہ (۲۲)	بو (۲۳)

ان تیس قسم کی پر کرتی کے منظرون میں پرش اور پر کرتی کے ماننے سے سب کی تعداد پچیس کی ہو جاتی ہے۔ پچیس تنو بہ نندہ ورش نے مانے ہیں۔ ان کا علم سنا سے نکت ہونے کے لئے ضروری ہے۔ کیل من کے فلسفہ میں دنیا کے بنائے جانے کا تو واسطہ ہو ہی نہیں سکتا ہے گو کہ کچھ پچھلے معنوں نے کیچھ مان کر کے اس کو ایشور وادین شامل کرنے کی کوشش فرود کی ہے۔ دیگر درشنوں کی مانند یوگ ساوہی ساکھ کا بھی ایک انگ یا جزو ہے۔

نیائے ورش میں جس کے نقلی معنی منطقی فلاسفہ کے ہیں بے کم کاست سولہ متواتر کئے ہیں۔

فردی ہے۔ سادہی میں آتما محسوس ہوتی ہے اور سادہی سے مراد من کا خیال اور  
جہانی حرکات کو روک کر آتما میں بین کر دینا ہے۔ سادہی یوگ شاستر کے اصولوں  
پر چلنے سے حاصل ہوتی ہے۔

یہ ہندوؤں کے ادویت کے گمان داد کا فلسفہ ہے۔ اس کے علاوہ دو قسم  
کے اور فلسفہ دیدانت کے نام سے نامزد ہیں۔ یہ ادویت والوں سے اس درجہ تک  
اختلاف رکھتے ہیں جہاں تک کہ وہ دنیا اور مختلف ارواح کی ہستی کو جسکو وہ بہت  
سی قیدوں کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں مانتے ہیں۔ گو کہ یہ امر ان کے عقیدہ کے  
حالات معلوم ہوتا ہے مگر یہ تینوں فرقہ آواگون کو تسلیم کرتے ہیں جس کا انتخاب  
آتما کے گیان ہونے پر ہو جاتا ہے۔

دیدانت فی الواقع تو ہندوستانی بلکہ ہندوؤں کے ہی عقیدہ کی ایک شاخ  
ہے مگر کم از کم ایک مثال ایسی ضرور موجود ہے جہاں اس نے غیہ ہندو خیال پر  
ہندوستان کے باہر اپنا اثر ڈالا ہے کیونکہ مشہور تصوف دراصل دیدانت کی کاپی ہے۔  
گو کہ اس میں دیدانت سے کچھ جزوی اور بعض بعض موقوفوں پر اہم اختلافات بھی  
ہیں۔ مگر ہم ان اختلافات پر اس جگہ غور نہیں کر سکتے ہیں۔

کپل کا سانچہ و رسم۔ دو چیزوں کو ہمیشہ کی جاتا ہے ایک پرش  
اور دوسرا پر کرتی این سے پرش یا روح تو محض تماشائی ہے اور تماشہ سے  
بالکل علیحدہ ہے۔ پر کرتی یعنی فطرت (Nature) میں ستو (ادراک) و جس  
(حرکت) اور خمس (مادہ پن) کی صفات ہیں۔ تمام  
رد و بدل کا کارخانہ تمام وہ اشیاء جو مٹنے اور فنا ہونے والے ہیں تمام آفرینش  
مقتل اور نیز وہ تمام اعضا و قوار و داخلی جن پر عقلی خیال کا دار و مدار ہے۔ یہ سب  
پر کرتی سے تعلق رکھتے ہیں اور اس ہی کی مختلف اشکال ہیں۔ چیزیں ترتیب سے ایک



ان کے اہتمام کو سچا مان سکتا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا اندر حبال ہے جو ہمارے  
 سامنے پھیلا ہوا ہے۔ ایک لانا تھا بارہ ماسی خواب کا ڈراما اسٹیج گمان پر دکھایا  
 جا رہا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ تماشائی بھی خود اس کے تماشہ گر بن گئے کہ اپنے  
 کو بھولے ہوئے ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے؟ یہ کب کیسے کیوں اور کسان شروع  
 ہوا؟ کب کیسے کیوں اور کسان اس کا خاتمہ ہو گا؟ کب کیسے کہاں  
 اور کیوں اس کے تماشائی تماشہ گر بن گئے؟ یہ سوال ہی بیکار ہیں۔ کیا وہ  
 شخص جو خواب میں مبتلا ہے ایسے سوالات کا کوئی جواب دے سکتا ہے؟  
 نہیں۔ تم کو بھی اس وقت تک خاموش رہنا چاہیے جب تک تم اس  
 مایا کے جال میں سے نہ نکل جاؤ۔ یہ خیال بھی کہ تم اس جال سے باہر  
 نکل جاؤ گے دھوکہ بازی کا خیال ہے۔ تم کب کسی جال میں تھے جو اس میں  
 سے نکل سکنے کا سوال اٹھاؤ۔ یہ سب افر و چنی (ناقابل بیان) مایا ہے۔  
 اس عالم گیر منظر کے نیچے صرف ایک ذات یا ہستی ہے جو تبدیلیات  
 سے نا آشنا ہر جگہ موجود بذات خود قائم ہے۔ اس سروریا پاک وجود  
 کے گن یا صفات ست (ہستی) چت (ادراک) دانند (خوشی) ہیں  
 جنکی وجہ سے اس کا نام سچہ دانند (ست = چت = انند = سچہ دانند)  
 پڑ گیا ہے۔ اس کو برہم بھی کہتے ہیں۔ بس یہی ایک اصلی وجود کائنات  
 میں ہے۔ اس کے سوا اور کوئی شے وجود نہیں رکھتی ہے۔ ارواح مثل خواب  
 کے پستون کے ہیں۔ ان کی کوئی ہستی نہیں ہے۔ نجات یا مغفرت محض الفاظ  
 بے معنی ہیں۔ اپنے تئیں اگر وہ بان لو اور تم اگر ادھی ہو۔ یہ اعلیٰ اصول حقیقت  
 حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ اس جلی دنیا کے جلی دکھوں سے چھٹکارا ملے۔  
 اتم گیان آتما کے محسوس کرنے کے لئے جو فقط ایک ہی ذات یا وجود ہے

دُنیا کو بتیا بنادے گا۔ ان کے اخلاق ذیل کے دس احکام الہی ہیں جو کسا جائے خدا نے حضرت موسیٰ کو دیئے تھے صاف طور سے نمایاں ہیں۔

- ۱۔ میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا ہوگا۔
- ۲۔ تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی صُوت . . . مت بنا۔
- ۳۔ تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ مت لے۔
- ۴۔ چھ دن تک تو محنت کر کے اپنے سارے کام کاج کر لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے اس میں کچھ کام نہ کر۔
- ۵۔ تو اپنے ماں باپ کو عزت دے۔
- ۶۔ تو خون مت کر۔
- ۷۔ تو زنا مت کر۔
- ۸۔ تو چوری مت کر۔
- ۹۔ تو اپنے پڑوسی پر بھوثی گواہی مت دے۔
- ۱۰۔ تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ مت کر۔ تو اپنے پڑوسی کی جو رو اور اُس کے غلام اور اُس کی لونڈی اور اُس کے بیل اور اُس کے گدے اور کسی چیز کا جو تیرے پڑوسی کی ہے لالچ مت کر۔

ویدانت ہندو فلسفہ کا مشہور ترین خیال ہے اور جس فکر رسا کو آج کل یورپ کے لوگ *deism* (دوہم پرستی یا گمان داد) کہتے ہیں۔ اس کا ہم خیال ہے۔ یہ دنیا جو نظم رآتی اور وکھتی ہے وہ تمام اشیاء جو اس غمہ کے ذریعہ سے جانی جاتی ہیں اور وہ کائنات جس کا من موحید ہے سب کی سب گمان و دھوکے کی مٹی ہیں۔ جو اس دھوکہ باز ہیں۔ کیا ہم رستی کو اکثر سانپ نہیں سمجھ لیتے ہیں۔ جب ایسا ہے تو کوئی عقلمند آدمی

اور بدی کے علم کا درخت اور دوسرا زندگی کا درخت پیدا کیے۔ آدم نے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کی اور سانپ (شیطان) کے بھگانے پر اول الذکر درخت کا پھل کھایا۔ اس پر وہ مع اپنے ہمراہی حوا کے جو شراب گناہ تھی اور بعد کو اس کی زوجیت میں آئی باغ عدن سے نکال دیا گیا۔ اس فعل ہی کی پاداش میں آدم کو موت نے بھی آن گھیرا۔ آدم کے ابتدائین دلائل کے ہائیل اور قسطن نامی ہوئے جس میں سے قسطن نے اپنے بھائی کو جان سے مار ڈالا۔ اس کی پاداش میں خدا نے قسطن کو بد دعا دی اور وہ روئے زمین پر پریشان اور آوارہ پھرنے لگا۔ اس کے بعد آدم کے ایک اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے میت رکھا۔ میت کے ایک لڑکا انوس نامی ہوا اس کے زمانہ سے لوگ چھوٹا کا نام لینے لگے۔ اور بعض لوگ اس کا مطلب یون بھی سمجھتے ہیں کہ اس وقت سے لوگ اپنے کو ازنا چھو کہنے لگے (دیکھو انگریزی کی انجیل کے مائیسہ کے نوٹ کتاب پیدائش باب چہارم آیت ۲۶)۔

آدم کی نافرمانی کے بعد سے جاہلے برابر بنی اسرائیل کو اطاعت کی ہدایت کرتا رہا ہے اور بہت سے پیغمبر بھی بنی اسرائیل میں بھیجے ہیں۔ جاہلے کی عبادت جس کا ایک بہت پر معنی نام (ہیٹھ) میں ہوا ہے خاص کر دعا بھن اور قربانی کی ہے۔ چھوٹا اپنے مشین غیور خدا بشتاہن جو انسانوں کی خطاؤں کو جو ان سے نفرت کرتے ہیں تیسری اور چوتھی پشتوں تک نہیں معاف کرتے ہیں۔ آئندہ کی زندگی کے بارہ میں کتاب کی غصہ تسلیم دینے والے تو آدم لوگوں کو مانتے ہیں (ای۔ آر۔ ای جلد ۷ صفحہ ۶۲۶) مگر عقلی فلاسفر لوگ اس سے منحرف ہیں۔ یہودی لوگ ایک طرح پر قیامت کے ماننے والے ہیں۔ اور مسیح کی آمد کے منتظر ہیں جو پُرانی عہد میں کو بٹا کر

پارسیوں کی اہونا دیر یا ہے جو بطور ایک منتر کے پڑھی اور ناپاکی کے دور کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اس کا استعمال اہورا مژدہ کی بادشاہت اور پروہت کی نیک دلی پر ہے۔ اور اس کو لوگ رسمیات کے موقع پر ہی نہیں بلکہ روزمرہ کے معاملات کے سلسلہ میں بھی پڑھتے رہتے ہیں۔ پارسیوں کے دھرم شاستروں سے جو بہت شکستہ حالت میں اب ملتے ہیں ایک اور دیوتا متھرا نامی کا بھی پتہ چلتا ہے جس کی پرستش ہوتی تھی لیکن ہم متھرائی مذہب کا تذکرہ کسی اور لکچر میں کریں گے۔ مگر میں یہاں پر اتنا کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ پارسیوں کی کتب میں آواگون بعض بعض موقعوں پر بہت صاف طریقہ سے بانا گیا ہے جیسے کہ مہا ہاد نامی شاستر میں (ویکٹر *The Fountain head of Religion* صفحہ ۱۵۸-۱۵۶)۔ جلال والا خوشی سے بھر پور اور خوش گوار مقام رہائش بزرگ ارواح (ایس۔ بی۔ اے۔ ص ۱-۲۳ صفحہ ۳۲) وہ مقام ہے کہ جہاں پر روگ و تکلیف و موت معدوم ہیں۔ یہ بظاہر جینوں کی سدھ سلا سے مطابقت رکھتا ہے جہاں پونچھ پر رنج و بیماری علیحدہ ہو جاتی ہیں اور جہاں روح کو بے اندازہ خوشی ہمیشہ کی زندگی اور کامل پورا پورا علم ہر شے کا حاصل ہوتا ہے۔

یہودی مت ایسے لوگوں کا مذہب ہے جو چھوٹا یا حبا ہوے (*Yahweh* یا *Jehovah*) کو اپنا خدا مانتے ہیں۔ جاہوے دنیا اور سب چیزوں کا بنانے والا ہے۔ اس نے انسانوں کے پہلے جوڑے کو بنایا اور ان کو باغ عدن میں جو اس نے لگایا ٹھہرایا۔ اس باغ میں منجملہ اور قسم کے درختوں کے دو خاص قسم کے درخت تھے جس میں سے ایک نیکی

جہاں جہم راج پوری خوشی منت کرتے ہیں۔

اور ہر خواہش کو پورا کرتے ہیں۔

تیری خوشی کا دور و کھن کم نہ ہو گا ۛ ڈاکٹر میور۔

زردشت کا مذہب پڑانکودین اہل فاس کا ہے اور اب اُس کے  
معتقد ہندوستان کے پارسی ہیں۔ پارسیوں کی عبادت ایک خدا یا دیوتا کی  
پرستش ہے جس کو وہ اہورہ فردہ کہتے ہیں۔ اہورہ فردہ کا توام اینگرا مینیو ہے  
جس کو اہرمین بھی کہتے ہیں۔ ان میں سے اہورہ فردہ پاک یا نیک روح ہے اور  
دوسرا ناپاک شیطان ہے۔ لفظ اہورہ فردہ کا مفہوم ہمہ دان مالک کا (اہورہ۔  
مالک اور فردہ۔ ہمہ دان)۔ اہورہ فردہ کے علاوہ پارسی لوگ اور دیوتاؤں  
کی بھی پرستش کرتے تھے جیسے سورج۔ چاند۔ اگنی۔ پارسیوں کا اعتقاد یہی  
کہ قیامت کے دن مردے جی اُٹھیں گے اور اہرمین کی مخلوق کے فارت  
ہونے پر دنیا کی دوبارہ تازگی ہوگی۔ روح کو پارسی مذہب والے لافانی  
اور اپنے افعال کی ذمہ دار مانتے ہیں۔ قیامت ہونے پر ہر روح کو نیا جسم  
ملے گا اور وہ ہمیشہ کی خوشی اس کے بعد حاصل کرے گی۔ پارسی لوگ  
آگ کی عبادت پرست ہیں جو قریب قریب بتزلز عبادت کے ہے۔ اس ہی وجہ سے  
لوگ ان کو آتش پرست بھی کہتے ہیں۔ نیک خیالات۔ نیک الفاظ اور نیک افعال  
پارسیوں کی اخلاقی تعلیم کا پیمانہ ہیں۔ ان کی دعا کا معنوں میں کوہر پاری  
حفظ یاد کرتا ہے حسب ذیل ہے۔

”سادھو پن سب سے عمدہ نیکی اور خوشی ہے۔ خوشی اُس کو ہے جو

سادھو ہے نہایت عمدہ سادھو پن کے لئے ۛ

پارسیوں کی پاکیزگی میں گوشت پرستی شامل ہے۔ سب سے اعلیٰ درجہ کی دعا

ڈاکٹر وکامیاب پردہت اور جملہ رسوم پرستش کا محافظ ہے۔ اس کی مدد سے دیوتاؤں کی ٹھیک ٹھیک طریق پر پرستش کر پاتے ہیں جو دیوتاؤں کو قبول ہوتی ہے (Hindu Mythology)۔

جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے کہ یہ تینوں دیوتا بہت بڑے دیوتا ویک دھرم میں ہیں ان میں سے کوئی اپنے کسی ساتھی کی وجہ سے محدود نہیں ہے اور نہ کوئی کسی سے بڑا ہی ہے۔ بلکہ سچ تو یوں ہے کہ جو خطاب اور انقلاب ان میں سے ایک کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ وہ ہی بلا امتیاز کے اور دونوں کے لئے بھی مستعمل ہوتے ہیں۔

ہندو دیوتاؤں کی پرستش کا فائدہ ڈاکٹر میور صاحب کی اس نظم سے جو انھوں نے جم راج دیوتا کے سلسلہ میں لکھی ہے اور جس کا خلاصہ ہم یہاں پر پیش کرتے ہیں بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ نظم جم راج کے جگت کو ان کی جگتی سے جو پھسل ملتا ہے اس کو ظاہر کرتی ہے۔

گہنی حملہ کیوں کو پیچھے چھوڑ۔

اپنے پرانے سروپ کو پھر دھانن کر۔

ہر ایک عضو جس کو جو تیرے پہلے تھے۔

تمام دنیاوی (مادی) غلاطی سے پاک کر کے۔

اور اب روحانی جلال کے ساتھ چمکتے ہوئے۔

اور زندگی سے جو زیادہ تیز اور احسن اور مبارک ہے۔

اور زیادہ قابلیت کے ساتھ۔

جس سے خوشی کا پیانا افزون ہوتا رہے۔

ان عمدہ مقامات پر بے برکے دن کی روشنی میں۔

وہ ہمارے سمجھ کو کھلے ہے

اندر ہر کالک ہے اور دیوتاؤں کی فوج کا رہبر۔ اس کی ایک عجیب ہی صورت ہندوؤں کے دیوتاؤں میں ہے۔ باوجودیکہ اس نے اپنے گرد کی استری سے زنا کیا تھا جسکی وجہ سے اس کے تمام جسم پر جابجا پھوٹے پھنسی پھوٹ نکلے برہما جی نے ان سب کو اس کی دھار پر آنکھوں میں تبدیل کر دیا اور اس طرح پر اسکو پہلے کی نسبت اور بھی زیادہ خوبصورت بنا دیا۔

اندر کا دشمن درگڑ ہے جس کی افواج شیطانی اس کے ساتھ ہمیشہ جنگ میں مصروف رہتی ہے۔ درگڑ بیکار دفعہ مغلوب ہوتا اور مارا جاتا ہے مگر ہمیشہ اندر سر نو پیدا ہو جاتا ہے اور پھر جنگ میں مشغول ہو جاتا ہے جس میں کہ وہ پھر مارا جاتا ہے۔

اندر ایک زبردست دیوتا ہے اور پیدا ہوتے ہی پوچھتا ہے کہ کمان میں وہ جری ہمارا مان بگلے سینہ کو یہ مجس پاش پاش کرے گا۔  
بالآخر اندر اور اس میں جنگ ہوتی ہے اور اندر کی فتح ہوتی ہے۔

ان ویدک دیوتاؤں میں سے تیسرا بڑا دیوتا اگنی ہے۔ وہ دیوتاؤں کا پروہت ہے جس کے بلانے سے وہ لوگ آتے ہیں۔ وہ دیوتاؤں کا منہ بھی ہے یعنی اگنی کو جو بلدان چڑھا یا جاتا ہے وہ دیوتاؤں کی غذا ہے اور اس سے ان کی طاقت بڑھتی ہے۔ تصویرون میں اگنی کی صورت تین پاؤں اور سات ہاتھوں والی بنائی جاتی ہے۔ پردہت کے طور پر اگنی کو ریشیوں میں سب سے سریشٹ گنا گیا ہے جو پرستش کے متعلق کل امور کا خود پورا پورا علم رکھتا ہے۔ وہ دانشمند رہبر

بیان پر ڈاکٹر میور صاحب کی نظم سے معنون لیا گیا ہے۔

نہ کرے۔ بعض بعض روح ایسی ہیں جو کبھی نکلت نہ ہوں گی گو کہ صفت حنائی اُن کی  
 بھی ذاتی صفت ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے کرم ایسی تہری قسم کے ہیں  
 کہ اُن کو کبھی رتن ترے یعنی پتے اعتقاد۔ پتے گیان اور پتے عمل کے تین بیڑت  
 جواہر حاصل نہ ہو سکیں گے جن کے بغیر موکش نہیں مل سکتی ہے۔ ہم آگے  
 چل کر دیکھیں گے کہ مین دھرم کا طریقہ سا مینس کا طریقہ ہے اور اس لیے  
 اُس میں کسی دیوی دیوتاؤں کے لیے گنجائش نہیں ہے گو کہ وہ ہر کال میں جکی  
 تعداد بے شمار برسوں کی ہوتی ہے جو بیس چھ گوروں یا چند اُن کے وجود  
 کو مانتا ہے۔ یہ گوروں تر تہنکر (لفظ تر تہنکر کے لفظی معنی پایاب راستہ بنانے والے  
 کے ہیں) کہلاتے ہیں کیونکہ وہ آواگون کے سمندر کے پار پہنچنے کے لئے  
 روحوں کو پایاب راستہ بتاتے ہیں۔ یہ مہاتما یا مہا پرشش اشخاص کسی  
 بڑے یا چھوٹے دیوتا کے اوتار نہیں ہیں بلکہ انسان ہیں کہ جو اپنے تئیں اسی راستہ  
 پر چل کر جو بعد میں وہ دوسروں کو بتاتے ہیں خدا کے کمال کا درجہ  
 حاصل کرتے ہیں۔

ویدک دھرم انسانی جگتی کا انہار ایک خاص قسم کے دیوی دیوتاؤں  
 کے لئے ہے جن میں سے تین مکہ میں جو ایک بھی ہیں اور تین بھی۔ یہ (۱) سورج۔  
 (۲) اندر اور (۳) اگنی ہیں۔

سورج آسمان میں بادشاہ اور سوار ہے۔ باقی دیوتاؤں کو  
 رہبر مانتے ہیں اور وہ اُن کو ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہے۔ گائتھری  
 کا پاک منتر سورج ہی کے لئے پڑھا جاتا ہے اس بے غد متیک  
 منتر کا مضمون یہ ہے۔

”ہم دھیان کرتے ہیں اس آسمانی زندہ کرنے والے کے جلال کو“



چیسروں کی لالسا نہ کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ نروان بچے اعتقاد (میتوں پر ایمان لانا) بچے علم (میتوں کا گیان) اور بچے عمل (شاستروں میں بتائے ہوئے بھکت وغیرہ پابندی) سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ تین طبع کا سچا طریقہ انسان کو اُس خدائی کے درجہ کے حاصل کرنے کے لئے بنایا گیا ہے جو ہر روح کی ذاتی صفت ہے۔ اس راستہ پر چل کر جس کے سوا نروان حاصل کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔ بیشمار روہین خدائی کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں۔ یہ طریقتہ دو پہلوئے ہوئے ہے۔ اول کم مشکل گرہست کے لئے۔ دویم مشکل اور سخت۔ سادھوؤں اور سننوں کے لئے۔

گرہست دھرم کی ابتدا بچے اعتقاد کا حاصل ہونا ہے جس کے بعد گرہست برتون کو پالنا شروع کرتا ہے اور آہستہ آہستہ گیارہ درجون میں جکبو پرمتا کہتے ہیں گذر کر سیناس پدوی کو پہنچ جاتا ہے اس وقت اس پر سادھوؤں والے طریقہ کی پیروی لازم ہو جاتی ہے۔ یہ گیارہ پرمتا گیارہ درجہ روحانی ترقی کے گرہست کے لئے ہیں جنہیں سے ہر پچھلا درجہ ہر پہلے درجہ کے نسبت زیادہ بڑھا ہوا اور اُسکو اپنے میں شامل کیے ہوئے ہے۔ سادھو کی زندگی بے حد سختی کی زندگی ہے۔ وہ اپنے کو دنیا سے بالکل علیحدہ کر کے اور اپنے خواہشات اور جذبوں کو مغلوب کر کے خالص آتما کے دھیان میں لین ہو جانے کی کوشش کرتا ہے اس طرح پرشاد اور ریاضت کرتے ہوئے وہ اپنی روح کو مادہ سے علیحدہ کر لیتا ہے اور کرم اور آواگون کی جبرٹ کھاڑ ڈالتا ہے۔ کرموں کے ناش ہوئے ہی روح ہمہ دان اور غیر فانی اور اپنے ذاتی انند سے پورن ہوتی ہے جس میں کبھی آئندہ کمی نہیں ہوتی۔ مین دھرم کے بموجب روح کے ساتھ آواگون لگا رہتا ہے جب تک کہ وہ نروان حاصل

وہ دنیا کی تکلیف اور پریشانی میں نہیں پڑتے۔ باقی ارواح جنکی تصاویر انتہا سے آواگون کے چکر میں غلطان و بھپان رہتے ہیں۔ اور بار بار پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں۔ آواگون میں چار گتی ہیں جنکے نام دیو گتی۔ نرک گتی۔ منس گتی۔ اور ترنج گتی ہیں۔ انہیں سے دیو گتی تو بہشت کے باشندوں سے قسقی رکھتی ہے۔ نرک گتی کا مفہوم جسم کی خلقت سے ہے۔ منس گتی سے مراد انسانی زندگی ہے۔ اور ترنج گتی میں باقی سب قسم کے جہاندار شامل ہیں جیسے پرندے۔ درندے۔ کیڑے۔ مکوڑے۔ نباتات۔ مادیات وغیرہ۔ ان گتیوں میں سے ہر ایک میں مختلف درجے اور صورتیں زندگی کی ہیں لیکن قسین چار ہی ہیں۔ بہشت کے باشندہ بہت زیادہ خوشی اور خورمی کا حظ اٹھاتے ہیں۔ گو کہ دکھ درد وہاں بھی بالکل مسدوم نہیں ہیں۔ جہنمی لوگ بے مد تکلیف اٹھاتے ہیں۔ انسان دکھ اور سکھ دونوں بھوگتا ہے گو کہ اُس کے حصہ میں دکھ کی مقدار زیادہ ہے اور ترنج گتی میں بھی دکھ اور تکلیف زیادہ ہے۔ بار بار پیدا ہونا اور مرنا ان چاروں گستیوں سے وابستہ ہے صرف وہ ہیں ارواح جو آواگون کے دائرہ کے باہر نکل جاتے ہیں ہمیشہ کی زندگی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن اس امر کا خطرہ نہیں ہے کہ ایک زندگی کا پناہ آئندہ جسم میں نہ ملے۔ نیکی اور بدی کا اثر روح کے ساتھ ایک زندگی سے دوسری زندگی کو جاتا ہے اور نئے جنم کی گتی کا اُس پر انحصار ہوتا ہے۔

آواگون سے رہائی بڑتوں کے پانچ چند اخلاقی اصولوں مثلاً طیبی دوسروں کی خطاؤں کو معاف کرنا وغیرہ اور جہانی اور روحانی تپشیا جیسے مطالعہ۔ دھیان۔ اور روزہ وغیرہ سے ہوتی ہے۔ بڑت پانچ ہیں۔ اہنسا (کسی کو ایذا نہ پہنچانا) سچ بولنا۔ چوری نہ کرنا۔ زنا نہ کرنا۔ اور دنیوی

(۷) موکش یعنی نجات۔

ان کو بھی پُن اور پاپ کے ملائے سے (۹ = ۲ + ۷) نوپا رحمہ کہتے ہیں۔ دُنیا ایسی ہے۔ اس کو کبھی کسی نے پیدا نہیں کیا۔ اس میں دو قسم کی شو پائی جاتی ہیں۔ روح اور غیر روح۔ غیر روح میں کئی شو شامل ہیں جیسے کالی۔ غلار۔ ریتھر۔ مادہ وغیرہ۔ مگر اُن سب میں روح اور مادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ روحین لا تعداد ہیں جنکو سنسکرت میں جیو کہتے ہیں اور مادے کے ذرہ ہوتے ہیں۔ دُنیا کے تقسیمات اور تبدیلیات ارواح و مادہ کے ربط و ضبط کا نتیجہ ہیں جو خاص خاص قوانین قدرت کے تابع ہیں۔ سنساری ارواح مادہ میں مخلوط ہیں جسکی وجہ سے اُن کے اصلی اوصاف مختلف طور سے بے اثر ہو گئے ہیں اور مضبوطی پر لگی ہیں۔ قدرتی اوصاف کا اس طرح پر جاتے رہنا اور مد پر جانا اُس مادہ کی مقدار و قسم پر موقوف ہے جو ہر روح کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ مادہ سے پوری پوری علیحدگی کا نام موکش ہے۔ جس کے حاصل ہونے پر روح کے اصلی اوصاف جو منحصر اور بے اثر ہو گئے ہیں پھر از سر نو پورے طور سے با اثر اور نمایاں ہو جاتے ہیں خالص روح کے قدرتی اوصاف میں

(۱) ہمہ دانی۔

(۲) آنند (خوشی)۔

(۳) غیر فانی پن۔

شامل ہیں اس وجہ سے ہر گت روح ہمہ دان آنند سے بھرپور اور غیر فانی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس وقت اُس کے ساتھ مادہ نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے ہر گت روح پُر اکتا کھاتی ہے۔ پر ماتا دنیا کے سب سے اونچے حصہ پر جس کو کہ سیدہ عیلا (گت ارواح کے رہنے کا مقام) کہتے ہیں رہتے ہیں جہاں سے گر کر یا نکل کر پھر کبھی

اختلاف والا ہی مشہول کر سکتا ہے بلکہ ایک مذہب کی کتب مقدسہ دوسرے مذہب کی کتب مقدسہ سے اور بعض بعض موقعون پر خود اپنے ہی مضامین سے مختلف اور متضاد پائی جاتی ہیں یا تنک کہ اُن کو بے کم و کاست سچ ماننا ناممکن ہے۔

عقلی تحقیقات کس کو کہتے ہیں اور عقلی عہدگی کیونکر جلد حاصل کی جاسکتی ہے یہ باتیں دوسرے لکچر میں بتائی جائیں گی۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ جو شخص کہ اپنے مذہبی توہمات (superstition) کی جڑ اکھاڑ کر نہیں پھینک دیتا ہے وہ حقیقت کی تلاش کرنے کے قابل نہیں کہا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا پیمان موجود ہے کہ جو اپنی عقل کو غلبہ داری سے پاک کر کے منصف قرار دینے کو تیار نہیں ہے تو اُس کو شکایت نہیں کرنی چاہیئے اگر اُس کا یہ دعوے کہ اس کو سمجھدار قرار دیا جاوے فہم کے اجلاس سے حناج ہو جاوے۔

اب ہم مختلف مذاہب کے اصولوں اور تعلیم کو بیان کریں گے تاکہ اُن کی یگانگت اور مخالفت کے امور کا پتہ پلے۔

میں دھرم میں سات اصول (تتو) مانے گئے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں۔

- (۱) جیو یا روح۔
- (۲) اجیو یا غیر روح۔
- (۳) آسرو یعنی مادہ کا روح میں آنا۔
- (۴) بندھ یعنی قید۔
- (۵) سکھو یعنی مادہ کی آمد کو روکنا۔
- (۶) نرہرا یعنی قید کا توڑنا۔

بلکہ خود ایک سچی پرستش گاہ حقیقت و اتفاق بھی بنائیں گے جو ہر زمانہ اور وقت کے لیے اصلی و رشتہ قوم انسان کا ہوگا اور یہ ایک بلند اخلاقی عمارت ہوگی جو ہر طور پر مکمل اور اپنے ہر محکمہ میں پوری ہوگی گوکہ اس میں مزید عمارتوں کے لئے بھی جو موجودہ بنیادوں اور خطوط کے اوپر آئندہ اٹھائی جائیں گنجائش رہے گی۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہماری محنت کا نتیجہ جو آپ کے سامنے پیش ہوگا وہ پورے طور سے ہمارے طریقہ اور ذرا بیہ کی صحت کا اندازہ کرا سکے گا۔

ذرائع اتفاق کی نسبت آپ کو اور مجھ کو جو اس درس گاہ ابراہیم میں موجود ہیں اس امر پر متفق ہونا چاہیے کہ مختلف مسئلوں اور پیچیدگیوں کے حل کرنے میں جو دوران تحقیقات میں طویل ٹھیک ٹھیک منطق ہی ہمارا رہبر ہونا چاہیے۔ ترجیح اور تعصب حقیقت کے خلاف ہیں۔ اور دیوانگی کا جو شش عقل کا قاتل ہے۔ لوگوں کے ذاتی توہمات اور عمل محسوسات بھی ہم کو بددین بن دے سکتے ہیں اس سے بھی خیالات کو جہلانین پہنچتی ہے اور اس لیے علمی تحقیقات میں ہمارے ہوتے ہیں جیسا کہ میں نے قبل اس کے ایک اور مقام پر لکھا ہے اگر تحقیقات سے جانچے ہوئے نتائج کے بجائے ذاتی توہمات پر بھروسہ کیا جائے تو ہر پاگل کو لکچرارِ فلاسفی بننے کا حق حاصل ہوگا اور ہر سٹری سوڈائی کو مرنی ہوئی بننے کا۔ پس عقل اور عقل ہی ہماری رہبر ہو سکتی ہے کم از کم اس وقت تک تو ضرور ہی کہ جب تک ہم کسی ایسے گورڈ کو نہ پالیں جس کی رہنمائی ضحیری ہمارے قدموں کو ٹھیک راستہ پر چلانے کے لیے صحیح روشنی کا کام دے۔ اسی وجہ سے کتب مقدسہ کے احکام بھی شروع شروع میں ہم کو نظر انداز کرنے پڑیں گے کیونکہ قریب قریب کل مذاہب کی کتب مقدسہ صرف ایسی باتوں سے بھری ہوئی ہیں جو سب سے معلوم ہوتی ہیں اور جن کو کہ صرف

دبائے نہیں جائیں گے بلکہ وہ سچائی اور حقیقت کے اصلی اصولوں کو صاف اور تحقیق کرانے کا ذریعہ بن جائیں گے اور جہاں پر اُن کا ٹوہرانا انسانوں میں دلی محبت اور اتحاد کو اور بھی زیادہ پائدار کرے گا۔

مگر یہ خیال آپ کے دل میں نہیں آنا چاہیے کہ آپ یا میں ایسے مضمون کو کلیتہاً اس جلسہ میں مل کر سکتے ہیں۔ صرف وسعت مضمون ہی اسکو نامکن ٹھہرانے کے لئے کافی ہے۔ دو قسم کی دقیقہ بیان پر مائل ہوتی ہیں۔ ایک وقت کی جو ایسے اہم کام کے لئے بہت قلیل ہے۔ دوسری عدم واقفیت کی اُن عجیب و غریب خفیہ سلون کی تعبیر سے جو بہت سی روایتوں اور مذہبی احکام میں شامل ہو گئے ہیں۔ مگر ان وقتوں کے مقابلہ میں ایک اتر سکین وہ اور بہت بڑھانوالا بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ خفیہ سوز کی تعلیم قریب قریب متوازی خطوط کے طور پر مختلف مذاہب اور دینوں میں چلی آئی ہے اور اُس کے حل کرنے کے لئے کئی بھی قریب قریب ہر پرانے شاستر یا کتب مذہبی میں چھپی ہوئی پائی جاتی ہے اور آسانی سے بنائی بھی جاسکتی ہے۔ خفیہ تعلیم اور پوشیدہ خیالات کا بے اندازہ ذخیرہ اس طریقہ پر ایسے چند امور پر مشتمل ہو جاتا ہے جن سے کہ ہم اطمینان کے ساتھ گزشتہ مذاہب کے اصلی اصولوں کو جو صدیوں کی گرد کے نیچے دبے پڑے ہوئے ہیں از سر نو ساخت کر سکتے ہیں۔ اس طریق پر جو نتائج ہم نکالیں گے اُن کی صحت کا بلکہ کم از کم تو یوں چاہیے کہ اُن کی صحت کا مد کا پورا اطمینان تحقیقات کے مختلف خطوط کے ایک مرکز پر ملنے سے ہو جاتا ہے۔ یہی جبکہ سائیس فلسفہ علم اسرار الہی و تعبیر کتب مذہبی سب کا میلان یا اتفاق ایک بات پر ہو جاوے تو پھر اُس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں رہ سکتا ہے۔ پس ہم صرف اصول علم مقابلہ و موازنہ مذاہب ہی نہیں بیان کریں گے

آج کل دہش ہے وہ چند دقیق امور فلسفہ پر بحث جہاں کرنے سے اتنا وابستہ نہیں ہے جتنا اس امر سے ہے کہ ایسے ظاہر مخالف مذاہب کو جیسے جین مت - ویک و حرم عیسائی مت - اسلام - پارسی مذہب اور یہودیوں کے دین کو کیونکر ایک لائن میں لا کر متفق کرادے۔ یہ کتنا غیر ضروری ہے کہ اب تک اس قسم کی کوشش نہیں کی گئی ہے گو کہ زمانہ حال میں چند ادا قف یا نیم واقف اصحاب نے جوش و ہمت و انسانی محبت سے ان مخالف مذاہب میں سے بعض کو کھینچ تان کر متفق کرانے کی کوشش کی ہے۔ مگر جلد قسم کے اعتقادوں کو محیط کرتے ہوئے یعنی پورے طور سے اس مضمون پر کبھی توجہ نہیں ہوئی ہے اور نہ انسانی خیال کی تاریخ میں کبھی اس سے پہلے مختلف مذاہب کے باہمی معاملہ کے اسباب دریافت کئے گئے ہیں۔

دوبارہ ذرا ایسے مقابلہ بھی ہمارے متقدمین کو یہ طریقت پسند خاطر رہا ہے کہ مختلف مخالف مذاہب میں سے چند امور کو جن پر کہ ان کا اتفاق ہے چھانٹ لیں اور ان پر زور دیں۔ اور باقی تمام ان باتوں کو جن کی نسبت ان مذاہب میں ایک دوسرے سے اختلاف ہے دبا دیں۔ مگر یہ طریقہ ہم کو پسند نہیں ہے۔ کہیں اختلاف ایسے دبانے سے دب سکتے ہیں۔ اور نہ کبھی قیام پذیر اتفاق ہی ممکن ہے جب تک کہ مذاہب کے اختلافات حل نہ ہو جائیں۔ پس اصل اتفاق تک پہنچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ان اختلافات کی تہ تک پہنچیں تاکہ ان کے اندرونی اصول اتفاق کو (اگر کوئی ہوں) گرفت کر سکیں۔ پس ہمسکو سطح کے نیچے خوب گہرا غوطہ لگانا ہو گا تاکہ ان اختلافات کو پیدا ہوتے ہوئے دیکھ سکیں۔ اس طریق سے ہم ایک عمارت حقیقت کو اٹھائیں گے جو سب قوموں اور لوگوں کے لئے اصلی پرستش گاہ اتفاق بھی ہو گا اور جہان پر اختلافات

# اوم اتحاد المذاهب

یعنی  
علم مقابله و موازنہ مذاہب  
پہلا لکچر

علم مقابله و موازنہ مذاہب (Comparative religion) ایک سائنس ہے۔ وہ انسانی دانش کا وہ حصہ ہے جو مختلف مذاہب کے خیالات کو سمجھنے اور ایک دوسرے سے متفق کرنے کی غرض پر مبنی ہے۔ اور اُس کا کام پرانی تعلیم کو اکٹھا کرنے۔ ترتیب دینے اور تعبیر کرنے سے وابستہ ہے تاکہ اُس کے ذریعہ سے حقیقت کا پتہ پڑے۔ اُس کی مصلحت پرانی تعلیم کو برقرار رکھنا ہے۔ کم از کم وہاں تک تو ضرور ہی کہ جہاں تک وہ ہر مذہب کی سچائی کے انش کو دریافت کرنے میں مصروف ہوتا ہے۔ گو کہ ناخوشی اور بد اعتقادی کے جالوں کو ہٹانے کے لئے تھوڑی بہت توڑ پھوڑ شروع میں کے بغیر بھی کام نہیں چلتا ہے۔

یہ مضمون بہت وسیع اور نیا ہے۔ فی الواقع اب تک کسی نے اسکی طرف علمی طور سے توجہ نہیں کی ہے ۱۲ سپرچو دھوین صدی کی ایک کتاب موسومہ بہ مرقود شن سنگرہ ملتی ہے لیکن نہ تو یہ واقعی سائنس پر مبنی ہے اور نہ اس میں کل مذاہب ہی پر غور کی گئی ہے۔ اس کے مصنف مدح و اچاریہ نے صرف بعض دقیق امور پر جو اُن کے جانے ہوئے مذاہب میں متنازع تھے بحث کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ مگر وہ سوال جو



بندہ کہنے کے گنہگار۔ سائنس اور مذہب -  
 وحیثان اور جانور وغیرہ سے ترقی کرتے کرتے  
 انسان کے نمودار ہوینکا مسئلہ۔ دعا و دعاوی -  
 سب پرانیوں کو شانتی اور محبت کا پیغام۔ - ۳۶۷



د قربانی۔ ہلاک و قربانی۔ ہندوؤں کی قربانیاں۔ جگ۔ گائے کی قربانی کا  
 مفہوم نفس۔ خدا کے بیٹے کا مسئلہ۔ اندر۔ انجیل کی مہترک تثلیث  
 قربانی کے استخراجی معنی۔ حج (جائزہ) جینہ دربارہ حج۔ تصور (دہیان)  
 تصور کے ابتدائی اسباب۔ یسعیانہ دربارہ پاکیزگی کہا نا د پانی۔ نکال  
 تصور۔ حیات میں پریش کرنا۔ جوگ۔ جوگ کے مختلف اقسام۔  
 راج جوگ۔ بھگتی جوگ۔ ہٹ جوگ۔ گیان جوگ۔ یسوع کا  
 جیون ترنہر کے جیون پر بنا ہے۔ اہنا۔ ..... ۳۲۳

نوان لکچر۔ خلاصہ و نتایج۔ ظاہری مخالفین کا مبارک اتفاق۔  
 افسانہ گری باعش اختلافات۔ حقیقت۔ واقعی اصل  
 جڑ۔ مذاہب کی ترتیب و قسم بندی۔ جین مت اکیلا  
 مذہبی سائنس۔ لہذا جین پیٹ فارم اکیلا مقام  
 اتفاق کرنیکا۔ اینکانت (اینک پہلو) واد اور ایکانت  
 واد (ایک ہی پہلو کا مقابلہ۔ نتائج کی کلی صحت۔ دنیا  
 کا مستقبل۔ افسانہ گری کی ابتداء و ترقی۔ اصلی و لفظی  
 تعبیر کی مخالفت۔ جدید ترین مذاہب کی حالت۔  
 کلید معرفت (دی کی ادف نوج) اتفاق و حقیقت  
 کا مندر۔ مطالعہ کی ہدایت۔ اہنا اور دیا۔ زندگی  
 کے مقاصد۔ گہرست اور سادہ ہو کے مقاصد۔ نیکی  
 و بدی دونوں آداب گون کی علت۔ جے۔ ایم۔ پرنس  
 دربارہ راز مکاشفہ۔ چوبیس بزرگوں کی نسبت  
 غلطی۔ اصلی تشریح۔ جینی لوگ شاسترون کو

خدا کا خفیہ نام۔ میں ہوں یا اس پر اتفاق۔ خدا کے دیگر نام۔ رموز کے خدا کا اصلی لکاس۔ پرانا۔ شبہ دیو۔ ہندوؤں کی شہادت۔ ترہنکر۔ ترہنکر کا درجہ کیسے حاصل ہوتا ہے۔ ترہنکر کا جلال۔ متعدد خداؤں کا خیال مختلف مذاہب میں۔ معجزہ پر مانتا پن کی دلیل نہیں ہیں۔ خدا کے چند ناموں کا مفہوم۔ خرافیم۔ مکاشفہ کے چوبیس بزرگ۔ رموز مکاشفہ کی تعبیر۔ بڑے کارموز میں پردیش پانا۔ چشمہ خدا باب کیونکہ کہلاتا ہے۔ سنسار کی ادبشتی کا خیال ہندو مت میں۔ برہما۔ وشنو۔ مہیش۔ تثلیث۔ تین قسم کے خدا۔ سچے خدا کی وحدانیت۔ پرستش کے قابل ترہنکر۔ افسانہ گری کے دیوی دیوتا۔ آخر الذکر کی عبادت ممنوع۔ زردشت مت کے چوبیس اہورا۔ چوبیس بدھ۔ بے بی ویا

کے چوبیس منزلی خدا۔ ..... ۲۷۹

آہوان لکچر۔ مذہب کا عملی پہلو۔ رسوم و عبادت۔ رسوم کے اجزاء۔ دعا۔ کس سے دعا مانگے۔ کون مانگے۔ کس بات کے لئے مانگے۔ کیونکہ مانگے۔ دعا کی پہل دینے کی قوت۔ روزہ (دربت) یسوع کے معجزہ۔ دعا کا قبول ہونا۔ ناراستباز کی دعا۔ خدا اور نہ کی پرستش۔ خداوند کی دعا۔ جین سامایک کے اجزاء۔ خدا کی بادشاہت۔ مسلمانوں کی دعا۔ بدھ مت والوں کی دعا۔ گائیتر می کا منتر۔ پارسیوں کی دعا۔ سامایک پاپیہ۔ قربانی کا اصول۔ انجیل کی تعلیم دربارہ قربانی۔ پارسی مت

حاصل کیا جائے۔ میں راہ حقیقت و زندگی ہوں۔“  
 جین میت کا رتن ترے مارگ۔ مہترای مت۔ مہتر اور دروہن  
 ہندو اور پارسی دیوتاؤں کی مطابقت۔ پارسیوں کی تعلیم دربارہ  
 ابتداء آفرینش۔ پارسیوں کے دیوتاؤں کی ترتیب  
 ابورہ مژدہ و اہرمین لڑنے والوں کا بڑے رہنا۔ پارسیوں  
 کے فرشتہ۔ انکے شیاطین و نجیث۔ زمین و آسمان کی  
 پیدائش کے متعلق تعلیم کی تعبیر۔ یم کا باڑہ۔ دنیا کی ترقی  
 لڑائی کا انجام۔ اہرمین کی شکست و فراری۔ زردشت  
 کے مذہب میں آدا گون کا مسئلہ۔ پارسی مذہب کی ریاست  
 حال کے پارسیوں کی رائے۔ اصلی اصول۔ ..... ۲۳۷

**ساتواں کچر۔** خدا۔ عوام کا خیال عوام کے عقیدہ کے ثبوت کی ماہیت  
 خدا اور افسانہ گری کے شاسترون کی تصنیف۔ الہام کی اصلی  
 علامات۔ منتظم و خالق خدا۔ مفرد جو ہر دن کا دوام۔ پوش  
 رسول کا امتیاز نور روح روح و جسم کے بارہ میں۔ اعمال  
 کی سزا و جزا کیسے ملتی ہے۔ خدا ایک خالص نور روح ہے  
 پیدا کرنا نور روح کا کام نہیں ہے۔ مختلف خدا پرستوں کے  
 شاسترون کے الہی ادعا۔ کھلے دربارہ ادعا۔ صاف  
 الہی۔ روح کے باہر کوئی موش و موش دینے والا نہیں ہے  
 فضل کے مسئلہ کی تعبیر۔ دو قسم کی غیر کت ارواح۔ ہویہ۔  
 ابویہ۔ ابویہ کو کون موش نہیں مل سکتی۔ پانچ لہدھیان  
 آہنا۔ ایٹور میں لے (جذب) ہو جانا۔ ایٹور کا نظارہ۔



میں تحریر ہے پرایس صاحب دراز نیا عہد نامہ۔ اور کین عہد  
 نامہ کی رائے تیار کئی تعبیر بائبل کے خلاف ہے۔ اسکی صحت کی  
 نسبت محققین کا اعتراض نئے عہد نامہ کے اختلافات  
 اور غلط بیانی۔ انجیلوں کی کہانیوں کے مخرج۔ جے۔ ایم۔  
 رد برٹن دربارہ تعلیم انجیل۔ جوزف مک کیب صاحب  
 کی رائے۔ مہترائی مت اور دین عیسوی کی مشابہت۔ بائبل  
 دربارہ تعبیر خود کیا یسوع کوئی تاریخی شخص ہوا ہے۔ اسلام۔  
 قرآن کی تمثیلی تعبیر۔ فرقہ باطنی۔ اسلام اور فلسفہ۔ دیوی دیوتاؤں  
 کے رموز کی تعبیر۔ گینش۔ ویدک دیوتاؤں کی ترتیب۔ یوج  
 اندر۔ اگنی۔ دشت رشی۔ دشتا مٹر۔ لوک۔ برہما۔ شنو  
 شیو۔ ریشیو۔ بہرت۔ بیل۔ جمبودیپ۔ بہارہ تہہ۔ ش  
 کردیشتر۔ پریاگ۔ مہترا۔ گوبرہ سن پہاڑ۔ ہرودار۔ گنگا۔  
 جہنا۔ سہرستی۔ اوتار۔ پڑانے عہد نامہ کی افسانہ گری  
 زوال۔ باغ عدن۔ آدم۔ حوا۔ سانپ۔ زندگی وینکی و  
 بدی کے علم کے درخت۔ گناہ۔ بددعا۔ کالی ناگ راج  
 آدم کے لڑکے۔ مابیل اور قاین۔ انکی قربانیاں۔ مابیل کا قتل  
 قاین کی بددعا۔ سمیت۔ انوس۔ ..... ۱۴۴۲  
 (ب) نئے عہد نامہ کی تعلیم روح کا پرما تاپن۔ زوال۔ معافی  
 نجات۔ قید گناہ۔ نہالہ ربائی۔ اعمال۔ عیسائی۔ معرفت  
 یسوع کی علامتی حوالہ دہی۔ بڑھتی کاپس۔ ترغیب۔  
 مصلوب ہونا۔ گول گوتہا کا مقام۔ چٹانوں کا پٹہا۔ آفتاب کا

اندرونی تبدیلیاں جو صحیح اعتقاد کو پیدا کرتی ہیں۔ آہستہ۔  
گرہست دہرم۔ گیارہ برتائیں۔ برت۔ سنیاس۔ دہرم کے  
دس اعلیٰ اصول۔ صحیح اعتقاد کا عمدہ پہل جین مت اور

سائینس ..... ۷۸

**چوتھا لکچر۔** میٹافزکس۔ مذہبی میٹافزکس۔ ہندوؤں کے  
چہرہ درشن۔ ویدانت۔ فلسفہ کے اصلی اصول۔ سانکھہ و  
ویدانت کا مقابلہ۔ ویدانت کی مکتی۔ صوفیوں کا مدت۔  
اہل شہودیہ۔ سانکھہ۔ مثال پر مبنی ہے۔ نیاے۔ نیاے  
و ویدانت کا مقابلہ۔ دیشک۔ دیشک کے پد رتہ۔  
جوگ جین مت اور جوگ۔ سماجی۔ پانا یام۔ کرشمہ کی  
قوت۔ پور دیمانہ۔ کرموں کا پہل کیسے ملتا ہے۔ اسپر جینی کی  
راے۔ مہا باریت و بلدان۔ میکس موزر کا ہندو درشن نوٹ

موانہ۔ ہندو محققین کی راے۔ بڑھ مدت۔ ۱۱۰

**پانچواں لکچر۔** (الف) دیوی دیوتاؤں والے مذاہب محققین کی  
ناکامیابی۔ اگنی آگ نہیں ہو سکتی نہ کہا نا بنائیکا ہنر۔ اندر  
بارش نہیں ہے۔ نہ سورج آفتاب ہے محققین و دیگر  
لوگوں کی غلطی کے اسباب۔ دوزبانین دیوی دیوتاؤں والے  
مذاہب کے شاسترون کی۔ اصل زبان پکڑ کر۔ جیکولیسٹ  
دوبارہ تعبیر وید۔ کے۔ این۔ آیو۔ کی تشریح۔ ویدانگ۔  
نرڈکت۔ یہودیوں کے شاستر بھی ایسے ہی تحریر ہیں۔ کہا  
الفاظ کے تعدادی معنی۔ نیا عہد نامہ انجیل بھی عقیضہ زبان

عقلی و چار کی جز علت و معلول کا سلسلہ - منطق - نے واو پہلو خیال  
 پون گہٹ کے اندر اندر منطق پر حادی ہونا - منطق اصول - (دیا جی)  
 مردج منطق مصنوعی - قدرتی و مصنوعی طریق منطق کا مقابلہ - پانچ  
 قسم کی دیا جی - سات قسم کے منطق نیچے منطق کے مختلف طریقہ -  
 جین منطق - نیا منطق - بدھ لوگون کا منطق - ارسطو کا منطق -  
 قسم بندی - علامت (لکشن) علم - تجزیہ - نے واو - شاسترون  
 کا کام ..... ۳۳

**تیسرا لکچر** - (الف) مذہبی سائنس - سائنس کا مفہوم علم ہے - غلطی شبہ  
 عدم واقفیت - پہلا اصول سائنس - قیام قدرت - جوہر کا دوام  
 ہمسکاسہ گنا کر تب - عالم کے اسباب - نور روح و مادہ - مادہ پستی  
 ہیچا اور ادراک - ادراک کی مخصوص علامات - مشاہدہ - حالات  
 اور اک - ماہیت علم - منطقی نتیجہ جوہر روح کی سادگی (غیر مرکب پن)  
 مافظہ - ادراک کے اصلی گن - روح قدر تا ہمہ وان - اسجان جو کہی  
 کوئی نہ جان سکے - ہا دن صاحب کی رائے ..... ۵۱  
 (ب) ہیچے کے زخم - دچار (خیال) مشاہدہ و یادداشت - روح کی ماہیت  
 روح قدر تا خوشی سے نصف ہے - خوشی کی ماہیت سکھ اور دکھ  
 روح کا پرماتما پن - پرماتما پن کیوں ظاہر نہیں ہے - کرمون کا عالج اثر  
 کرمون کا مادہ سبب - روح گذشتہ زمانہ میں کہی پاک حالت میں  
 نہ تھی - کرمون کی تفریق - تلو - پدارتہ - قوانین اختلاف روح  
 و مادہ - روح کے لطیف اجسام - آواگون کا علمی سبب - نبات  
 کیسے حاصل ہو - سچا رنگ - صحیح اعتقاد - صحیح علم - صحیح عمل -



## فہرست مضامین

۱

دیباچہ  
پیش لکچر

مقابلۃ المذاہب ایک علم ہے۔ وہ مختلف مذاہب کی  
تفقیش کرتا ہے۔ مصلحت منڈن روپ ہے۔ یاد ہوا چارہ  
کی کتاب۔ حال کا سوال۔ مقابلہ کا طریقہ۔ سبکی دقتیں۔  
حاصل ہونے والے نتائج۔ علمی طریقہ۔ کج و ضدی احتیاط  
کی ضرورت۔ ذاتی توہمات سے بھی احتیاط۔ ہر شاستر پر  
بھی ہر دوسرے نہیں کیا جاسکتا۔ مختلف مذاہب کے عقاید جن میں  
ویدوں کا مت۔ زردشت کا مت۔ یہو دیون کا دین۔  
ویدانت۔ سانکھہ۔ نیاسے ویشیشک۔ یوگ۔ بدھ مت  
عیسائی مت۔ اسلام۔ ویدوں کے بعد کا برہمنوں کا مت۔  
چران۔ جگ۔ شاکت مت۔ اوکٹ (رموز) مت۔ روری  
نردشین مت۔ فری میسنری۔ رادھا سوامی مت۔ شینٹو مت  
سہائی مت۔ کیرہنہ۔ دادو پنہ۔ سکھوں کا مت۔ آریہ سماج  
برہم سماج۔ یو سماج۔ تیہو سوئی۔ تادو مت۔ کنفیوشی ان  
کا مت۔ امریکہ کے مذاہب۔ چارواکیہ مت۔ انکے باہمی  
اتفاقات و اختلافات۔

دوسرا لکچر۔ طرز مقابلہ۔ مین بین کج کا بنونا پہلی شرط۔ پیدائشی مذہب کا  
موازنہ۔ امتیاز سے حقیقت کے علم کا حاصل ناممکن۔ ذرا بچہ علم  
مشاہدہ۔ منطقی نتیجہ۔ شہادت۔ سائنس۔ فلسفہ۔ شاستر

پکڑ کر ت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ وہ اعلیٰ ترین انسانی بچار کو  
 شاعرانہ بندش کے پیرایہ میں ظاہر کرتی ہے اور اس کی خاص صفت  
 یہ ہے کہ اس میں پورے دشون (فلسفہ کے دفتون) کو ایک ہی تصویر  
 یا تصادیر کے چوکھٹے میں بہر دیا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کا کچھ معنوں  
 میری سابق تصنیف **دی کی روف نوج** میں دیا گیا تھا اور ایک  
 مختصر حصہ اس کا میرے پریکٹیکل پابتہ کے فیصلہ میں دیا جا چکا ہے جو  
 ۱۹۱۷ء میں شائع ہوئی تھی۔ موجودہ تصنیف جو لیکچر ون کی صورت  
 میں ہے اس تمام تفتیش کے نتیجہ کو ایک مجموعی اختصار کے طور  
 پر دکھاتی ہے اور اس خیال سے شائع کی جاتی ہے کہ اس سے  
 کم از کم علمی تفتیش کو ترقی ہوگی۔ یہ بات میرے لئے کچھ معمولی تسکین  
 کا باعث نہیں ہے کہ میں اس کو ایسی قیمت پر پیش کر سکتا ہوں  
 جو ہر شخص کے امکان میں ہے۔ صرف اس قدر اور کہنا رہا ہے کہ  
 اس کتاب کے لکچر سب ایک دوسرے سے ایک خاص ترتیب  
 کے ساتھ متعلق ہیں اور انکو اس ہی سلسلے میں پڑھنا چاہیے جس  
 میں وہ دئے گئے ہیں۔

چیت رائے جین

{ ہر دوئی  
 ۳۱ مارچ ۱۹۲۱ء

## دیباچہ

یہ کتاب جو آٹ ناظرین کے ہاتھ میں ہے مروجہ مذاہب کی تفریق  
و اختلاف کے اسباب کے متعلق برسوں کی متواتر صابرانہ تفتیش کا نتیجہ ہے  
اسکو میں حق کے تلاش کرینوالوں کے سامنے ایک خفیہ زبان کے اعلان  
کے ساتھ پیش کرتا ہوں جو ایک ایسی اہم دریافت ہے کہ جس سے  
مذہبی عقائد کا رنگ بدل جائیگا اور خیال کی کایا پلٹ ہو جائیگی۔  
فی الحقیقت کچھ لوگوں کا ایسا خیال عرصہ سے ہے کہ مذہبی کتابوں میں صرف  
طبعی قوتوں - مثل بادل - بارش - نباتات کی حرارت وغیرہ کی شاعرانہ  
بندشیں یا تصویریں ( personifications ) بہری ہوئی

ہیں لیکن اس خیال سے متلافی عقل کا اطمینان نہیں ہوتا اور اس پر عام  
طور سے اتفاق بھی نہیں ہے جو اس کے سچے ہونے کی صورت میں ہونا  
چاہیے تھا۔ تاہم محض ان کے اختلافات ہی اس بات کو واضح کر دیتے  
ہیں کہ یہ کتب تاریخی طور سے پڑھے جانیکے لئے نہیں لکھی جاسکتی تھیں  
اور نہ لکھی گئیں۔ جو دریافت اب ہوئی ہے وہ اس امر کو ظاہر کر دیتی  
ہے کہ دید - قرآن - زندادیتا - اور فی الحقیقت تمام قدیم حکایتیں  
شاستر سب ایک ہی زبان میں تحریر ہیں باوجود اس اختلاف کے جو  
انکی ظاہری الفاظ کے حروف و زبانون میں پایا جاتا ہے۔ ہم اس  
خفیہ زبان کو پکڑ سکتے ہیں تاکہ اسکا اقیانوس پر اکرت یعنی عوام  
کی زبان اور سنسکرت یعنی عالموں کی زبان سے کیا جاسکے۔

# تشریح حوالیات

ای۔ آر۔ آئی = دی انسائیکلو پیڈیا آف  
لیجن اینڈ ہائیکس

پی۔ ایچ۔ بی = دی پرمینیٹ ہسٹری آف بہا تھورشن  
ایس۔ بی۔ ای = دی سیکریٹریٹس آف دی ایٹ  
ایس۔ بی۔ ایچ = دی سیکریٹریٹس آف دی ہندوز  
ایس۔ بی۔ جے = دی سیکریٹریٹس آف دی جینز  
ایس۔ ایس۔ پی = دی سیکس سیٹمز آف انڈین  
فلوسوفی مصنفہ میکس مولر صاحب

---

